مثالی خاتون



دُنیا اور آخرت میں اعزاز اور امتیاز پانے والی خواتین کی صفاتِ جمیلہ

فضیلۃ الشیخ مجدی فتحی السید حفظہ اللہ

ترجمہ: ابو محمد محمد اجمل حفظہ اللہ

دار السلام

مثالی خاتون

دُنیا اور آخرت میں اعزاز اور امتیاز
پانے والی خواتین کی صِفاتِ جمیلہ

© مكتبة دار السلام، ١٤٢٨ هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
السيد، مجدي فتحي
المراة المثالية في نظر الاسلام باللغة الاردية. / مجدي فتحي السيد - الرياض، ١٤٢٨ هـ
ص: ٢٠٧ مقاس: ١٤×٢١ سم
ردمك: ٣-٤-٩٩٣٠-٩٩٦٠
١- المرأة في الاسلام أ. العنوان
ديوي ٢١٩,١ ١٤٢٨/٣٢٨٥
رقم الإيداع: ١٤٢٨/٣٢٨٥
ردمك: ٣-٤-٩٩٣٠-٩٩٦٠

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی اِدارہ
DARUSSALAM

[redacted]

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com
Website: www.darussalam.com

● طریق مکہ۔العلیا۔الریاض فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 ● الملز۔الریاض فون: 4735220 فیکس: 4735221
● سویلم فون: 2860422 1 00966 ● جدّہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270
● مدینہ منورہ موبائل: 503417155 00966 فیکس: 8151121 ● خمیس مشیط فون: 2207055 7 00966 موبائل: 0500710328
● الخبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551 ● ینبع البحر موبائل: 0500887341

[redacted] فون: 5632623 6 00971 [redacted] ❶ ہوسٹن فون: 7220419 713 001
[redacted] فون: 4885 539 208 0044 ❷ نیو یارک فون: 6255925 718 001

[redacted]

❶ 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور
فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com
❷ غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 ❸ مون مارکیٹ اقبال ٹاؤن۔لاہور فون: 7846714

[redacted] Z-110,111 (D.C.H.S) مین طارق روڈ کراچی
فون: 4393936-21-0092 فیکس: 4393937 Email: darussalamkhi@darussalampk.com

[redacted] F-8 مرکز، اسلام آباد فون: 051-2500237

مثالی خاتون

دُنیا اور آخرت میں اعزاز اور امتیاز پانے والی خواتین کی صفاتِ جمیلہ

مجدی فتحی السید حفظہ اللہ
ترجمہ: ابو محمد محمد اجمل
(فاضل مدینہ یونیورسٹی)

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور • کراچی
اسلام آباد • لندن • ہیوسٹن • نیویارک

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

مضامین

عرض ناشر

عورت اعلیٰ شرافتوں کا مجسمہ ہے۔ عورت نہ ہوتی تو اس عالمِ رنگ و بو کی تصویر کتنی بے رنگ اور کس قدر بے نور نظر آتی۔ یہاں انسانیت ہوتی نہ شرافت، علم ہوتا نہ ہنر، ادب ہوتا نہ تہذیب۔ یقیناً یہاں سورج بھی نکلتا، پردۂ شب سے چاند بھی جھانکتا، پھول بھی مہکتے، بہاروں کے قافلے بھی آتے اور آبشاروں کا نغمہ بھی سنائی دیتا مگر ان چیزوں میں کوئی دلکشی نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کی تخلیق فرما کر بزم زندگی کو معنویت اور زیبائی عطا کر دی۔ فتبٰرك الله أحسن الخالقين اللہ تعالیٰ نے عورت کو معظم بنایا لیکن جاہل انسانوں نے اسے لہو و لعب کا کھلونا بنا دیا، اس کی بدترین توہین کی اور اس پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی۔

تاریخ کے اوراق دیکھیے، ہر عہد کی عورت کیسے کیسے مصائب و مکروہات جھیلتی رہی اور کتنی بے دردی سے کیسی کیسی پستیوں میں پھینک دی گئی۔ پتھروں کے زمانے کا انسان پتھر مار مار کر جنگلی جانور ہلاک کرتا تھا۔ عورتیں شکار کردہ جانوروں کی کھال اتارتی تھیں، خشک پتے اور ٹہنیاں جمع کرتی تھیں۔ ایک پتھر پر دوسرا پتھر رگڑ رگڑ کر بڑی مشکل سے آگ سلگاتی تھیں۔ ہلاک شدہ جانور بھونتی تھیں اور مردوں کے آگے پیش کرتی تھیں۔ وہ کھالوں سے لباس بھی تیار کرتی تھیں اور اپنے بچوں کو بھی سنبھالتی تھیں۔ اتنی جانکاہی اور سخت محنت کے باوجود جاہلی معاشروں میں عورتوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ وہ محض کھلونا تھیں جس سے مرد جب چاہتے بلا مؤاخذہ کھیلتے تھے۔ ایک عورت کے متعدد شوہر ہوتے تھے اور ہر طاقتور مرد انھیں بھیڑ بکریوں کی طرح ہنکا لے جاتا تھا۔ ایک عورت کے کئی کئی شوہروں کی لعنت بھارت کے بعض دور افتادہ

علاقوں میں آج بھی جاری ہے۔

یونان وہ پہلی سرزمین ہے جہاں سب سے پہلے عورت کو نیلام کا مال بنایا گیا اور خوبصورت پتھروں کے بدلے عورتوں کی خرید وفروخت ہونے لگی۔ مصر میں عورتیں دریائے نیل کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھیں۔ ہندوستان میں عورت کو پاؤں کی جوتی کہا جاتا تھا، بیٹیاں والدین کی وراثت سے محروم رکھی جاتی تھیں۔ بیواؤں کو منحوس سمجھا جاتا تھا۔ شوہر مر جاتے تھے تو ان کے ساتھ ان کی جیتی جاگتی بیواؤں کو بھی جلا دیا جاتا تھا۔ آج بھی وہاں گاہے گاہے بیواؤں کو چتا میں بھسم کرنے کے سانحے پیش آتے ہیں۔ اسی طرح جزیرہ نمائے عرب میں بیٹیاں پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دی جاتی تھیں۔

یہی احوال وظروف تھے جب ساتویں صدی عیسوی میں اسلام کا ابرِ رحمت برسا تو عورت کی حیثیت یکدم بدل گئی۔ محسن انسانیت جناب رسول اللہ ﷺ نے انسانی سماج پر احسان عظیم فرمایا۔ عورتوں کو ظلم، بے حیائی، رسوائی اور تباہی کے گڑھے سے نکالا۔ انھیں تحفظ بخشا، ان کے حقوق اجاگر کیے۔ ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کی حیثیت سے ان کے فرائض بتلائے اور انھیں شمعِ خانہ بنا کر عزت واحترام کی سب سے اونچی مسند پر فائز کر دیا۔

آج کل مغربی تہذیب کا شیطانی چلن عروج پر ہے۔ میڈیا نے اس لعنت کو عام کر دیا ہے۔ لوگ اللہ کی ذاتِ عالی کو بھول گئے ہیں۔ گھر گھر ٹیلی ویژن موجود ہے، فحش فلمیں چل رہی ہیں، مخرب اخلاق ڈراموں کی نمائش ہو رہی ہے اور لچر گانوں کی دُھنوں سے فضا گونج رہی ہے۔ دل پر ہاتھ رکھ کر کہیے، کیا یہ مسلمانوں کی معاشرت ہے؟ بناتِ اُمت کو اس فتنے سے خبردار رہنا چاہیے۔ مغربی تہذیب نے عورت کی عزت اور وقار جس طرح خاک میں ملایا ہے، اس کے تباہ کن نتائج سے آج خود امریکہ اور یورپ کے قد آور دانشور بھی پریشان ہیں۔ امریکہ کے سابق صدر بل کلنٹن کی اہلیہ ہلیری کلنٹن بہت پڑھی لکھی خاتون ہیں۔ موصوفہ بے نظیر بھٹو صاحبہ

کے دورِ اقتدار میں پاکستان آئیں، یہاں انھوں نے کالج کی طالبات کے ایک اجتماع سے خطاب کیا۔ انھوں نے مغربی تہذیب کے سنگین نقصانات کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:

"You are lucky that you have only one bag, in United States of America school girls have to carry two bags, one for books and one for child."(Islam and Secularism By khalid Nazir p. 34)

یعنی آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ اسکول آتی ہیں تو صرف ایک بستہ لاتی ہیں۔ مگر امریکہ کی حالت برعکس ہے۔ وہاں اسکول کی بچیوں کو دو بستے لانے پڑتے ہیں۔ ایک کتابوں کا بستہ اور دوسرا اپنے بچے کا!...... فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ!

ہمارے ہاں جو بلند بام حلقے مغربی تہذیب کے گن گاتے اور روشن خیالی کے راگ الاپتے ہیں، انھیں امریکہ کی صفِ اول کی اس دانشور خاتون کے اعترافِ حقیقت سے عبرت پکڑنی چاہیے۔ اسلام اس دنیا میں جن مقاصدِ جلیلہ کے لیے آیا ہے، ان میں ایک اہم ترین مقصد عفت اور پاک بازی کی تعلیم ہے۔ امت مسلمہ کی بیٹیوں کو عزم راسخ کے ساتھ بصیرت کی روشنی میں فیصلہ کرنا چاہیے کہ آپ زندگی کی گیلی مٹی کو کس سانچے میں ڈھالیں گی؟ مغربی تہذیب کے اُس سانچے میں جو ساری دنیا کے مسلمانوں کا خون پی رہی ہے یا اس ارفع دینی تعلیم کے سانچے میں جس نے سیدہ خدیجہ، سیدہ عائشہ، سیدہ فاطمہ، سیدہ خنساء، سیدہ ام سلیم اور سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہن جیسی عالی مقام خواتین کی سیرت و کردار کے بے مثل نمونے درخشاں کر دیے تھے؟

زیر نظر کتاب ''مثالی خاتون'' دراصل اُنھی تابدار خوبیوں کا تعارف اور تشریح ہے جنھوں نے عورت کی تقدیر بدل کر اسے عظمت کی معراج پر پہنچا دیا تھا۔ یہ کتاب شیخ مجدی فتحی السید نے بڑی خوبی اور خلوص سے لکھی ہے۔ چند اوراق پڑھ کر ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ فاضل مصنف مثالی

خوبیوں کے بیان ہی پر اکتفا نہیں کرنا چاہتے بلکہ ان کے دل کی تڑپ یہ ہے کہ یہ اوصاف تمام مسلم خواتین کے اعتقاد و عمل میں جاگزین ہو جائیں۔ انھوں نے ایک مثالی مسلم خاتون کی جو نمایاں خوبیاں بتائی ہیں، وہ یہ ہیں:

① مسلمان خاتون اللہ رب العزت کی محبت و اطاعت سے سرشار ہوتی ہے۔

② شوہر کی وفادار، ہمدرد، غمگسار اور اطاعت شعار ہوتی ہے اور اسے اس کے دینی فرائض یاد دلاتی رہتی ہے۔

③ صلہ رحمی کرنے والی ہوتی ہے۔

④ نیکی کے کاموں میں سبقت لے جاتی ہے۔

⑤ دنیاوی مال و متاع سے رغبت نہیں رکھتی۔ متاع آخرت کی طلب گار ہوتی ہے۔

⑥ اپنے معاملات میں حلیم و بردبار ہوتی ہے۔

⑦ غریبوں اور محتاجوں کی حاجات و ضروریات پوری کرنے کے لیے مستعد رہتی ہے۔

⑧ راتوں کی تنہائیوں میں اٹھتی ہے اور اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔

محترم مصنف نے اسی نوعیت کے اوصاف حمیدہ کی بڑی آسان، عام فہم اور دل نشین تشریح کی ہے اور ان جلیل القدر خواتین کی عملی زندگی کے ایمان افروز واقعات بھی بیان فرمائے ہیں جو ان خوبیوں کی جیتی جاگتی تصویر تھیں۔ یہ کتاب اتنی پاکیزہ اور دلآویز ہے کہ مطالعہ کرتے کرتے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم ماضی کے خیابانوں میں گھوم رہے اور قرون اولیٰ کے زمانے میں سانس لے رہے ہیں۔ مولانا ابو محمد محمد اجمل فاضل مدینہ یونیورسٹی نے اردو میں اس کتاب کا ترجمہ بڑا سلیس اور شگفتہ کیا ہے معمولی اردو جاننے والی خواتین بھی اسے آسانی سے پڑھ اور سمجھ سکتی ہیں۔ رہبر کا دائرۂ کار اسی حد تک ہے کہ چشمے تک پہنچا دے۔ پانی پینا خود پیاسے کا کام ہے۔ فاضل مصنف نے اپنی اعلیٰ صلاحیتیں بروئے کار لا کر مثالی مسلمان خواتین کے

اوصاف اچھی طرح روشن کر دیے ہیں۔ اب یہ ہماری محترم ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی ذمے داری ہے کہ وہ یہ کتاب توجہ سے پڑھیں اور انھیں صفات عالیہ سے مزیّن ہو جائیں جن کے جلووں نے ازواج مطہرات اور صحابیات رضی اللہ عنہن کو گرامی بنا دیا تھا۔

دارالسلام کے شعبۂ فقہ و متفرقات کے زیر اہتمام اس کتاب کی طباعت و اشاعت کے سلسلے میں عزیز گرامی حافظ عبدالعظیم اسد اور ان کے رفقائے کار حافظ محمد ندیم، مولانا تنویر احمد، مولانا محمد مشتاق اور جناب احمد کامران نے بڑی محنت کی ہے۔ تزئین ممتاز آرٹسٹ زاہد سلیم چوہدری، محمد عامر رضوان، اسد علی اور محمد نعیم نے کی اور کمپوزنگ سیکشن کے ابو مصعب اور ان کے لائق ساتھیوں نے صحیح کمپوزنگ کا فرض ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے جزیل سے نوازے ۔

از دستِ فقیرِ بے نوا ناید ہیچ
جز ین کہ بصدقِ دل دعائے بکند

خادم قرآن وسنت
عبدالمالک مجاہد
مدیر: دارالسلام الریاض، لاہور

مئی 2007ء

مقدمہ

«إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ»

''بے شک تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں۔ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس سے مدد ونصرت کے طلب گار ہیں اور اس سے (اپنے گناہوں کی) بخشش کے امیدوار ہیں۔ ہم اپنے نفس کی برائیوں اور اپنے برے اعمال کی نحوست سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔جس شخص کو اللہ ہدایت نصیب فرما دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ گمراہ کر دے، اسے کوئی راہ ہدایت پر نہیں ڈال سکتا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد ﷺ اس کے (معزز) بندے اور (بلند مرتبہ) رسول ہیں۔''

﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ ۝﴾

''اے ایمان والو! اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمھیں موت آئے تو اسلام کی حالت میں آئے۔''

﴿ يَآأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَآءَلُونَ بِهٖ

وَالۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيۡبًا ۝﴾

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کر کے ان دونوں سے مرد اور عورتیں کثرت سے پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم آپس میں سوال کرتے ہو اور رشتے توڑنے سے ڈرو، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔''

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِيۡدًا ۝ يُّصۡلِحۡ لَـكُمۡ اَعۡمَالَـكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ ؕ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا ۝﴾

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور (ہمیشہ) ٹھیک بات کہا کرو، وہ تمھارے عمل درست کر دے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے، اس نے یقیناً بڑی کامیابی حاصل کر لی۔''

انتساب

اپنی عظیم ماں کے نام!

جس نے میری خاطر ہمیشہ بے شمار مشقتیں برداشت کیں اور میں اس جلیل القدر ہستی کے آرام وسکون کے لیے کچھ بھی نہ کرسکا۔

اے پیاری ماں!

اس کتاب کے تمام مندرجات تیری ہی تربیت، زبردست محنت وریاضت اور شفقت ومرحمت کا ثمر ہیں۔

تمام تعریفیں اس اللہ رب العزت کے لیے جس سے امیدیں وابستہ کرنے والا کبھی نامراد نہیں ہوتا۔

اور تمام تعریفیں اس ذات الٰہی کے لیے جو نیکیوں کے بدلے اپنے فضل وکرم کی متاعِ بے بہا سے نوازتا ہے۔

مثالی خاتون حدیثِ رسول ﷺ کے آئینے میں

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَيْرُ النِّسَاءِ تَسُرُّكَ إِذَا أَبْصَرْتَ وَتُطِيعُكَ إِذَا أَمَرْتَ وَتَحْفَظُ غَيْبَتَكَ فِي نَفْسِهَا وَمَالِكَ»

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین عورت (بیوی) وہ ہے کہ جب تم اس کی طرف دیکھو تو وہ تمھیں خوش کر دے۔ جب تم اسے کسی کام کا حکم دو تو وہ تمھاری اطاعت کرے اور تمھاری عدم موجودگی میں تمھارے مال اور اپنی ذات کی حفاظت کرے۔“[1]

[1] ملخص از سنن أبي داود، الزكاة، باب في حقوق المال، حديث: 1664، ومجمع الزوائد، النكاح، باب في المرأة الصالحة: 502/4، حديث: 7439 واللفظ له.

افضل عورت

ہر مسلمان عورت کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین اور معزز خواتین میں شامل ہو جائے۔ اس تمنا کی تکمیل کا کیا طریقہ ہے؟ اور بہترین عورتوں کی صفات کیا ہیں؟

میری پیاری اسلامی بہن! ان دونوں سوالوں کا مفصل جواب دینے سے پہلے ہم یہ واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ بہترین عورت وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور اسے اپنی خصوصی رحمتوں اور محبتوں سے نواز دے۔ اس طرح اسے دنیا میں راحت و اطمینان حاصل ہو جائے اور وہ آخرت میں جنت الفردوس اور ابدی نعمتوں سے فیض یاب ہو سکے جہاں اس کی جوانی ختم ہوگی نہ کبھی وہ بیمار ہوگی۔ اسے کبھی تھکاوٹ اور اکتاہٹ ہوگی نہ کبھی کوئی دکھ اور غم اس کے قریب پھٹکے گا۔

وہ کیسی شاندار اور پر لطف زندگی ہوگی اور کیسی بے مثال ابدی خوش بختی ہوگی! جنت کے سائے تلے کیسی عظیم الشان زندگی ہوگی! اس میں دائمی خوشیاں ہوں گی۔ ساری فضا خوشبوؤں سے مہک رہی ہوگی، بے مثال نعمتیں ہوں گی۔ امن و امان کا گہوارہ ہوگا۔ اس کی نعمتیں ایسی لاثانی ہوں گی جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں، نہ کسی نے ان کے بارے میں سنا اور نہ کسی شخص کے دل میں کبھی ان کا کوئی تصور آیا۔ اس میں رحمان کی رحمتوں کا سایہ ہوگا اور عزت والے کرم فرما پروردگار کی طرف سے بخشش و مغفرت اور احسانات کا نزول ہوگا۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ، حقیقی سعادت مندی اور دائمی خوش بختی تلاش کرنے والی ہر عورت کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ ہر وہ عورت جو دنیوی زندگی کے اندھیروں میں ٹھوکریں

کھاتی پھرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور قلبِ سلیم کے ساتھ لوٹنا چاہتی ہے جو سالہا سال سے دکھوں اور غموں کا شکار ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اور جو دنیا اور آخرت کی کامیابی کی متلاشی ہے تو پھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک اس کے لیے بھلائی کا یہی راستہ ہے۔

''مثالی عورت'' بننے کے سنہرے اُصول

نبیٔ کریم ﷺ نے تین بنیادی اسباب بیان فرمائے ہیں جن کے باعث ہر عورت بلند مرتبے پر فائز ہوسکتی ہے۔

میری پیاری اسلامی بہن! اسلام میاں بیوی کے تعلق کو بڑی اہمیت دیتا ہے اور اسے نہایت مضبوط اور پائیدار بنانے کا خواہش مند ہے کیونکہ خاندان کی یکجہتی اور اتحاد کا انحصار اسی تعلق کی مضبوطی پر ہے اور خاندان کے باہمی اتحاد و اتفاق ہی سے عزت و احترام کے لائق نسل پیدا ہوتی ہے۔

میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ جو عورت نبیٔ کریم ﷺ کے بیان کردہ اسباب کو مضبوطی سے تھام لے گی، وہ اپنے گھر کو خوش بختی اور مسرتوں کا سرچشمہ بنا دے گی اور اپنے خاوند کے ساتھ نہایت خوش و خرم زندگی بسر کرے گی۔

یہاں ہر عورت کو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ان اسباب کو اختیار نہ کرنے کے نتیجے میں عورت کو غم اور تکالیف کی تلخی جھیلنا پڑے گی اور اس کا گھر دکھوں اور غموں کی آماجگاہ بن جائے گا، لہٰذا ان اسباب پر اچھی طرح غور و فکر کرو اور ان کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرو، پھر اپنا جائزہ لو۔ اگر تم نے ان اسباب کو مضبوطی سے تھام لیا ہے تو یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو یہ تمھارے لیے نصیحت ہے اور نصیحت مومنات کو نفع دیتی ہے۔

شوہر کو خوش کرنے والی عورت

پہلی بات جو رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ تم اپنے خاوند کی محبت پالو اور وہ تمھارے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے۔ یقیناً ہر عقل مند انسان کا مقصد اور خواہش اخلاقی کمال کا حصول ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ اسلام انسان کو روحانی، عقلی، بدنی اور اخلاقی کمال کے حصول کی تعلیم دیتا ہے۔

میری پیاری اسلامی بہن! تمھیں اپنے ظاہری حسن و جمال کے اہتمام کے لیے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ جائز اشیاء، مہندی اور اثمد سرمہ لگانا چاہیے اور زیورات پہننے چاہئیں کیونکہ بہترین عورت وہ ہے جس کی طرف اس کے خاوند کی ایک نظر پڑتے ہی اس کی آنکھوں سے خوش بختی جھلکنے لگے۔

آدمی حصول معاش کے لیے گھر سے نکلتا ہے تو وہ محنت کے باعث جسمانی طور پر تھک جاتا ہے اور بعض اوقات اپنے کام کی مشقت کی وجہ سے دماغی تھکاوٹ کا شکار بھی ہو جاتا ہے اور بڑی شدت سے گھر لوٹنے کا انتظار کرتا ہے تاکہ تھکاوٹ سے چور جسم کو آرام وسکون مل سکے، لہٰذا جب وہ دن بھر کی مشقت کے بعد گھر میں داخل ہوتا ہے اور اپنی بیوی کے برتاؤ میں کوئی خوش کن پہلو نہیں دیکھتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند سے تعلقات کے پہلے ہی مرحلے میں ناکام ہوگئی ہے تو وہ یقیناً گھٹن اور تنگی محسوس کرے گا اور اس کے اظہار کے لیے طرح طرح کے بہانے تلاش کرے گا۔ کبھی کسی بات پر خفا ہوگا تو کبھی کسی کام پر ناراضی کا اظہار کرے گا۔

اس کے برعکس جب وہ گھر واپس آنے پر اپنی بیوی کو ایسی حالت میں دیکھے جس سے وہ

خوش ہو جائے اور اس کا دل جھوم اٹھے تو وہ بہت جلد ذہنی پریشانیوں اور جسمانی تھکاوٹ کو بھول جائے گا، لہٰذا بیوی سے خاوند کی محبت بڑھنے کے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ خاوند جب بیوی کی طرف دیکھے تو وہ اسے مسرور کر دے۔ واقعہ یہ ہے کہ محبوب کو دلکش حالت اور حسن و جمال کے عالم میں دیکھنا، دل میں محبت راسخ کرنے کا بڑا مؤثر وسیلہ ہے۔

میری پیاری اسلامی بہن! خاوند کے گھر آنے سے پہلے پہلے اپنی حالت کا جائزہ لو۔ اپنے لباس کو بغور دیکھو اور اپنے دل سے پوچھو: کیا میرا خاوند مجھے اس حالت میں دیکھ کر خوش ہوگا؟

ہر عورت اس سوال کا جواب خوب جانتی ہے۔ بلاشبہ ہر آدمی خوبصورت چیزوں سے فطری طور پر محبت کرتا ہے، سوائے اس شخص کے جس نے اپنی فطرت کو مسخ کر ڈالا ہو اور وہ قبیح اور خبیث چیزوں کے حصول میں لگا رہتا ہو۔

جب خاوند اپنے گھر میں داخل ہو کر اپنی بیوی کو نہایت حسین و جمیل صورت میں دیکھتا ہے تو وہ اپنی بیوی سے محبت اور اس کی طرف رغبت محسوس کرتا ہے۔ وہ اپنے لیے بیوی کے بناؤ سنگھار کا اہتمام محسوس کرتا ہے۔ اس کے برعکس بعض خواتین خاوند کے آ جانے کے بعد بھی گھریلو کام کاج، مثلاً: کھانا پکانے، کپڑے دھونے یا صفائی ستھرائی میں لگی رہتی ہیں، انھیں چاہیے کہ وہ تمام کاموں سے خاوند کی آمد سے پہلے پہلے ہی فارغ ہو جائیں اگرچہ اس کے لیے انھیں کچھ زیادہ محنت کرنی پڑے گی اور اضافی تھکاوٹ بھی برداشت کرنی ہوگی۔ اگر وہ ایسا کر لیں تو اس اضافی محنت اور مشقت کا صلہ انھیں بہت خوش گوار ملے گا۔

خاوند کو گھر میں خوشی نصیب نہ ہو تو اس پر شیطان خناس کے وسوسے بہت جلد غلبہ پا لیں گے اور شیطان لعین شاہراہوں پر چلنے والیوں کو خاوند کی آنکھوں کے سامنے خوب مزین کر کے پیش کرے گا اور بیوی کو اس کی نظر میں گرا دے گا۔

پیاری اسلامی بہن! جب بھی تمھارا خاوند تمھاری طرف دیکھے تو اسے تمھارے ہونٹوں پر

دلکش مسکراہٹ نظر آنی چاہیے۔ اگرچہ اس مسکراہٹ پر ایک لمحے سے زیادہ وقت نہیں لگتا لیکن خاوند کے دل میں اس کی یاد ہمیشہ تازہ رہتی ہے۔ یقیناً تمھاری مسکراہٹ گھر کو خوشیوں سے بھر دے گی اور یہ دن بھر محنت و مشقت کے بعد خاوند کو حاصل ہونے والا سب سے زیادہ راحت بخش پہلو ہوگا۔

پیاری اسلامی بہن! اپنے شوہر کے سامنے تمھارے چہرے کے خوبصورت تأثرات، درحقیقت تمھارے خوبصورت لباس اور زیورات سے کہیں زیادہ اہمیت رکھتے ہیں کیونکہ جب خاوند بیوی کی طرف دیکھتا ہے تو بیوی کے چہرے پر دلکش مسکراہٹ اور خوش گوار تأثرات، زبان کے میٹھے بول سے کہیں زیادہ گہرے اثرات چھوڑتے ہیں۔

یقیناً خاوند کو بہت جلد احساس ہوگا کہ اس کی بیوی نہایت بے لوث ہو کر کسی مالی فائدے کی غرض سے پاک، حقیقی اور سچی مسکراہٹ کے ساتھ اس کا استقبال کر رہی ہے اور کہہ رہی ہے: تمھارے آنے سے میں بہت خوش ہوں اور تمھیں دیکھ کر بڑی مسرور ہوں۔ اس وقت شوہر کو یہ کہنا مناسب ہوگا: تمھاری یہ مسکراہٹ آخرت میں نیکیوں کا باعث بن جائے گی کیونکہ یہ مسکراہٹ بھی ان صدقات میں سے ہے جنھیں تم اپنے نامۂ اعمال میں درج کرا رہی ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

«تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ»

''اپنے مسلمان بھائی کو دیکھ کر تیرا مسکرانا بھی تیرے لیے صدقہ ہے۔''[1]

دانشوروں نے بیان کیا ہے کہ تم کس طرح محبوب و معظم ہستی بن سکتی ہو۔ حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ حکمت کی کتابوں میں یہ لکھا ہے:

اے میرے پیارے بیٹے! تمھارا چہرہ ہمیشہ کھِلا رہنا چاہیے اور تمھیں ہمیشہ پاکیزہ بات

---

[1] جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في صنائع المعروف، حديث: 1956.

کرنی چاہیے، پھر تم لوگوں کے نزدیک انھیں انعامات وعطیات دینے سے کہیں زیادہ محبوب ہو جاؤ گے۔

اور جناب سعید بن عبید طائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تمام لوگوں کے ساتھ مسکراتے چہرے کے ساتھ ملو۔ اگر تم ان سے مسکرا کر ملو گے تو محبت کے ایسے پھل چنو گے جو بہت پاکیزہ اور خوش ذائقہ ہیں۔

اور جناب حبیب بن ا. ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«مِنْ حُسْنِ خُلُقِ الرَّجُلِ أَنْ يُّحَدِّثَ صَاحِبَهُ وَهُوَ مُقْبِلٌ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ»

''آدمی کے اخلاق حسنہ میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ساتھی سے توجہ کے ساتھ گفتگو کرے۔''[1]

جناب منصور بن محمد کریزی رحمہ اللہ نے یہ شعر کہے ہیں:

لَنْ تَسْتَتِمَّ جَمِيلًا أَنْتَ فَاعِلُهُ
إِلَّا وَأَنْتَ طَلِيقُ الْوَجْهِ بَهْلُولُ
مَا أَوْسَطَ الْخَيْرَ فَابْسُطْ رَاحَتَيْكَ بِهِ
وَكُنْ كَأَنَّكَ دُونَ الشَّرِّ مَغْلُولُ

''تم جو بھی نیک اور اچھا کام کرو گے، وہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک تم مسکراتے چہرے والے اور عمدہ محاسن کے مالک نہ بن جاؤ۔ خیر و بھلائی کو ہاتھ بڑھا کر لے لو، اس کے برعکس شر اور برائی کے سامنے ایسے ہو جاؤ جیسے تمھارے ہاتھ جکڑے ہوئے ہیں۔''

اے میری مسلمان بہن! اپنی زندگی کو خندہ روئی اور خوشی سے لبریز کردو۔ چہرے کی شگفتگی

[1] شعب الإيمان للبيهقي: 361/6.

تمھارے خاوند کو خوش کر دے گی اور تمھارے گھر میں خوشی کے چراغ روشن کر دے گی۔ خوب جان لو! تمھاری اس خندہ روئی اور مسکراہٹ کا سب سے زیادہ حق دار تمھارا شوہر ہے۔

خاوند کی فرماں بردار عورت

میری پیاری مومنہ بہن! ہر خاوند دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہے کہ اس کے گھر میں خوش نصیبی کا راج ہو اور اس کے گھر کے افراد میں باہمی خوشیوں اور شادمانیوں کا بسیرا ہو۔ لیکن وہ چیز جو اس خوش بختی کو تباہ کر دیتی ہے، خوشیوں کو بھگا دیتی اور غموں کو دعوت دیتی ہے، وہ عورت کا اپنے خاوند کے ساتھ اس طرح پیش آنا ہے جیسے وہ خاوند کے ہم پلہ اور اس سے بہتر ہے۔ اور وہ صرف اپنی رائے کو اہم سمجھتی اور اپنے خاوند کی اطاعت صرف اسی معاملے میں کرتی ہے جو اس کی مرضی اور خواہش کے مطابق ہو۔ وہ ہمیشہ خاوند سے یہ چاہتی ہے کہ وہ اس کی خواہشات کی تکمیل کرتا رہے اور اس سے یہ امید رکھتی ہے کہ جن چیزوں کی وہ عادی ہو چکی ہے، انھیں ہرگز نہ بھولے اور جن باتوں اور کاموں سے اسے شغف ہے، وہ ان کا ضرور خیال رکھے۔ ایسی بیوی اپنے اسی انداز فکر سے اپنا گھر برباد کر لیتی ہے، ہنستے بستے گھر کو اجاڑ دیتی ہے اور اگر اولاد ہو تو اُسے آوارہ اور بدکردار بنا دیتی ہے۔

ایک عقل مند اور ذہین عورت وہ ہے جو اپنے گھر میں جھگڑے کا سبب اور اس کی بربادی کا باعث بننے والی چیز کو پہلے ہی بھانپ لیتی ہے۔ جس بات سے اس کا خاوند خفا ہوتا ہو، وہ اس سے گریز کرتی ہے۔ اگر عورت اس شعور سے بہرہ ور نہ ہو اور اپنے خاوند کے ساتھ اس کا رویہ ہمسروں جیسا ہو تو وہ اپنی ازدواجی زندگی کی نعمت کو عذاب میں بدل ڈالتی ہے۔

پیاری اسلامی بہن! شادی ایک عظیم حکمت، نہایت بلند پایہ سماجی مقصد اور بقائے نسل کا وسیلہ ہے۔ یہ عبادات میں سے ایک اہم عبادت ہے جس کے ذریعے سے ہر مسلمان مرد اور

عورت کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے، لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شادی مرد اور عورت پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے۔ اسلام میں شادی کا اصل مقصد میاں بیوی کے درمیان باہمی محبت، الفت اور ایثار و قربانی کے جذبات پیدا کرنا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝﴾

''اور یہ بھی اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمھارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے عظیم نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔''[1]

اس محبت و الفت کو قائم و دائم رکھنے اور باہمی ازدواجی زندگی کو خوش اسلوبی سے برقرار رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق مقرر فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾

''اور دستور کے مطابق عورتوں کے مردوں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر ہیں اور مردوں کے لیے ان پر ایک درجہ اور فضیلت ہے۔''[2]

اسلام میں عورت کے لیے بہت سارے حقوق ہیں جنھیں ادا کرنا شوہر کا فرض ہے۔ اگر وہ یہ حقوق ادا نہیں کرے گا تو اللہ کے نزدیک نافرمان اور گناہ گار شمار ہوگا۔[3] اس وقت ہم خاوند

---

① الروم 21:30. ② البقرة 228:2.

③ ان حقوق کی تفصیل کے لیے ''رسول اللہ ﷺ کی عورتوں کو 50 نصیحتیں'' نامی کتاب کا مطالعہ کریں۔ جسے مکتبۃ القرآن نے شائع کیا ہے۔

کے بیوی پر حقوق میں سے ایک حق کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ اس حق کی ادائیگی سے عورت اپنے رب کی جنت حاصل کر سکتی ہے۔ اور دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکتی ہے۔ وہ حق یہ ہے کہ عورت کو اپنے خاوند کی اطاعت شعار بیوی ہونا چاہیے جو خاوند اس کے حقوق کا پاسدار ہو، اس کا استحقاق ہے کہ وہ اپنی بیوی سے ہمیشہ پاکیزہ اور میٹھی بات سنے اور بیوی کو ہر وقت اپنی حاجات وضروریات پوری کرنے والی پائے۔

میری پیاری مومنہ بہن! خاوند کے لیے تیری اطاعت ہی ازدواجی زندگی کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ جس قدر خاوند کو یہ احساس وشعور ہوگا کہ تم اس کا یہ عظیم حق بخوبی ادا کر رہی ہو، اسی قدر وہ تمھاری عزت کرے گا اور اس کے دل میں تمھاری محبت بڑھے گی۔

نبیٔ کریم ﷺ نے مومن عورتوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ جنت کا راستہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے بعد خاوند کی اطاعت سے شروع ہوتا ہے۔

آؤ! ذرا اس حدیث شریف پر غور کریں: حضرت حصین بن محصن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ان کی پھوپھی اپنے کسی کام سے نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ جب وہ اپنے کام سے فارغ ہوگئیں تو نبیٔ اکرم ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: «أَذَاتُ زَوْجٍ أَنْتِ؟» ''کیا تم شادی شدہ ہو؟'' انھوں نے عرض کی: جی ہاں، آپ نے پوچھا: «كَيْفَ أَنْتِ لَهُ؟» ''تمھارا اس کے ساتھ سلوک اور رویہ کیسا ہے؟'' انھوں نے عرض کی: میں اس کی خدمت اور اطاعت گزاری میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی، سوائے اس چیز کے جو میرے بس میں نہ ہو۔ آپ نے فرمایا: «فَانْظُرِي أَيْنَ أَنْتِ مِنْهُ؟ فَإِنَّمَا هُوَ جَنَّتُكِ وَنَارُكِ» ''اچھا یہ بتاؤ کہ تم اس کی نظر میں کیسی ہو؟ کیونکہ بے شک وہ تمھاری جنت اور جہنم ہے۔''[1]

رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد پر اچھی طرح غور کیجیے: «هُوَ جَنَّتُكِ وَنَارُكِ» ''وہ تمھاری

---

[1] مسند أحمد: 419/6 و 341/4، والمستدرك للحاكم: 189/2، حديث: 2769.

جنت اور جہنم ہے۔'' یعنی اگر تم اس کی اطاعت کرو گی تو وہ تمھارے لیے جنت کا سبب بن جائے گا۔

آپ کی مراد یہ تھی کہ جنت کے حصول کے دوسرے اسباب کی طرح یہ بھی تمھارے لیے جنت کے حصول کا سبب ہے. جس طرح لوگ اللہ کی خوشنودی اور اس کی جنت تک پہنچنے کے لیے دیگر اسباب اختیار کرتے ہیں۔

اور صحابیہ کی اس بات پر بھی غور کیجیے: میں اس کی اطاعت اور خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی۔

میری اسلامی بہن! تمھیں اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ شوہر کو راضی کرنے اور اس کے دل کو خوشی سے معمور کرنے کے لیے تیری کوشش اور محنت ان امور میں سے ہے جن کا ہر مرد اپنی بیوی سے طلب گار رہتا ہے۔

تمھارے درمیان بسا اوقات لڑائی جھگڑا اور اختلاف بھی رونما ہو سکتا ہے، اس وقت تمھاری ذمے داری یہ ہے کہ تم اس جھگڑے کو ختم کرو اور صلح صفائی کے لیے ہر ممکن مؤثر طریقہ اختیار کرو۔ یقیناً یہ بھی ممکن ہے کہ اس لڑائی میں درست موقف تمھارا ہی ہو اور کبھی اس کے برعکس تمھارے خاوند کا موقف بھی درست ہوگا لیکن ایسے موقع پر تمھاری ذمے داری یہ ہے کہ تم یہ احساس کرو کہ خاوند کسی ایسی حکمت کی بنا پر تمھارے موقف کی تائید نہیں کر رہا جو تمھیں معلوم نہیں۔ اس قسم کے مواقع پر تمھیں خاوند کے غصے اور جوش کو ٹھنڈا اور اختلاف کو رفع دفع کرنا چاہیے اور پھر کچھ دیر کے بعد جب اس کا دل مطمئن اور غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو تم اپنی رائے اور موقف کی وضاحت کر دو کہ تمھارا اصل مقصد تو باہمی خیر اور بھلائی کا تھا، لڑائی جھگڑا مقصود نہ تھا۔ بے شک وہ تمھارا شریک حیات ہے جس سے تم بے پروا نہیں ہو سکتیں۔ لڑائی جھگڑے کے بعد جب طبیعت سنبھل جائے اور دل پر سکون ہو جائیں، اس وقت اصلاح کی کوششیں کس قدر مؤثر ہوتی ہیں،

اس سلسلے میں عربی کی یہ نادر اور عمدہ حکایت سنیے!

''کہا جاتا ہے کہ عرب کے ایک سردار کی کنیت ابوحمزہ تھی۔ اس نے ایک عورت سے شادی کی، پھر یہ امید رکھی کہ یہ عورت بیٹے کو جنم دے گی لیکن اس نے ایک بیٹی کو جنم دیا اور جیسا کہ پرانے عربوں کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ لوگ جاہلیت میں بیٹیوں کو سخت ناپسند کرتے تھے حتیٰ کہ ان میں سے ایک شخص فخر کے ساتھ اعلان کرتا کہ عنقریب وہ اپنی بیٹی کو زندہ درگور کرے گا اور جسے اللہ بیٹی عطا کرتا، اس کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہوئے کہتا: اللہ تعالیٰ تمھیں اس کی عار (اس کے سبب شرمساری) سے بچائے۔ اس کی کلفت و پریشانی سے کفایت فرمائے اور تم اس کی شادی قبر سے کرو (زندہ درگور کرنے کا اہتمام کرو۔)

جب سردار ابوحمزہ نے دیکھا کہ اس کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے تو وہ شدید غیظ و غضب کے عالم میں اپنی بیوی کے گھر سے نکل گیا اور ایک الگ گھر میں رہنے لگا۔ ایک سال کے بعد وہ بیوی کے خیمے کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی بیٹی کو یہ اشعار گنگنا کر لوری دے رہی تھی ۔

مَا لِأَبِي حَمْزَةَ لَا يَأْتِينَا
يَظَلُّ بِالْبَيْتِ الَّذِي يَلِينَا
غَضْبَانُ أَلَّا نَلِدَ الْبَنِينَا
لَيْسَ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا مَاشِينَا
وَإِنَّمَا نَأْخُذُ مَا أُعْطِينَا
وَنَحْنُ كَالْأَرْضِ لِزَارِعِينَا
نُنْبِتُ مَا قَدْ زَرَعُوهُ فِينَا

''ابوحمزہ کو کیا ہوا کہ وہ ہمارے پاس نہیں آتا۔ وہ ہمارے پاس والے گھر میں رہنے لگا

ہے۔ہم سے ناراض ہے کہ ہم بیٹے کیوں نہیں پیدا کرتیں، حالانکہ جو چیز باعث عار بنی ہوئی ہے، وہ ہمارے اختیار ہی میں نہیں۔ہم تو وہی چیز لے لیتی ہیں جو ہمیں عطا کی جاتی ہے اور ہم تو کسانوں کے لیے زمین کی طرح ہیں، وہ جو بیج بوتے ہیں ہم وہی اگا دیتی ہیں۔''

سردار ابوحمزہ پر یہ المناک اور پُر سوز شعر سنتے ہی شفقتِ پدری غالب آ گئی اور وہ گھر میں داخل ہو گیا۔اس نے اپنی بیوی کے سر کو بوسہ دیا اور بچی کو بھی خوب پیار کیا اور ناراضی ختم کر کے ان کے ساتھ خوش وخرم رہنے لگا۔ اس طرح ان مختصر اور پُر تاثیر کلمات کی بدولت ان دو (بچھڑے ہوئے) میاں بیوی کے آشیانے میں محبت اور مسرت کا سورج دوبارہ چمکنے لگا۔

تم اس بات پر یقیناً قادر ہو کہ جب بھی تمھارا خاوند کے ساتھ جھگڑا ہو،تم اسے فوراً ختم کر دو جبکہ تم یہ بھی اچھی طرح جانتی ہو کہ تمھاری شخصیت میں اپنے خاوند کو خوش کرنے کی بھرپور صلاحیت موجود ہے۔

میری پیاری اسلامی بہن! جب تم اپنے خاوند کی ہر بات مانو گی اور اس کے ہر حکم کو بجا لاؤ گی تو تم بھی اپنے خاوند سے اپنی ہر آرزو پوری کرانے پر قادر ہو جاؤ گی۔تم سوچتی ہو کہ تمھارا خاوند تمھیں خوش وخرم رکھے اور تمھاری زندگی کو خوشیوں سے مالا مال کر دے،تمھاری یہ خواہش بے جا نہیں مگر تم اپنے اس مقصد میں کیسے کامیاب ہو سکتی ہو جبکہ تمھیں اپنے شوہر کا دل موہ لینے اور اس کی پسند پر غالب آنے کا فن بھی نہیں آتا!

میری مومنہ بہن! نبیِ کریم ﷺ نے عورتوں کے لیے چند ایسے اعلیٰ اوصاف بیان فرمائے ہیں جن کے ساتھ وہ جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو سکتی ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا ، وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَصَّنَتْ فَرْجَهَا ، وَأَطَاعَتْ بَعْلَهَا ، دَخَلَتْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ»

''جب عورت پانچ نمازیں (باقاعدگی سے) ادا کرلے اور رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرماں برداری کرے تو وہ (قیامت کے روز) جنت کے جس دروازے سے چاہے گی، داخل ہو جائے گی۔''[1]

لہٰذا خاوند کی اطاعت ان اسباب میں سے ایک سبب ہے جو تمھیں جنت میں داخل کرا دیں گے۔

- بے شک بہترین عورت وہ ہے جو اپنے خاوند کو یہ احساس دلا دے کہ وہ اس کے نزدیک بہت عظیم ہے اور اسے اپنے خاوند کی اسی طرح ضرورت ہے جیسے (زندہ رہنے کے لیے) اسے کھانے اور پینے کی ضرورت ہوتی ہے۔
- بلاشبہ افضل عورت وہ ہے جو اپنے خاوند کے حقوق کی پاسداری کرے اور اسے اس کے لیے کسی تنبیہ اور وضاحت کی ضرورت پیش نہ آئے۔
- بہترین عورت بخوبی جانتی ہے کہ اس کے خاوند سے بھی غلطی سرزد ہو سکتی ہے کیونکہ وہ غلطیوں سے معصوم نہیں ہے لیکن وہ اپنی ذہانت اور ہوشیاری سے اپنے خاوند کو سنبھال لیتی ہے اور اپنے گھر میں پیدا ہونے والی مشکلات کا حل نکال لیتی ہے۔
- اچھی بیوی کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ خاوند سے ہونے والی غلطی کی اصلاح کے لیے مناسب وقت اور مؤثر طریقہ اپناتی ہے۔
- بہترین بیوی کشادہ دل ہوتی ہے، لہٰذا وہ خاوند کی بے شمار خامیوں اور عیوب کو نظر انداز کر دیتی ہے جب تک معاملے کی نوعیت شدید ناگواری، پریشانی اور خوف تک نہ پہنچ جائے۔
- اچھی بیوی کی یہ خوبی ہے کہ وہ جانتی ہے کہ اس کے خاوند نے اس سے محبت کی وجہ سے

[1] مسند أحمد: 191/1، وصحیح ابن حبان: 471/9، حدیث: 4163 واللفظ له.

شادی کی ہے، اس لیے وہ یہ بات کبھی نہیں بھولتی کہ اس کے خاوند نے اس سے شادی اس شعور و احساس کے تحت کی ہے کہ اسے بیوی کی شدید ضرورت ہے اگرچہ بعض اوقات ان کے درمیان اختلاف رائے اور لڑائی جھگڑا بھی ہو جائے۔

- بہترین عورت اپنے خاوند کے پسندیدہ اُمور پورے کرنے کے لیے بھرپور کوشش کرتی ہے اگرچہ ان میں سے کچھ اسے ناپسند بھی ہوں مگر وہ خاوند سے اپنے پیار کے اظہار کے لیے اس کے سارے احکام پورے کرتی ہے۔
- اچھی بیوی میں یہ خوبی بھی ہوتی ہے کہ وہ ہر لڑائی اور اختلاف کے بعد اپنا محاسبہ کرتی ہے اور اپنے آپ سے سوال کرتی ہے: میرے خاوند نے جو کچھ کہا اور جو کچھ کیا، آخر اس کی وجہ کیا تھی؟ اور میں نے کیا کوتاہی کی تھی کہ معاملہ اس قدر بگڑ گیا؟ اس طرح وہ کسی دوسرے کے بتانے سے پہلے ہی اپنے عیوب اور غلطیوں کا کھوج لگانے کی کوشش کرتی ہے۔ اس خود احتسابی کے بعد وہ پھر اپنے آپ سے سوال کرتی ہے: کیا اس وقت خاوند سے تکرار کرنے کے بجائے خاموش رہنا مناسب نہیں تھا؟ کیا اس سے ٹھنڈے لہجے میں بات کرنا زیادہ موزوں نہیں تھا؟

اس اسلوب کے ساتھ ''بہترین عورت'' اپنے شوہر کے ساتھ یوں پیش آتی ہے گویا کہ وہ کسی حالت میں بھی اس سے بے نیاز اور بے پروا نہیں ہے۔

میری پیاری اسلامی بہن! اب میں تمھیں ایک اہم واقعہ سناتا ہوں جس میں تمھارے لیے بہت سے قیمتی سبق چمک رہے ہیں۔ میری عزیز بہن! تم ان باتوں کو ہمیشہ کے لیے اپنا دستور العمل بنالو۔

''جب اسماء بن خارجہ نے اپنی بیٹی کی شادی کی تو شب عروسی اس کے پاس گیا اور کہنے لگا: پیاری بیٹی! اگرچہ تمھیں ازدواجی آداب سکھانے کا حق عورتوں ہی کو زیادہ ہے (مگر ان کی غیر

موجودگی میں اب مجھے ہی یہ فرض ادا کرنا پڑ رہا ہے کیونکہ) تمھیں آداب سکھانا نہایت ضروری ہے۔ پیاری بیٹی! اپنے خاوند کی لونڈی اور خادمہ بن کر رہنا، اس طرح وہ تمھارا غلام اور خادم بن جائے گا۔ اس سے اتنی قریب نہ ہونا کہ وہ تم سے اکتا جائے یا تم اس سے اکتا جاؤ اور اس سے اتنی دور بھی نہ رہنا کہ تم اس کے لیے بوجھ بن جاؤ اور اس کے ساتھ یوں رہنا جیسے میں نے تمھاری ماں سے کہا تھا:

خُذِي الْعَفْوَ مِنِّي تَسْتَدِيمِي مَوَدَّتِي
وَلَا تَنْطِقِي فِي سَوْرَتِي حِينَ أَغْضَبُ
وَلَا تَنْقُرِينِي نَقْرَةَ الدُّفِّ مَرَّةً
فَإِنَّكِ لَا تَدْرِينَ كَيْفَ الْمُغَيَّبُ
فَإِنِّي رَأَيْتُ الْحُبَّ فِي الْقَلْبِ وَالْأَذٰى
إِذَا اجْتَمَعَا لَمْ يَلْبَثِ الْحُبُّ يَذْهَبُ

"میری غلطیوں پر مجھے معاف کرتی رہنا، تمھیں میری دائمی محبت ملے گی اور جب میں جوشِ غضب سے جل رہا ہوں تو میرے ساتھ تکرار نہ کرنا۔ مجھے کبھی ڈھول کی تھاپ کی طرح چوٹ نہ لگانا کیونکہ تمھیں نہیں معلوم کہ خاوند کی جدائی کیسی ظالم چیز ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ جب دل میں محبت اور نفرت اکٹھی ہو جائیں تو محبت جلد ختم ہو جاتی ہے۔"[1]

اسی طرح ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ خاوند سے غلطی ہو جاتی ہے اور بات طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔ اس حالت میں اگر بیوی صبر و ثبات کا مظاہرہ کرے، اپنی ناپسندیدگی، نفرت اور بغض و کینے کا اظہار نہ کرے تو خاوند بہت جلد نادم ہو جائے گا اور اپنی غلطی محسوس کر لے گا۔

[1] بهجة المجالس: 56/3، و محاضرات الأدباء: 33/2.

اب درج ذیل واقعہ پڑھ کر ایک اور نصیحت پر غور کیجیے:

''جس لمحے عبداللہ بن عجلان کے دل پر شیطان غالب آ گیا اور غیظ وغضب اس کی عقل کو کھا گیا تو اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی لیکن جب اس کی بیوی نے اس کے غیظ وغضب کا جواب خاموشی اور پرسکون وقار کے ساتھ دیا اور اس کے ساتھ لڑائی جھگڑے سے گریز کیا تو اسے اپنی لغزش کا احساس ہوگیا۔ وہ اپنی بیوی سے بڑی محبت کرتا تھا، لہٰذا اپنے اس فعل پر سخت نادم اور نہایت غمگین ہوا۔ اپنے صدمے کے اظہار کے لیے اس نے کچھ شعر کہے، ہم ان میں سے صرف دو اشعار درج کرتے ہیں:

فَارَقْتُ هِنْدًا طَائِعًا   فَنَدِمْتُ عِنْدَ فِرَاقِهَا
فَالْعَيْنُ تَذْرِي دَمْعَةً   كَالدُّرِّ مِنْ آمَاقِهَا

''میں نے (شیطان کی) فرماں برداری کرتے ہوئے ہند کو طلاق دے دی، پھر میں اس کی جدائی پر بہت نادم ہوا۔ (اور اب) آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہے، گویا آنکھ کے گوشوں سے موتی گر رہے ہیں۔''

ہم نے کتنے ہی ایسے شوہر دیکھے ہیں جو جوشِ غضب میں یا کسی نئی محبت کی تلاش میں طلاق دے بیٹھتے ہیں اور اپنی بیوی سے پیمان وفا توڑ دیتے ہیں، حالانکہ اسلام کی نظر میں ان کا یہ فعل ہرگز قابل قدر نہیں ہے بلکہ یہ تو اخلاق ومروت کے بھی خلاف ہے۔

یہ عورت کی ذمے داری ہے کہ وہ گھر میں پیدا ہونے والی ہر مشکل کا حل حکمت ودانائی سے نکالے تاکہ اس کا گھر آباد رہے، برباد نہ ہونے پائے۔

میرا خیال ہے کہ ازدواجی زندگی خوشگوار بنانے کا سلیقہ اور گھروں کو آباد رکھنے کا صحیح طریقہ بالکل واضح ہوگیا ہے۔ لیجیے! اب بہترین عورتوں کے دیگر اوصاف وخصائل کا مطالعہ کیجیے۔

خاوند کی عدم موجودگی میں عفت وعصمت کی حفاظت

مسلمان عورت کا اپنے خاوند پر یہ حق ہے کہ وہ اسے بددیانت نہ سمجھے اور اس کی خامیوں اور لغزشوں کی ٹوہ میں نہ رہے۔ اس کے برعکس خاوند کا بیوی پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عدم موجودگی میں اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کرے۔

میری پیاری اسلامی بہن! اسلام تمھیں خاوند کی عدم موجودگی میں گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دیتا۔ جب تک خاوند گھر سے باہر قدم رکھنے کی اجازت نہ دے، گھر سے ہرگز نہ نکلو۔ جب تم اس کی رضامندی کے بغیر گھر سے نکلو گی اور اسے اپنی عدم موجودگی کی بنا پر اس کا علم نہیں ہوگا تو تم گناہوں میں مبتلا ہونے اور اپنی عفت وعصمت کو بغیر شعور واحساس ضائع کرنے کی کوشش کرو گی۔ اگر خاوند تمھیں اپنی عدم موجودگی میں گھر سے باہر جانے کی اجازت دے دے تو تمھیں اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا بھرپور احساس رکھنا چاہیے۔ یہ احساس بے حد ضروری ہے حتی کہ تم اپنے گھر لوٹ آؤ۔

بلاشبہ ''بہترین عورت'' ہر وقت یہ خیال رکھتی ہے کہ جس قدر وہ اپنی عزت وناموس کی حفاظت کرے گی، اسی قدر اسے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوگی اور اس کا خاوند اس کا ادب و احترام کرے گا اور اس کی فضیلت کا معترف ہوگا۔ اس کے برعکس ایسی عاشق مزاج آوارہ عورت جو گھر سے نکل کر، خاوند کی بے خبری میں، اپنی شرم وحیا اور عزت تار تار کر دیتی ہے، وہ اپنے رب کو کیا جواب دے گی جس نے اس کا ہر ہر عمل لکھ رکھا ہے اور اس کے ہر فعل کی ہر آن نگرانی کر رہا ہے۔ وہ جو جملہ بھی بولتی ہے، اسے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے اور قیامت کے

دن اسے نشر کر دیا جائے گا۔

عفت وعصمت کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے خاوند کی غیر موجودگی میں کسی بھی اجنبی کو اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دو۔ جناب تمیم بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے گھر کسی کام سے آئے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھر میں موجود نہ پایا تو واپس چلے گئے۔ دوبارہ آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر بھی موجود نہ تھے، لہٰذا واپس تشریف لے گئے، اس طرح انھوں نے دو یا تین پھیرے لگائے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انھوں نے کہا: جب تمھیں کام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تھا تو تم میرے گھر کیوں نہیں گئے؟ یعنی تم اپنی ضرورت کی چیز فاطمہ رضی اللہ عنہا سے طلب کر لیتے۔ اس پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں عورتوں کے پاس ان کے خاوندوں کی اجازت کے بغیر جانے سے منع کیا گیا ہے۔

یہ اس مبارک عہد کی بات ہے جب مرد حضرات غیر عورتوں کے پاس ان کے خاوندوں کی عدم موجودگی میں جانے سے حیا کرتے تھے۔ عہد حاضر میں جو حالات ہیں، وہ سب کو معلوم ہیں۔ آج اجنبی مرد دوسروں کے گھروں میں خاوندوں کی غیر موجودگی میں بڑی رغبت سے جاتے ہیں۔ اس طرز عمل کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دلوں سے حیا اور اللہ تعالیٰ کا خوف ختم ہو گیا ہے۔

پیاری اسلامی بہن! تم ''بہترین عورت'' بن جاؤ اور خاوند کی عدم موجودگی میں اس کے حق کی اسی طرح حفاظت کرو جس طرح اس کی موجودگی میں کرتی ہو۔ اس کا مال غلط طریقے سے استعمال نہ کرو جس کا اس نے تمھیں امین بنایا ہے۔ اس امانت میں خیانت نہ کرو ورنہ تمھیں حسرت وندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

میری پیاری اسلامی بہن! اگر تمھیں دیکھ کر تمھارے خاوند کو فرحت وسرور حاصل ہوتا ہے

اور جب وہ تمھیں کوئی حکم دیتا ہے تو تم اس کی اطاعت کرتی ہو اور اگر تم اس کی موجودگی اور عدم موجودگی میں اس کے حق کی حفاظت کرتی ہو تو تم یقیناً مثالی اور معزز خواتین کے عالی مرتبے کے قریب پہنچ گئی ہو۔ یقیناً بہترین عورتوں کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک دن قاضی شریح امام شعبی رحمہ اللہ کو ملے تو امام شعبی رحمہ اللہ نے ان سے ان کے گھریلو حالات دریافت کیے۔ قاضی شریح کہنے لگے: میں نے گزشتہ بیس (20) برسوں میں اپنے گھر والوں میں ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی جو مجھے غصہ دلائے اور ناراض کر دے۔

امام شعبی رحمہ اللہ نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا: یہ کیسے ممکن ہے؟

قاضی شریح نے تفصیل بتائی اور کہا: جب میں پہلی رات اپنی بیوی کے پاس گیا تو اس کا مسحور کن حسن دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ میں نے دل میں سوچا: مجھے وضو کر کے اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کے شکر کے لیے دو رکعت نفل پڑھنے چاہئیں۔ چنانچہ میں نے نفل پڑھے اور جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ میری بیوی بھی میرے ساتھ ہی نفل پڑھ رہی تھی۔ اس نے بھی میرے ساتھ ہی سلام پھیرا۔ جب میرے گھر سے عزیز و اقارب اور دوست احباب رخصت ہو گئے تو میں اس کے پاس گیا اور اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ وہ بولی: ابوامیہ! ذرا ٹھہریے! پھر وہ کہنے لگی: سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، میں اسی کی تعریف بیان کرتی ہوں اور اسی سے مدد مانگتی ہوں اور محمد ﷺ اور آپ کی آل پر درود بھیجتی ہوں۔ میں ایک اجنبی ہوں، مجھے آپ کے اخلاق کا علم نہیں ہے۔ آپ اپنی پسند اور ناپسند کی باتیں بتا دیجیے تاکہ میں آپ کی پسندیدہ باتوں پر عمل کر سکوں اور ناپسندیدہ باتوں سے گریز کروں۔ بلاشبہ آپ کی قوم میں آپ کے لیے رشتے بہت تھے اور میری قوم میں بھی میرے ہم پلہ نوجوان موجود تھے لیکن اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو وہ ہو کر رہتا ہے۔ یہ اللہ ہی کا امر ہے کہ ہماری شادی ہو گئی ہے۔ اب آپ اللہ کے حکم کے مطابق یا تو مجھے عمدہ طریقے سے بسا لیں یا احسان کرتے ہوئے آزاد کر دیں۔ میں

انھی الفاظ پر اپنی بات ختم کرتی ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اور آپ کے گناہوں کی بخشش کی طلب گار ہوں۔

قاضی شریح کہتے ہیں: اے شعبی! اللہ کی قسم! میری دلھن نے اس موقع پر مجھے بھی تقریر پر مجبور کر دیا۔ میں نے کہا: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ میں اسی کی حمد بیان کرتا ہوں اور اسی سے مدد و نصرت کا طلب گار ہوں اور میں نبی مکرم ﷺ اور آپ کی آل پر درود و سلام بھیجتا ہوں۔ بے شک تم نے بڑی دانشمندانہ باتیں کی ہیں۔ ان پر ثابت قدم رہو گی تو تمھیں ان کے مطابق بڑا اچھا صلہ ملے گا اور اگر تم نے ان کی خلاف ورزی کی تو یہی باتیں تمھارے خلاف حجت و دلیل بن جائیں گی۔ مجھے یہ یہ باتیں پسند ہیں اور فلاں فلاں کام ناپسند ہیں۔ تم میری جو اچھی بات دیکھو، اسے آگے بیان کر سکتی ہو اور جو خامی دیکھو، اسے پوشیدہ ہی رکھنا۔

اس نے پوچھا: آپ میرے میکے والوں کے ساتھ میل ملاپ کس حد تک پسند کریں گے؟

میں نے کہا: مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے سسرالی رشتہ دار (اپنی بکثرت آمد و رفت سے) مجھے اکتا دیں۔

اس نے دریافت کیا: آپ کن پڑوسیوں کو گھر میں آنے کی اجازت دینا پسند کرتے ہیں تاکہ میں انھیں آنے کی اجازت دوں اور کن کا داخلہ آپ ناپسند کرتے ہیں تاکہ میں بھی ان سے خبردار رہوں اور گھر میں داخل ہونے کی ممانعت کر دوں؟

میں نے کہا: فلاں لوگ بڑے نیک اور صالح ہیں۔ (انھیں اجازت دے دینا) اور فلاں فلاں اچھے لوگ نہیں ہیں (انھیں منع کر دینا۔)

جناب شریح کہتے ہیں: میں نے اس کے ساتھ ارمانوں بھری رات گزاری، پھر اس کی رفاقت میں ایک سال بیت گیا، اس دوران میں مجھے اس کی کوئی ناپسندیدہ بات نظر نہیں آئی۔ ایک دن میں عدالت سے واپس آیا تو میں نے اپنی ساس کو گھر میں موجود پایا۔ ساس نے مجھ

سے پوچھا: تم نے اپنی بیوی کو کیسا پایا؟

میں نے کہا: میری بیوی بہت اچھی ہے۔

اس نے کہا: اللہ کی قسم! مرد اپنے گھر میں نازنخرے والی بیوی سے بڑھ کر کوئی بُری چیز نہیں لاتے، اس لیے بوقت ضرورت اسے ادب سکھانا اور اس کے اخلاق درست رکھنے کے لیے اس کی تہذیبی تربیت ضرور کرنا۔

شریح کہتے ہیں: میری یہ بیوی بیس سال میرے ساتھ رہی اور اُسے کسی معاملے میں مجھے سزا دینے یا ڈانٹنے کی ضرورت پیش نہیں آئی، سوائے ایک مرتبہ کے اور درحقیقت اس میں بھی میں ہی قصوروار تھا۔

یقیناً! مثالی خواتین کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔

جناب اعمش نے ایک حسین وجمیل نوجوان عورت سے شادی کی جبکہ وہ خود خوش شکل نہ تھے۔ انھوں نے ایک دن اُسے ازراہ خوش طبعی کہا: ان شاء اللہ میں اور تم جنت میں جائیں گے۔

اس نے پوچھا: آپ کو اس کا علم کیسے ہوا؟ کہنے لگے: میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے تم جیسی حسین وجمیل بیوی عطا کی ہے۔ تم میری بدصورتی پر صبر کرتی ہو، لہٰذا شاکر اور صابر افراد جنت میں جائیں گے۔

جناب ابن قریہ کے نزدیک افضل عورت کی صفات: حجاج نے ابن قریہ سے کہا: شادی کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے جواب دیا: میں نے دنیا میں سب سے زیادہ خوش نصیب شخص، سب سے زیادہ خوش وخرم، سب سے پاکیزہ اور عمدہ زندگی گزارنے والا، دیرپا مسرتوں والا، خوش حال اور بھرپور جوانی سے لطف اندوز ہونے والا، وہ شخص دیکھا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمان، امانت دار، عفت وعصمت والی، حسین وجمیل، نرم دل ونرم خو، صفائی پسند اور اطاعت گزار بیوی عطا کی ہو۔ خاوند کوئی امانت اس کے حوالے کرے تو وہ اسے

امانت دار پائے۔ اس پر تنگ دستی کے دن آئیں تو اسے قناعت پسند پائے۔ وہ اس کے پاس موجود نہ ہوتو اُسے اپنی عزت وناموس کی حفاظت کرنے والی پائے۔ اس کا خاوند ہمیشہ خوش حال اور آسودہ نظر آئے۔ اس کا ہمسایہ سلامتی کے ساتھ رہ رہا ہو۔ اس کا غلام امن وامان میں ہو۔ اس کی اولاد صاف ستھری دکھائی دے۔ جس کے حلم وبردباری نے اس کی ترش روئی کو چھپا دیا ہو۔ اس کے دین نے اس کی عقل ودانش کو زینت بخشی ہوتو یہ عورت ایک مہکتے ہوئے گلدستے اور ثمر بار کھجور کے درخت کی طرح ہے، اس شخص کے لیے جو اس کی مہک سے لطف اندوز اور اس کے پھل سے لذت آشنا ہو۔ یہ عورت اس موتی کی طرح ہے جس میں ابھی سوراخ نہ کیا گیا ہو اور اس کا اصلی حسن وجمال باقی ہو۔ یہ عورت اس مشک کی طرح ہے جس کی مہک کو چھیڑا نہ گیا ہو۔ رات کو تہجد گزار، دن کو روزے دار، ہمیشہ ہنستی مسکراتی نظر آنے والی، خوش حالی دیکھے تو اللہ کا شکر بجالائے اور تنگ دستی میں مبتلا ہوتو صبر کرے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ ایسی بیوی عطا کردے، وہ دنیا وآخرت میں کامیاب وکامران ہوگیا۔[1]

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نزدیک بہترین عورت کی خوبیاں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (مثالی عورت کی خوبیاں یہ ہیں کہ) مسلمان ہو، عقل مند، شرم وحیا کی پیکر، سنجیدہ اور باوقار، نرم خو، زیادہ محبت کرنے والی، زیادہ بچے پیدا کرنے والی، مصائب وآفات میں خاوند کی مددگار اور خاوند کو مشکلات کے حوالے نہ کرنے والی ہو۔ لیکن ایسی عورتیں بہت کم ہیں۔[2]

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے نزدیک افضل عورت کے اوصاف: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بہترین عورت وہ ہے جس کی مہک خوش گوار ہو، کھانا پاکیزہ ہو، (پیسہ) خرچ کرے تو

---

① المحاسن والأضداد للجاحظ، ص: 144,143.

② بهجة المجالس لابن عبدربه: 31/3.

میانہ روی اختیار کرے، سنبھال کر رکھے تو بھی اعتدال اور میانہ روی کو ہاتھ سے نہ جانے دے، ایسی عورت اللہ کے کارکنوں میں سے ہے اور اللہ کا کارکن کبھی ذلیل، رسوا اور نامراد نہیں ہوتا۔[1]

ایک اعرابی کے نزدیک بہترین عورت کے خصائل: ایک اعرابی سے بہترین عورتوں کے اوصاف پوچھے گئے تو اس نے کہا: عورتوں میں افضل عورت وہ ہے کہ جب کھڑی ہو تو سب سے لمبی ہو، بیٹھے تو سب سے عظیم اور پروقار دکھائی دے، بات کرے تو سب سے سچی ہو۔ غصہ آئے تو حلیم و بردبار بن جائے، ہنسی آئے تو خوبصورت مسکراہٹ بکھیر دے، کوئی چیز پکائے تو غرباء میں بانٹے۔ جو اپنے خاوند کی اطاعت شعار ہو، اپنے گھر میں ٹھہری رہے، اپنی قوم میں معزز و محترم ہو، اپنی ذات میں عاجز و حقیر ہو، زیادہ محبت کرنے والی، زیادہ بچے جننے والی ہو اور اس کا ہر کام لائق تعریف ہو۔[2]

میری اسلامی بہن! ''بہترین عورت'' کی خوبیاں سیکھو اور ان صفات پر غور و فکر کرو جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہیں، قرآن تمھارے لیے ابدی ہدایت، زندگی کا دستور، نور مبین اور فرقان حمید ہے۔ مزید برآں نبی اکرم ﷺ کے ارشادات، سلف صالحین، صحابۂ کرام اور تابعین عظام کے فرامین کی روشنی میں بہترین عورت کے اوصاف پر غور کیجیے۔

پھر اپنا جائزہ لو اور اپنے دل سے پوچھو: کیا میرے اندر یہ خوبی موجود ہے؟ کیا میں نے یہ وصف اپنایا ہے؟ تم ان صفات کو اختیار کیے ہوئے ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرو کہ اس نے تمھیں توفیق عطا فرمائی اور اگر تم ان صفات سے محروم ہو تو یہ تمھارے لیے نصیحت ہے اور نصیحت مومنات کو نفع دیتی ہے۔

---

① بهجة المجالس لابن عبدربه : 33/3.

② العقد الفريد لابن عبدربه : 82/6.

بہترین عورت کی صفات

بہترین عورت کی صفات اور خوبیاں یہ ہیں:

① وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرتی ہے۔

② عبادت گزار اور اپنے رب کی فرماں بردار ہوتی ہے۔

③ خوش حالی میں شکر گزار ہوتی ہے۔

④ مصیبت کے وقت صبر کرتی اور اپنے رب کے فیصلے پر راضی رہتی ہے۔

⑤ نرم دل، عاجزی اور انکسار کرنے والی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنے والی عورت

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور خوف کھانے میں جہنم کا ڈر، جبار کے خوف سے گریہ وزاری اور قہار کے حقوق میں کوتاہی پر ندامت کا اظہار شامل ہے۔ یہی وہ قابل ستائش خوف ہے جو انسان کو اس کی محبوب چیز، یعنی جنت کے حصول میں کامیابی اور جہنم سے نجات دلاتا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ کا ڈر'' ان مومن عورتوں کی صفت ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کا ذکر سن کر نرم ہو جاتے ہیں اور جو اپنے عیوب اور گناہ یاد کر کے رونے لگتی ہیں۔

میری پیاری اسلامی بہن! آج مسلمان عورتوں کا یہ حال ہوگیا ہے کہ جب وہ موت کا تذکرہ یا جنت اور جہنم کا ذکر سنتی ہیں تو نہ کوئی غور وفکر کرتی ہیں، نہ گناہوں سے باز آتی ہیں اور نہ کوئی نصیحت پکڑتی ہیں بلکہ ''جنت اور جہنم'' دو ایسے الفاظ ہیں جن کی طرف وہ دھیان دینا بھی گوارا نہیں کرتیں۔ ان کی یہ حالت اس لیے ہے کہ ان کے دلوں سے خوف الٰہی ختم ہو چکا ہے۔ دنیا کا حصول ان کا اولین مقصد بن گیا ہے اور یہی ان کا مبلغ علم ہے۔ وہ دنیا کی چکا چوند سے دھوکہ کھا گئی ہیں اور اس کے حصول میں مگن ہو کر ہلاک ہوگئی ہیں۔ دنیا وآخرت میں ناکام ونامراد ہوگئی ہیں اور یہ بہت بڑا خسارہ ہے۔

پہلے زمانے میں مومن عورتیں نہایت متقی، پرہیزگار، نیکیوں پر کاربند، علم کی متلاشی اور اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والی ہوتی تھیں۔ ان کے آنسو خوف الٰہی سے بہتے رہتے اور ان کے قدم طویل نفلی نمازیں پڑھنے اور رحمان کی اطاعت والے اعمال بجا لانے سے سوج جاتے تھے۔ انھوں نے زندگی کے ملنے والے مواقع سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور بہت عظیم کامیابی ان کا

مقدر بن گئی۔ وہ دنیا کی رنگینیوں میں غافل نہیں ہوئیں اور یہ چندروزہ حقیری دنیا انھیں قبر کے جزا وسزا والے طویل عرصے میں، اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونے اور حشر کے دن ننگے پاؤں، ننگے بدن کھڑے ہونے سے غافل کر بھی کیسے سکتی تھی!

میری پیاری مومنہ بہن! انھوں نے بخوبی جان لیا تھا کہ ہر آنے والی چیز قریب ہے، موت اپنی بے ہوشیوں سمیت آنے والی ہے، قبر اپنی ہولناکیوں کے ساتھ بہت قریب ہے، قبروں سے جی اٹھنے کا وقت آنے والا ہے۔ قیامت اپنی تمام ہولناکیوں سمیت برپا ہونے والی ہے۔ اس وقت ہر مسلمان عورت یاد کرے گی کہ کس طرح نجات پانے والیاں اللہ کے خوف کے سبب سے نجات پا گئیں اور ناکام و نامراد ہونے والی خواتین، خوف الٰہی سے غفلت کی وجہ سے خسارے کا شکار ہوگئیں ان کی آنکھوں سے حجاب ہٹا دیا گیا تو انھوں نے اپنے برے اعمال دیکھے جبکہ ہمارا رب ہم سب کو پکار کر کہہ رہا ہے:

﴿لَقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ﴾

”یقیناً تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے (تیری آنکھوں سے) تیرا پردہ ہٹا دیا، چنانچہ آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔“[1]

سلف صالحین میں سے ایک بزرگ یزید رقاشی اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہا کرتے تھے:

اے یزید! تیرا بھلا ہو، موت کے بعد تیری نمازیں کون پڑھے گا؟ مرنے کے بعد تیری طرف سے روزے کون رکھے گا؟ فوت ہو جانے کے بعد تیری طرف سے رب کو کون راضی کرے گا؟ اے لوگو! تم اپنی باقی ماندہ زندگی میں اپنے گناہوں پر روتے کیوں نہیں؟ جس شخص کے پیچھے موت لگی ہو، قبر جس کا گھر ہو، مٹی جس کا بستر ہو، زہریلے کیڑے جس کے ساتھی ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ قیامت کی ہولناکیوں کا منتظر بھی ہو، اس کا حال کیا ہوگا؟ پھر آپ خوب روتے تھے۔

---

[1] قٓ 22:50.

''خوف الٰہی'' بہت بڑی متاع ہے۔ ہر سچے مسلمان کا دل اس کی آرزو کرتا ہے اور اس کے وسیلے سے اپنی اصلاح کرتا ہے۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قرآن وسنت کو تھام لو کیونکہ جو شخص قرآن وسنت کو تھام لیتا ہے اور رحمان کے ذکر پر خوف الٰہی کی وجہ سے اس کے آنسو بہہ نکلتے ہیں، اسے جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی اور جو شخص صراط مستقیم پر چلتا ہے اور ذکر الٰہی کے وقت خوف الٰہی سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس کی مثال اس درخت جیسی ہے جس کے پتے خشک ہو چکے ہوں۔ جب تیز ہوا چلتی ہے تو اس کے سارے پتے جھڑ جاتے ہیں، اس طرح اس شخص کے گناہ اللہ کے خوف کے باعث جھڑ جاتے ہیں۔ [1]

میری پیاری مسلمان بہن! جب جمادات بھی خوف الٰہی سے رو دیتے ہیں تو کیا یہ منظر تمھیں اللہ کے خوف سے رونے کی دعوت نہیں دیتا؟

حضرت ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو نماز کی حالت میں روتے ہوئے دیکھا تو میں نے پوچھا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انھوں نے کہا: کیا تم خشیت الٰہی پر تعجب کر رہے ہو؟ پھر چاند کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اللہ کے خوف سے تو یہ چاند بھی روتا ہے۔ [2]

خوف الٰہی کا بہت بڑا اجر و ثواب ہے، حضرت کعب احبار کے اس ارشاد پر غور کیجیے، وہ فرماتے ہیں: اپنے وزن کے برابر سونا صدقہ وخیرات کرنے کی نسبت مجھے اللہ کے خوف سے اس طرح رونا زیادہ پسند ہے کہ میرے آنسو میرے رخساروں پر بہنے لگیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں کعب کی جان ہے! جو مسلمان اللہ کے خوف سے روتا ہے یہاں تک کہ اس

---

① زوائد الزهد، ص:21، وحلية الأولياء لأبي نعيم :318/1، و الزهد، ص : 196.

② حلية الأولياء لأبي نعيم :145/1.

کے چند آنسو زمین پر گر پڑتے ہیں تو اسے جہنم کی آگ کبھی نہیں چھوئے گی یہاں تک کہ آسمان سے نازل ہونے والی بارش کے قطرے جہاں سے آئے تھے، وہیں لوٹ جائیں اور وہ کبھی بھی نہیں لوٹیں گے۔ ①

میری مسلمان بہن! تیرے دل میں خوف الٰہی کا موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ تیرا دل ایمان کا گہوارہ ہے، اسلام سے معمور ہے اور تقوے سے مزین ہے۔

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے جناب وہیب بن ورد فرماتے ہیں: خوف الٰہی کی مثال اس شخص جیسی ہے جو اپنے گھر میں موجود ہو، جب تک وہ اپنے گھر میں رہتا ہے، اس کا گھر آباد رہتا ہے لیکن جب مالک اپنے گھر سے جدا ہو جاتا ہے اور اسے چھوڑ کر چلا جاتا ہے تو گھر ویران و برباد ہو جاتا ہے۔ یہی مثال اللہ کے خوف کی ہے۔ خوف الٰہی جب تک کسی کے وجود میں باقی رہتا ہے وہ جسم آباد رہتا ہے، اور جب خوف الٰہی جسم سے رخصت ہو جاتا ہے تو جسم خراب ہو جاتا ہے حتی کہ ایسا شخص جب لوگوں کی مجلس کے پاس سے گزرتا ہے تو وہ کہتے ہیں: یہ بہت برا آدمی ہے۔ اس پر اہل مجلس ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں: تم نے اس میں کیا برائی دیکھی ہے؟ تو وہ جواب دیتے ہیں: ہم نے اس میں کوئی برائی تو نہیں دیکھی لیکن ہمیں اس سے نفرت ہے اور ہم اسے پسند نہیں کرتے۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ خوف الٰہی اس کے دل سے نکل چکا ہوتا ہے۔ اور جب کوئی ایسا شخص لوگوں کے پاس سے گزرتا ہے جس کا دل خوف الٰہی سے منور ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں: یہ شخص بہت اچھا ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں: تم نے اس میں کون سی خوبی دیکھی ہے؟ اس پر جواب ملتا ہے کہ ہم نے اس میں کوئی خوبی تو نہیں دیکھی مگر ہمیں اس سے محبت ہے۔ ②

---

① حلية الأولياء لأبي نعيم: 401/5، و إحياء العلوم للغزالي: 160/4.

② التخويف من النار، لابن الحنبلي، ص: 5.

یہ جاننے کے لیے کہ تم اللہ سے ڈرنے والیوں میں سے ہو یا نہیں؟ تمھاری رہنمائی کے لیے چند علامات بیان کی جاتی ہیں:

- اللہ کے خوف کا اظہار تمھاری زبان سے ہوگا۔ تمھاری زبان جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے سے رک جائے گی اور ذکر الٰہی، پاکیزہ، نیک اور نفع مند کلام، قرآن مجید کی تلاوت اور مفید علم کے مذاکرے میں مشغول ہو جائے گی۔
- خوفِ الٰہی تمھارے دل سے بھی عیاں ہو جائے گا۔ کیا تم نے سچے دل سے مسلمان بہنوں کے خلاف دشمنی، بغض، نفرت اور حسد کا جذبہ نکال کر ان کی بھلائی، خیر خواہی اور شفقت و محبت کے جذبات بیدار کر لیے ہیں یا نہیں؟
- اللہ کا خوف تمھاری آنکھوں سے بھی ظاہر ہو جائے گا، یعنی تم حرام چیزوں کی طرف نہیں دیکھو گی۔ دنیا کی رعنائیوں پر للچائی ہوئی نظر ڈالو گی نہ دنیا میں بقا و قیام پسند کرو گی بلکہ تم دنیا کو عبرت پکڑنے اور نصیحت حاصل کرنے کے لیے دیکھو گی اور تمھیں اللہ کی ملاقات کی تڑپ اور جنت کے حصول کا شوق ہوگا۔
- تمھارے قدم یہ حقیقت عیاں کر دیں گے کہ تمھیں اللہ کا خوف ہے یا نہیں، یعنی تم اس جگہ نہیں جاؤ گی جس کی نسبت تمھیں معلوم ہو کہ وہاں اللہ کی نافرمانی کی جاتی ہے اور تم وہاں جا کر گناہ میں ملوث ہو جاؤ گی۔
- تمھارے ہاتھ بھی یہ بات واضح کر دیں گے۔ مطلب یہ کہ تم حرام، خبیث اور گندی چیزیں لینے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھاؤ گی بلکہ اللہ کی اطاعت اور رضا مندی والی چیزوں کی طرف بڑھاؤ گی۔
- نیک اعمال کرنے کے بعد تمھارا ضمیر بھی یہی حقیقت اُجاگر کرے گا۔ کیا تم نے نیک عمل اللہ کی رضا اور اس کے ثواب کے حصول کے لیے کیا ہے یا لوگوں کو دکھانے اور ان سے

واہ واہ کرانے کے لیے؟ کیا تم اپنے اعمال میں ریاکاری اور نفاق سے ڈرتی ہو؟ یا تمھیں یہ اعمال اس لیے مرغوب ہیں کہ ان کی وجہ سے تم نیک کہلاتی ہو اور خود کو بڑی پارسا سمجھنے لگی ہو؟ تم میں اللہ کا خوف ہوگا تو تم یقیناً اعمال حسنہ بہتر سے بہتر طور پر انجام دینے کی کوشش میں لگی رہو گی اور پارسائی کے زعم میں کبھی مبتلا نہیں ہو گی۔

میری پیاری مومنہ بہن! ''مثالی خاتون'' بننے کے لیے تمھیں اپنے رب سے ڈرنا چاہیے۔

خوف الٰہی کے کئی وسیلے ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

- گناہوں سے توبہ کرنے سے پہلے اچانک موت آ جانے کا خوف
- حقوق الٰہی کماحقہ ادا کرنے میں اپنی کمزوری اور ضعف کا خوف کیونکہ حقوق اللہ بہت سے ہیں (اور انسان ناتواں ہے۔)
- دل کی نرمی کا ختم ہو جانا اور اس کے پتھر بن جانے کا خوف
- صراط مستقیم سے ہٹ جانے کا خوف
- اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی کثرت سے غرور و تکبر میں مبتلا ہونے کا خوف
- اللہ کو بھول کر غیر اللہ کی اطاعت میں مشغول ہو جانے کا خوف
- دنیا ہی میں عذاب الٰہی میں گرفتاری کا خوف
- موت کے وقت رسوا ہونے کا خوف
- تیرے پوشیدہ اور مخفی اعمال پر اللہ تعالیٰ کے مطلع ہونے کا خوف جبکہ تم اس سے غافل ہو۔
- برے انجام اور عبرتناک خاتمے کا خوف
- موت کی بے ہوشیوں اور تکالیف کا خوف
- منکر و نکیر کے سوالات کا خوف
- عذاب قبر کا خوف

- قیامت کی ہولنا کیوں کا خوف
- اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کی ہیبت کا خوف
- ہر چھوٹی بڑی، عظیم وحقیر چیز کے بارے میں سوال کا خوف
- پل صراط اور اس کی تیز دھار کا خوف
- جہنم کے شعلوں اور وحشت نا کیوں کا خوف
- نعمتوں سے آراستہ جنت اور ابدی بادشاہی سے محرومی کا خوف
- اللہ رب العزت کے چہرۂ اقدس کی زیارت سے محرومی کا خوف

میری مسلمان بہن! جناب فقیہ سمرقندی رحمہ اللہ کا ارشاد سنیے، وہ فرماتے ہیں: جو شخص نیک کام کرے، اسے چار باتوں سے خوف کھانے کی ضرورت ہے، چہ جائیکہ کوئی شخص برا عمل کرے، اس کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟

پہلی بات: نیک عمل کے قبول نہ ہونے کا خوف کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾

''بلاشبہ اللہ متقیوں سے (اعمال) قبول کرتا ہے۔''[1]

دوسری بات: ریاکاری کا خوف کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾

''حالانکہ انھیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ بندگی کو اللہ کے لیے خالص کر کے، اس کی عبادت کریں۔''[2]

تیسری بات: اعمال کی وصولی اور حفاظت کا خوف، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ﴾

---

① المآئدة 27:5. ② البينة 5:98.

’’جو شخص (وہاں) ایک نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے دس گنا (ثواب) ہوگا۔‘‘[1]

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اعمال کو آخرت کے دن لانے کی شرط لگا دی ہے۔

چوتھی بات: اطاعت و فرماں برداری میں رسوائی کا خوف، اس لیے کہ بندے کو یہ علم نہیں کہ اس نے صحیح اطاعت کی ہے یا نہیں؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا تَوْفِيقِيٓ إِلَّا بِٱللَّهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝ ﴾

’’اور مجھے (اس کی) توفیق ملنا اللہ کی مدد کے سوا ممکن نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسا کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔‘‘[2]

جو شخص نیک اعمال کرتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ سے خوف کھانے کی اسی طرح ضرورت ہوتی ہے تو جو عورت حقوق اللہ ادا کرے نہ سنت نبوی ﷺ کی پروا کرے، اس کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ کیا وہ کامیاب ہو جائے گی؟

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور خشیت الٰہی: حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرا معمول تھا کہ میں صبح سب سے پہلے اپنی خالہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر جا کر انھیں سلام کیا کرتا تھا۔ ایک دن میں ان کے پاس گیا تو وہ نفل پڑھ رہی تھیں۔ قیام میں وہ یہ آیت پڑھ رہی تھیں:

﴿ فَمَنَّ ٱللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَىٰنَا عَذَابَ ٱلسَّمُومِ ۝ ﴾

’’اللہ نے ہم پر احسان کیا اور اس نے ہمیں (جھلسا دینے والی) لو کے عذاب سے بچا لیا۔‘‘[3]

وہ یہ آیت بار بار پڑھتی تھیں اور دعا کر کے رو رہی تھیں۔ میں ان کے انتظار میں ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا حتی کہ میں کھڑے کھڑے تھک گیا اور اپنے کسی کام سے بازار چلا گیا۔ جب میں دوبارہ واپس آیا تو وہ اسی حالت میں کھڑی نماز پڑھ رہی تھیں اور رو رو کر دعا مانگ

---

[1] الأنعام 160:6. [2] هود 88:11. [3] الطور 27:52.

رہی تھیں۔[1]

میری مسلمان بہن ! ذرا ام المومنین کے خشوع وخضوع پر غور کیجیے، کیا ان کا اس قدر خشوع وخضوع اور اللہ کے حضور گریہ وزاری تمھیں تمھاری کوتاہیوں پر شرمندہ نہیں کرتی؟ کیا تمھیں حقوق اللہ کے ضیاع پر ندامت نہیں ہوتی؟ کیا ام المومنین کی یہ کیفیت وحالت تمھیں خشوع وخضوع سے نماز پڑھنے کی ترغیب نہیں دلاتی؟ ام المومنین کی خشیت الٰہی پر غور کیجیے۔ وہ دنیا اور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ اس کے باوجود وہ کس قدر عبادت گزار اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کس قدر رونے والی تھیں۔

ان کی تلاوت قرآن اور نماز کی حالت پر غور کیجیے، وہ کس قدر خشوع وخضوع کے ساتھ قرآنی آیات میں غوروفکر کرتی تھیں اور اللہ کے کلام سے کس قدر متاثر ہوتی تھیں یہاں تک کہ وہ ایک ہی آیت کو طویل وقت تک بار بار پڑھتی رہتی تھیں۔

اسلاف میں سے چند عبادت گزار عورتیں اور خشیت الٰہی: جناب سعید ازرق باہلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں رات کے وقت طواف میں داخل ہوا تو میں نے اچانک طواف کے دوران حطیم میں ایک عورت کو بیت اللہ سے چمٹے ہوئے دیکھا، اس کی ہچکی بندھ چکی تھی، میں اس کے قریب ہوا تو وہ کہہ رہی تھی: اے وہ ذات! جسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، وہم وگمان بھی اس کے تصور سے عاجز ہیں، حادثات اسے متغیر نہیں کر سکتے اور نہ ہی بیان کرنے والے اس کی صفات بیان کر سکتے ہیں، اے پہاڑوں کے وزن کو جاننے والے! سمندر کے اطراف واکناف کے واقف، بارش کے قطروں کی تعداد کے شناسا، درختوں کے پتوں، رات کے اندھیروں کے پردوں کی تعداد اور دن کی کرنوں کے بھیدی، تجھ سے آسمان وزمین کا کوئی نام پوشیدہ نہیں۔ پہاڑوں میں کوئی چیز مخفی ہے نہ سمندر کی تہوں میں کوئی چیز تجھ سے چھپی ہوئی ہے۔ میں تجھ سے

---

[1] السمط الثمین، ص: 90.

سوال کرتی ہوں کہ میری بہترین عمر میری آخری عمر کو بنا دے، میرا بہترین عمل میرا آخری عمل بنا دے، میرا بہترین دن اپنی ملاقات کا دن بنا دے، میرا سب سے اچھا لمحہ وہ بنا دے جس میں میں زندوں کو دارفانی سے الوداع کہہ کر دارالبقا کی طرف روانہ ہوں گی، وہ جہاں جس میں تو اپنے محبوبوں کو عزت و احترام سے نوازے گا اور اپنے دشمنوں کو رسوا کرے گا۔ اے میرے پروردگار، اے جلال اور عزت کے مالک! میں تجھ سے تیرے فضل و کرم اور مہربانی سے، دنیا اور آخرت کی جامع بھلائی کا سوال کرتی ہوں، پھر وہ رونا شروع کر دیتیں۔ ①

جناب سوید بن عمرو کلبی روایت کرتے ہیں کہ ایک عابدہ خاتون خوشحال تھیں، رات کو بہت کم سوتی تھیں۔ انھیں ملامت کی گئی (کہ آخر تمھیں کیا مصیبت پڑی ہے کہ ساری ساری رات جاگتی رہو) تو انھوں نے کہا: مومنوں کے لیے موت اور قبروں کی طویل نیند کافی ہے۔ ②

جناب حکم بن سنان باہلی کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت معاذہ عدویہ رحمہا اللہ کی خادمہ نے بیان کیا کہ وہ ساری رات نماز پڑھتی تھیں۔ جب ان پر نیند کا غلبہ ہونے لگتا تو وہ گھر میں چکر لگا لیتیں اور کہا کرتی تھیں: اے میرے نفس! نیند کا زمانہ آگے ہے، تم نے آگے کچھ اچھے اعمال بھیجے تو تمھیں قبر میں فرحت و سرور کے ساتھ بڑی طویل نیند میسر ہوگی ورنہ حسرت و یاس کا سامنا کرنا پڑے گا۔

وہ فرماتی تھیں: مجھے اس آنکھ کے سونے پر تعجب ہوتا ہے جسے یہ معلوم ہے کہ اسے قبر کی تاریکیوں میں دیر تک سونا ہے۔ ③

حضرت عفیرہ عابدہ رحمہا اللہ فرماتی ہیں: بعض اوقات میں سونا چاہتی ہوں مگر سو نہیں سکتی۔ بھلا وہ شخص سو بھی کیسے سکتا ہے جس کے اعمال لکھنے والے دونوں فرشتے دن رات جاگ رہے ہوں۔ ④

جناب خالد بن وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میری ایک لونڈی بڑی عبادت گزار تھی۔ ایک دن

---

① صفة الصفوة: 416/4. ② صفة الصفوة: 194/3.

③ صفة الصفوة: 22/4. ④ صفة الصفوة: 33/4.

میں اس کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے بندوں پر نرمی اور رحمت فرماتا ہے اور تھوڑے اعمال پر کس طرح راضی ہو جاتا ہے۔ یہ سن کر وہ بلبلا کر رونے لگی، پھر کہنے لگی: مجھے اللہ تعالیٰ سے ایسی امیدیں ہیں کہ اگر وہ پہاڑوں پر ڈال دی جائیں تو وہ انھیں اٹھانے سے ڈر جائیں جس طرح وہ (قرآن مجید کی امانت) کو اٹھانے سے عاجز آ گئے تھے اور ڈر گئے تھے۔ مجھے بخوبی علم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم میں ہر گناہ گار کے لیے بخشش کی امید موجود ہے لیکن میں دوڑ کے وقت حاصل ہونے والی حسرت کا کیا کروں؟ میں نے پوچھا: دوڑ کے وقت حسرت سے کیا مراد ہے؟ اس نے جواب دیا: کل جب حشر والے دن قبروں سے سب لوگوں کو اٹھا دیا جائے گا اور نیک لوگ اپنے اعلیٰ اعمال کی سواریوں پر سوار ہو جائیں گے اور پل صراط کی طرف دوڑیں گے اور پروردگار سے ملاقات کے شوق میں پل صراط پلک جھپکنے میں عبور کر جائیں گے۔

اللہ کی قسم! نیک اعمال میں کوتاہی کرنے والے کوشش کرنے والے سے آگے نہیں نکل سکیں گے۔ میں دکھ والی موت کو کیسے برداشت کروں گی جب میں دیکھوں گی کہ لوگ بھاگے جا رہے ہیں۔ محسنین کے جھنڈے بلند ہوں گے اور رب سے ملاقات کے دیوانے پل صراط پلک جھپکتے ہی عبور کر جائیں گے۔ محبوب بندے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جائیں گے اور میں گناہ گاروں اور خطا کاروں کے ساتھ پیچھے رہ جاؤں گی؟

پھر وہ رو پڑی اور بولی: دیکھنا کہیں کوئی شخص تمھیں نیک اعمال میں جلدی کرنے سے نہ روک دے کیونکہ دنیا و آخرت کے درمیان کوئی ایسا گھر نہیں ہے جہاں خادم اپنی رہ جانے والی خدمت کو پورا کر سکیں، پس اس شخص کے لیے ہلاکت و بربادی ہے جس نے اپنے آقا کی خدمت میں کوتاہی کی، حالانکہ آقا کے ساتھ اس کی امیدیں اور آرزوئیں وابستہ ہیں۔

تو ایسے شخص کو نیک اعمال بیدار کیوں نہیں کرتے جبکہ وہ لغویات میں مگن ہو کر سو رہے ہیں۔[1]

---

[1] صفة الصفوة:4/47,46.

اللہ تعالیٰ کی مطیع وعبادت گزار عورت

سلف صالحین کے عہد مبارک میں مومن عورتوں نے ''بہترین عورت'' کے مرتبے تک پہنچنے کے لیے جو بنیادی کام کیے، ان میں سے ایک ''تزکیۂ نفس'' بھی ہے۔

تزکیۂ نفس سے مراد، نیک اعمال انجام دینے اور ہلاک کر دینے والے گناہوں سے اجتناب کر کے دل میں ایمان کو مضبوط بنانا ہے اور یہ معنی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ہیں جنھیں بخوبی سمجھا جاسکتا ہے:

﴿ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ ﴾

''اور (انسانی) نفس کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ٹھیک بنایا! پھر اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیز گاری (کی پہچان) اس کے دل میں ڈال دی۔ یقیناً فلاح پا گیا جس نے اسے پاک کرلیا۔ اور یقیناً نامراد ہوا جس نے اسے آلودہ کیا۔''[1]

لہٰذا مومن عورت اپنے اور اپنے رب کے غضب، غصے اور عذاب کے درمیان خود کو بچانے کے لیے اپنے رب کی اطاعت وفرماں برداری اور گناہوں سے اجتناب کا پردہ بنا لیتی تھی۔

یہاں یہ کہنا بھی بے جا نہیں ہوگا کہ وہ نیک کاموں میں سبقت لے جاتی تھی اور برے کاموں سے بچنے کی کوشش کرتی تھی۔

میری پیاری اسلامی بہن! آؤ چند واقعات کا مطالعہ کریں۔ یہ واقعات تم پر واضح کر دیں

---

[1] الشمس 91:7-10.

گے کہ حقیقی اور سچی عبادت گزار عورت کیسی ہوتی ہے؟

حضرت حفصہ بنت سیرین رحمہا اللہ نے، جو جلیل القدر تابعی حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی ہمشیرہ تھیں، بارہ سال کی عمر میں پورا قرآن مجید پڑھ لیا تھا جبکہ ان کی وفات نوے (90) سال کی عمر میں ہوئی۔

جناب ہشام بن حسان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت حفصہ رحمہا اللہ اپنی مسجد میں داخل ہوتیں تو ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کرتیں، پھر جب تک اللہ چاہتا وہ ذکر کرتی رہتی تھیں، پھر وہ کسی ضروری کام یا قیلولے ہی کے لیے نکلتی تھیں۔[1]

جناب حبیب عجمی کی زوجہ محترمہ اپنے خاوند کو رحمٰن کی فرماں برداری کے کاموں کی ترغیب دلایا کرتی تھیں اور وہ اپنی زوجہ کو نیک اعمال کا شوق دلاتے تھے۔ ایک رات وہ اٹھیں تو دیکھا کہ ان کا خاوند سویا ہوا ہے۔ انھوں نے سحری کے وقت انھیں جگایا اور کہا: حضرت اٹھیے! رات ختم ہوگئی اور دن چڑھ آیا ہے جبکہ آپ کا راستہ اور سفر بہت طویل ہے، زادراہ قلیل ہے، نیک لوگوں کے قافلے ہم سے بہت آگے نکل چکے ہیں اور ہم پیچھے رہ گئے ہیں۔[2]

میری اسلامی بہن! اب چند برگزیدہ خواتین کے کچھ اور واقعات سنیے:

ام درداء رضی اللہ عنہا: تمھیں کیا معلوم کہ ام درداء رضی اللہ عنہا کی شان کیا ہے؟ ایک وفادار بیوی، ایک پرہیزگار مسلمان عورت اور ایک شریف اور پاکیزہ خاتون۔

جناب میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں جب بھی ام درداء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گیا، میں نے انھیں نوافل ہی پڑھتے دیکھا۔[3]

ام سالم راسبیہ رحمہا اللہ: نماز کے اوقات کی پابند، نماز قائم کرنے والی خاتون۔ جناب محمد بن

---

① صفة الصفوة: 4/25,24.

② صفة الصفوة: 4/35.

③ صفة الصفوة: 4/296.

حسین کہتے ہیں کہ مجھے ابو سمیر ازدی نے بتایا کہ میں ام سالم راسبیہ رحمہا اللہ کے پاس نماز ظہر اور عصر کے درمیان گیا اور ان کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی تو انھوں نے اجازت دے دی اور میں ان کی خدمت میں پہنچ گیا، اس وقت مجھے بتایا گیا کہ وہ نماز پڑھ رہی ہیں۔ میں انتظار کرنے لگا مگر انھوں نے نفل نماز ختم نہیں کی حتی کہ عصر کی اذان ہوگئی، میں عصر کی نماز پڑھنے چلا گیا، نماز کے بعد پھر ان کے پاس پہنچا تو وہ ابھی تک نماز پڑھ رہی تھیں۔ جب انھوں نے اپنی نماز سے سلام پھیرا تو مجھے فرمایا: (آئندہ) جب بھی تمھیں کوئی کام ہو تو اس وقت مت آنا کیونکہ جو شخص اس وقت نماز نہیں پڑھتا، وہ اپنے نفس کا حصہ اور نصیب ضائع کر دیتا ہے (ظہر وعصر کے درمیان نفل نماز کا وقت ہے۔)①

بنوعبد قیس کی عابدہ کا قصہ: بنوعبد قیس میں ایک بوڑھی عبادت گزار خاتون تھیں۔ جب رات ہو جاتی تو وہ اپنی خصوصی پوشاک پہن لیتیں، پھر کھڑی ہو کر نماز شروع کر دیتیں۔ فرمایا کرتی تھیں: اللہ کی عبادت واطاعت اس کے احسانات اور نعمتوں کی مقدار کے برابر کرو، اتنی طاقت نہ ہو تو اتنی عبادت کرو کہ جس قدر وہ تمھارے گناہوں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ اس کی طاقت نہ ہو تو اس سے حیا کرتے ہوئے اس کی فرماں برداری کرو، اس کی طاقت بھی نہ ہو تو اجر وثواب کی امید پر اطاعت کرو، یہ بھی ممکن نہ ہو تو اس کے دردناک عذاب کے خوف ہی سے اطاعت شعاری کرو۔②

جناب ابوجعفر سائح رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہمیں یہ اطلاع ملی کہ ایک عابدہ خاتون روزانہ چاشت کی نماز سو رکعات پڑھا کرتی تھیں، اور سورۂ اخلاص ہزار مرتبہ پڑھتی تھیں اور رات کو بھی نفل پڑھا کرتی تھیں اور اپنے خاوند سے کہتی تھیں: تمھارا بھلا ہو اٹھو! آخر کب تک سوتے رہو گے؟

---

① صفة الصفوة: 4/389,388.

② صفة الصفوة: 4/391.

اے غافل اٹھو! کب تک غفلت میں پڑے رہو گے؟ میں تمھیں قسم دیتی ہوں کہ صرف حلال روزی کمانا، میں تمھیں قسم دیتی ہوں کہ میری وجہ سے جہنم رسید نہ ہونا، اپنی ماں کی خدمت وفرماں برداری کرو، اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، ان سے قطع رحمی نہ کرو تاکہ اللہ تمھارے ساتھ تعلق نہ توڑے۔[1]

جناب بکر بن عبداللہ مزنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عابدہ خاتون تھیں۔ جب شام ہو جاتی تو اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتی تھیں: اے نفس! تیرے لیے صرف یہی ایک رات رہ گئی ہے، لہٰذا نیک۔، اعمال میں محنت کر لو اور جب صبح ہوتی تو وہ کہتی تھیں: اے نفس! تیرے لیے صرف آج ہی کا دن باقی رہ گیا ہے، اس لیے خوب محنت کر لے۔[2]

مسلمان عبادت گزار خواتین کا یہی حال تھا کہ وہ رات کو نفل پڑھتیں جبکہ لوگ سوئے ہوتے، وہ رحمان کی اطاعت وفرماں برداری میں اپنی کوتاہیوں پر روتیں اور پھر نہایت عاجزی اور انکسار کے ساتھ کھڑی ہو جاتیں اور نماز پڑھتی تھیں۔ اس طرح وہ جنت اور وہاں کے اعلیٰ ریشمی ملبوسات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ اور اگر تم ان میں سے کسی ایک عابدہ عورت کی دعا سن لیتیں تو تمھارا نفس سخت حسرت وافسوس کرتا جو اپنے رب اور خالق کو بہت ہی کم پکارتا ہے، حالانکہ مومن عورت کی عبادات میں دعا نہایت بلند مرتبہ عبادت ہے۔

سیدہ حبیبہ عدویہ رحمہا اللہ جب عشاء کی نماز پڑھ لیتیں تو فرماتیں: ''الٰہی! بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر لیے ہیں اور دربانوں نے پہرہ دینا شروع کر دیا ہے، لو میں تمھارے سامنے (گریہ وزاری اور اپنے گناہوں کی بخشش کی التجا کے لیے) حاضر ہوں، پھر فجر ہونے تک نماز پڑھتی رہتی تھیں۔''[3]

---

[1] صفة الصفوة: 4/437.

[2] صفة الصفوة: 4/441.

[3] صفة الصفوة: 4/32.

▪ جناب ابن سیرین رحمہ اللہ کی ایک بیٹی بڑی عبادت گزار تھیں، اس نے پندرہ سال مسلسل اپنی مسجد میں عبادت کی۔ صرف وضو کرنے نکلتیں، پھر عبادت شروع کر دیتیں۔ وہ ساری رات نماز اور ذکر میں مصروف رہتیں، حالانکہ وہ نابینا تھیں۔ جب سحری کا وقت ہوتا تو وہ غمگین آواز میں دعا مانگتیں: الٰہی! تیرے ہی لیے عبادت گزاروں نے رات کے اندھیرے صرف کیے ہیں اور تیری ہی مغفرت و رحمت کے حصول کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرتے ہیں، لہٰذا میرے پروردگار میں تجھ ہی سے سوال کرتی ہوں، کسی اور سے نہیں کہ تو مجھے سبقت لے جانے والوں کی جماعت میں شامل فرما، مقربین کے درجے تک پہنچا، مجھے اپنے صالح بندوں سے ملا دے۔ بے شک تو ہی ارحم الراحمین ہے، تو ہی سب سے عظیم ہستی، سب سے کریم اور شرف وعزت والی ذات ہے، پھر وہ سجدے میں گر کر گڑگڑا کر دعائیں مانگتی تھیں۔

▪ حضرت معاذہ عدویہ رحمہا اللہ ساری رات نماز اور دعا مانگنے میں گزار دیتی تھیں جب سستی محسوس کرتیں تو اپنے نفس سے کہتیں: اے نفس! اللہ کی قسم! آگے بڑی لمبی نیند ہے یا تو وہ حسرت وندامت کی نیند ہوگی یا فرحت وسرور کی![1]

▪ محترمہ شعوانہ رحمہا اللہ اپنی دعا میں کہا کرتی تھیں: الٰہی! مجھے تیری ملاقات کا کتنا شوق ہے اور اجر وثواب کے لیے میری امید کس قدر عظیم ہے! بے شک تو نہایت سخی اور فیاض ہے۔ تجھ سے امیدیں وابستہ کرنے والوں کی امیدیں نامراد نہیں ہوتیں اور شوق رکھنے والوں کا شوق ناکام نہیں ہوتا، الٰہی! اگر میری موت قریب آ گئی ہے اور میرے عمل نے مجھے تیرے قریب نہیں کیا تو میں اپنے گناہوں کے اعتراف کو اپنا عذر بناتی ہوں، پس تو معاف فرما دے، تجھ سے زیادہ معاف کرنے والا کون ہے؟ اور تو عدل کرے تو تجھ سے زیادہ عادل کون ہو سکتا ہے؟

الٰہی! میں اپنے نفس کی رعایت نہیں کرتی۔ میں اپنے جرم کا اعتراف کرتی ہوں، اب اسی پر

---

[1] صفة الصفوة: 22/4.

تیرے احسان و کرم کی امید باقی رہ گئی ہے، تو نے مجھے خوش نصیبوں میں شامل نہ کیا تو میری ہلاکت و بربادی ہے۔

الٰہی! تو نے زندگی بھر مجھ پر رحم و کرم کیا ہے، پس میرے مرنے کے بعد بھی اپنا فضل و کرم جاری فرما۔ میں اس ذات اقدس سے امید رکھتی ہوں جس نے زندگی میں میرے ساتھ اپنے احسان و کرم سے دوستی رکھی کہ وہ میری موت کے وقت یقیناً میری مدد فرمائے گی۔

الٰہی! میں مرنے کے بعد تیری نظرِ کرم سے کیسے مایوس ہو جاؤں جبکہ تو نے ساری زندگی مجھ پر اپنی عنایات جاری رکھی ہیں۔

الٰہی! اگر میرے گناہوں نے مجھے خوف زدہ کیا ہے تو مجھے تیری محبت نے پناہ بھی دی ہے، اس لیے تو میرے ساتھ اپنی شانِ کریمی کے مطابق سلوک فرما اور جس کو اس کی جہالت و نادانی نے فریب دے رکھا ہے اس پر اپنا فضل فرما۔

الٰہی! اگر تو مجھے ذلیل و رسوا کرنا چاہتا تو مجھے ہدایت سے نہ نوازتا اور تو مجھے بدنام و بے عزت کرنا چاہتا تو میری پردہ پوشی نہ فرماتا، لہٰذا اپنے جس فضل و کرم سے تو نے مجھے ہدایت دی، اسی سے مجھے مالا مال فرما اور اپنے جس کرم و احسان سے تو نے میری پردہ پوشی فرمائی، اسے میرے لیے قائم و دائم رکھ!

الٰہی! جس چیز کے حصول کے لیے میں نے اپنی ساری عمر صرف کر دی، امید نہیں کہ تو مجھے اس کے حصول میں نامراد و ناکام رکھے۔

الٰہی! اگر میرے گناہ نہ ہوتے تو میں تیرے عذاب سے نہ ڈرتی اور مجھے تیرے فضل و کرم کا علم نہ ہوتا تو میں تجھ سے ثواب کی امید نہ لگاتی، پھر وہ مسلسل روتی رہتی اور نماز پڑھتی۔

ایک جید بزرگ فرماتے ہیں: میری ایک حبشی لونڈی میرے ساتھ کسی کام سے بازار گئی۔ میں نے اسے ایک جگہ بٹھا دیا اور کہا کہ میرے آنے تک یہیں بیٹھی رہو۔ میں گیا، اپنا کام مکمل

کیا اور جب واپس آیا تو وہ موجود نہ تھی۔ میں بڑے غصے کی حالت میں گھر واپس آیا، اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگی: آقا! ناراض نہ ہوں، آپ مجھے ایک ایسی جگہ بٹھا گئے تھے جہاں کوئی شخص اللہ کا ذکر کرنے والا نہیں تھا، میں ڈر گئی کہ مُبادا اللہ تعالیٰ انھیں زمین میں دھنسا دے اور میں بھی انھی کے ساتھ دھنسا دی جاؤں۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس امت کو خسف سے محفوظ رکھا ہے تو وہ کہنے لگی: اے میرے آقا! مجھے ڈر تھا کہ مبادا دلوں کو خسف کر دیا جائے اور وہ سیدھی راہ سے بھٹک جائیں۔ میں نے اسے کہا: جاؤ! میں نے تمھیں اللہ کی رضا کے لیے آزاد کیا۔

وہ بولی: آقا! آپ نے مجھے بہت بڑی خیر سے محروم کر دیا ہے، میں اپنے رب کی عبادت بھی کرتی تھی اور آپ کی خدمت کر کے دوہرا اجر حاصل کرتی تھی، اب صرف ایک ہی اجر باقی رہ جائے گا۔

- جناب علاء سعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میری ایک چچازادی کا نام بریرہ تھا اور وہ نہایت عبادت گزار تھی، قرآن مجید کی تلاوت بکثرت کرتی تھی اور وہ ہر وقت خوف الٰہی سے روتی رہتی تھی حتی کہ اس کی بینائی ختم ہوگئی۔ اس کی تیمارداری کے لیے اس کے چچازاد آئے اور پوچھا: بریرہ کیسی ہو؟ اس نے جواب دیا: میں ایک اجنبی دنیا میں مہمان ہوں، انتظار کر رہی ہوں کہ کب بلاوا آئے اور میں اپنے دیس سدھاروں۔ ہم نے پوچھا: اتنا زیادہ کیوں روتی ہو کہ تمھاری بینائی ہی ختم ہوگئی؟ اس نے کہا: میری آنکھوں کے لیے اللہ کے ہاں خیر و بھلائی ہے تو پھر دنیا میں ختم ہونے والی بینائی کا میری آنکھوں کو کوئی نقصان نہیں اور اللہ کے پاس ان کے لیے عذاب ہے تو عنقریب اللہ انھیں اس سے بھی زیادہ طویل رونے دھونے میں مبتلا کر دے گا۔

رشتہ دار کہنے لگے: اٹھو! اللہ کی قسم! اس کی تو دنیا ہی اور ہے، اسے ہماری دنیا سے کوئی غرض ہی نہیں۔

- جناب عبدالرحمان بن حسن کہتے ہیں: میری ایک رومی لونڈی تھی جس سے مجھے بڑی محبت تھی۔ ایک رات وہ میرے ساتھ سوئی ہوئی تھی، میں جاگا تو دیکھا کہ وہ موجود نہیں ہے۔ میں

نے اسے تلاش کیا تو وہ ایک جگہ سجدے میں پڑی تھی اور یہ دعا مانگ رہی تھی: الٰہی تجھے مجھ سے جو محبت ہے، اس محبت کے سبب میرے گناہ معاف فرما۔ میں نے کہا: اس طرح دعا نہ مانگو کہ میرے ساتھ اپنی محبت کے سبب بلکہ یوں کہو: تیرے ساتھ میری محبت کے سبب تو اس نے کہا: نہیں، اے آقا! میرے رب کو مجھ سے محبت ہی تو تھی کہ اس نے مجھ سے اپنی محبت کے سبب مجھے شرک سے نکال کر اسلام کی ہدایت عطا فرمائی۔ اس نے اپنی محبت ہی کی بدولت میری آنکھوں کو بیدار کیا، حالانکہ اس کی بے شمار مخلوق سوئی ہوئی ہے۔①

حضرت رابعہ کی خادمہ عبدہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت رابعہ رحمہا اللہ رات بھر نماز پڑھتی رہتی تھیں۔ جب فجر طلوع ہوتی تو اپنی جائے نماز ہی پر تھوڑی دیر سو لیتیں اور فجر روشن ہونے پر جاگ جاتیں۔ جب وہ اپنے بستر سے اٹھتیں تو میں انھیں یہ کہتے ہوئے سنتی: اللہ کی بندی! کب تک سوتی رہے گی؟ قریب ہے کہ تو سو جائے اور پھر اس وقت ہی اُٹھے جب یوم النشور کی چنگھاڑ تجھے اٹھائے۔②

میری پیاری اسلامی بہن! اے کاش! تو اس نافرمان کو دیکھے جس پر دکھ اور غم چھا گئے ہوں، شرمندگی اور شرمساری نے جس کا احاطہ کر لیا ہو اور اسے کافی ہو گئی ہو۔ نیک اعمال کے فوت ہونے کے افسوس نے اسے سخت غمگین اور شرمسار بنا دیا ہو، ہائے افسوس! گزر جانے والے دنوں پر۔

اے گناہ گار! میں پوچھتا ہوں، تیرے مسلسل بہنے والے آنسو کہاں ہیں؟ اے گناہوں کی اسیر! اپنے پچھلے گناہوں پر آنسو بہا، اے اپنے رب کا مقابلہ گناہوں سے کرنے والی! کیا جہنم کی وادی ہاویہ میں صبر کر لو گی؟ اے گناہوں کو بھول جانے والی! نامۂ اعمال دانستہ یا بھولے

---

① یہ تمام آثار امام غزالی رحمہ اللہ کی کتاب الإحیاء: 402,401/4 اور درینی کی کتاب طهارة القلوب، ص 164-166 سے لیے گئے ہیں۔

② صفة الصفوة: 30,29/4.

چوکے سبھی گناہوں کومحفوظ کیے ہوئے ہے۔تجھ پر افسوس! تیرے پاس موت آئے گی اور تو نے اپنے رب کی طرف رجوع نہیں کیا ہوگا۔ہائے حسرت! توبہ کی طرف بلایا گیا مگر تم نے توبہ نہ کی جب کوچ کا اعلان ہو جائے گا تو تم کیا کرو گی جبکہ سرے سے تم نے کوئی تیاری نہیں کی؟ اپنی حالت کا جائزہ لو کیا تم نے کبیرہ گناہ بڑھ چڑھ کر نہیں کیے؟ کیا تم نے کچھ بھی اللہ کا خوف کھایا؟ افسوس! تم آخرت کے کنارے پر اپنے رب کو کیا جواب دو گی؟

شاعر نے سچ کہا ہے۔

قَدْ مَضٰی فِي اللَّهْوِ عُمْرِي
وَتَنَاهٰی فِيهِ أَمْرِي

شَمَّرَ الْأَكْيَاسُ وَأَنَا
وَاقِفٌ قَدْ شِيبَ أَمْرِي

بَانَ رِبْحُ النَّاسِ دُونِي
وَلَحِينِي بَانَ خُسْرِي

لَيْتَنِي أَقْبَلُ وَعْظِي
لَيْتَنِي أَسْمَعُ زَجْرِي

كُلَّ يَوْمٍ أَنَا رَهْنٌ
بَيْنَ آثَامِي وَ وِزْرِي

لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَرٰی لِي
هِمَّةً فِي فَكِّ أَسْرِي

أَوْ أُرٰی فِي ثَوْبِ صِدْقٍ

قَبْلَ أَنْ أُنْزَلَ قَبْرِي

وَيْحَ قَلْبِي مِنْ تَنَاسِيهِ

مَقَامِي يَوْمَ حَشْرِي

وَاشْتِغَالِي عَنْ خَطَايَا

أَثْقَلَتْ وَاللهِ! ظَهْرِي

''میری ساری عمر لہو ولعب میں گزر گئی، اسی میں میری زندگانی ختم ہوگئی۔ عقل مند لوگوں نے آخرت کی تیاریاں کرلیں اور میں ابھی کھڑا ہوں۔ بوڑھا ہو چکا ہوں اور لوگوں کا نفع ظاہر ہو چکا ہے، میں خسارے میں ہوں۔

کاش! میں نصیحت قبول کرتا اور زجر وتوبیخ پر کان دھرتا۔ میں روزانہ اپنے گناہوں کے بوجھ تلے دبا جارہا ہوں۔ کاش! میں جانتا کہ کیا میرے اندر اپنی زنجیریں کھولنے کی ہمت ہوگی؟ کیا میں قبر میں اترنے سے پہلے سچائی کا دامن تھام سکوں گا؟ میرے دل کا برا ہو، اس نے مجھے حشر کے دن پروردگار کے سامنے حاضری کو بھلا دیا۔ اللہ کی قسم! گناہوں نے میری کمر جھکا دی ہے۔''

میری اسلامی بہن! مثالی خاتون کے مرتبے تک پہنچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار اور عبادت گزار بن جاؤ کیونکہ اس مرتبے پر فائز ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد وحمایت کے ساتھ ساتھ عورت کو سخت محنت اور اعمال صالحہ کی بڑی ضرورت ہوتی ہے۔

خوشحالی میں شکر گزاری

نعمت کا ادراک و اظہار اور منعم کا بھرپور ذکر خیر کرنا شکر کہلاتا ہے۔ اسلام میں شکر کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔ بعض سلف صالحین نے تو شکر کو نصف ایمان قرار دیا ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار بندے کی زبان سے اعتراف اور تعریف کی شکل میں ہو اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات کی محبت سے سرشار ہو کر گواہی دے۔ اس کے اعضاء فرماں برداری اور اطاعت کے ذریعے اس کا اظہار کریں۔ شاکر کا مشکور کے لیے خشوع و خضوع اس کے ساتھ محبت کی علامت ہے۔ اس کی نعمتوں کا اعتراف ہے اور ان نعمتوں پر اس کی تعریف ہے۔ شکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اس کی نافرمانی کی راہ میں ہرگز استعمال نہیں کرنی چاہئیں۔ اے مسلمان بہن! تمھارا کیا حال ہے؟ کیا تم اللہ کی ہر نعمت پر اس کا شکر ادا کرتی ہو؟

میری مومنہ بہن! اللہ تعالیٰ کی طرف سے شکر گزار افراد کے لیے ایک بہت بڑی خوشخبری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نعمتوں میں حتمی اضافہ فرما دیتا ہے۔ اس نے اس میں کسی چیز کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ﴾

''اگر تم شکر کرو گے تو یقیناً میں تمھیں مزید (نعمتیں) عطا کروں گا۔'' [1]

لیکن اس نے پانچ چیزوں میں استثنا کیا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

---

[1] إبراهيم 7:14.

﴿ فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ﴾

’’اگر اللہ چاہے گا تو تمھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔‘‘①

دعا کی قبولیت کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ ﴾

’’پھر اگر وہ چاہے گا تو وہ تکلیف دور کر دے گا جس کے لیے تم اسے پکارو گے۔‘‘②

اور رزق کے بارے میں فرمایا:

﴿ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ ﴾

’’وہ جسے چاہے گا بغیر حساب رزق دے گا۔‘‘③

اور مغفرت کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾

’’وہ اس (شرک) کے سوا جسے چاہے گا معاف فرما دے گا۔‘‘④

اور توبہ کے متعلق فرمایا:

﴿ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ﴾

’’اور اللہ جس پر چاہے توجہ فرماتا ہے (توبہ قبول فرماتا ہے۔)‘‘⑤

قرآن مجید نے بے شمار مقامات پر شکر، اس کی فضیلت اور شکرگزاروں کی تعریف نہایت اہتمام کے ساتھ بیان فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ کا مطالبہ ہے کہ تم اس کے شکرگزار بن جاؤ، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ○ ﴾

’’چنانچہ تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور میری ناشکری

① التوبة : 28:9. ② الأنعام 41:6. ③ آل عمران 37:3. ④ النسآء 116:4.
⑤ التوبة 15:9.

نہ کرو۔"[1]

نیز ارشاد الٰہی ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ ﴾

"اے ایمان والو! تم ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمھیں بطور رزق عطا کی ہیں اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔"[2]

پھر ارشاد فرمایا:

﴿ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾

"یہ کہ تو میرا اور اپنے والدین کا شکر کر (بالآخر تجھے) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔"[3]

اور فرمایا:

﴿ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ ﴾

"چنانچہ تو لے لے جو میں نے تجھے دیا ہے اور شکرگزاروں میں (شامل) ہو جا۔"[4]

ان آیات قرآنیہ میں واضح طور پر شکرگزاری کا حکم دیا گیا ہے جبکہ قرآن مجید میں ایسی آیات بھی ہیں جو شکرگزاری کی ترغیب دیتی ہیں۔ قرآن مجید میں ﴿ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ ﴾ "تاکہ تم شکر کرو۔" چودہ مقامات پر آیا ہے۔ یہ اکثر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی نعمتوں کے ذکر کے بعد آیا ہے۔

مدت ہوئی حسین بن عبدالرحمان نے یہ شعر کہے تھے ؎

---

① البقرۃ 152:2۔ ② البقرۃ 172:2۔

③ لقمٰن 14:31۔ ④ الأعراف 144:7۔

لَوْ كُنْتُ أَعْرِفُ فَوْقَ الشُّكْرِ مَنْزِلَةً
أَعْلَى مِنَ الشُّكْرِ عِنْدَ اللهِ فِي الثَّمَنِ
إِذًا مَّنَحْتُكَهَا مِنِّي مُهَنَّدَةً
شُكْرًا عَلَى صُنْعِ مَا أَوْلَيْتَ مِنْ حَسَنِ

”اگر میں شکر سے زیادہ اعلیٰ مقام و مرتبے سے واقف ہوتا جو اللہ کے نزدیک قدر و منزلت میں بلند تر ہوتا (تو میں وہی مقام تجھے دیتا۔)

پس میں (تیرا شکریہ ادا کرنے کے لیے) تجھے تیرے احسان کے عوض اپنی مہند (تیز دھار عمدہ) تلوار دیتا ہوں۔“[1]

تجھے یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت عطا ہونے پر تیرے ذمے اللہ کا حق پہلے سے بڑھ جاتا ہے۔

جناب جعفر بن محمد کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو جو نعمت بھی عطا کرتا ہے جس کا اعتراف وہ اپنے دل سے اور اس کا شکر زبان سے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا حق مزید بڑھ جاتا ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس شخص پر اللہ تعالیٰ کی نعمت عظیم ہو جاتی ہے اس پر اللہ کا حق (شکر) بھی عظیم ہو جاتا ہے۔[2]

مسلمان عورت کے لیے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت کون سی ہے؟ مسلمان عورت کے لیے حاصل شدہ نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت اسلام ہے۔

جناب خالد بن معدان بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے عبدالملک بن مروان کو یہ کہتے ہوئے سنا: بندہ جو کلمات کہتا ہے، ان میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب اوائے شکر کا یہ بلیغ جملہ ہے:

---

[1] بهجة المجالس: 311/3.

[2] بهجة المجالس: 311/3.

«اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْعَمَ عَلَيْنَا وَهَدَانَا لِلْإِسْلَامِ»

''سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم پر نعمتیں برسائیں اور ہمیں اسلام کی ہدایت عطا کی۔''

امام حسن بصری رحمہ اللہ جب حدیث بیان کرنا شروع کرتے تو کہا کرتے تھے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اے اللہ! اے ہمارے رب! سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں جیسا کہ تو نے ہمیں پیدا کیا، ہمیں رزق دیا، ہدایت عطا کی، ہمیں دین و دنیا کے امور سکھائے، ہمیں گمراہیوں سے نجات دی اور غموں اور دکھوں سے خلاصی عطا کی۔ ہم اسلام اور قرآن کی نعمت عطا کرنے پر تیری تعریف بیان کرتے ہیں، اہل و عیال، مال و دولت اور صحت و تندرستی دینے پر تیرا شکر ادا کرتے ہیں۔ اس وقت تک تیری تعریف بیان کرتے ہیں یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے اور جب تو راضی ہو جائے تب بھی تعریف اور شکر تیرے ہی لیے ہے۔

لہٰذا جب تم اللہ کی نعمت کا اقرار کرو گی تو اس طرح تم اللہ کی نعمت کا اظہار اور اس کا شکر ادا کرو گی۔

امام حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: ''اے میرے پروردگار! آدم علیہ السلام تیرے احسانات کا شکر کیسے ادا کر سکتے تھے جبکہ تو نے انھیں اپنے مبارک ہاتھوں سے پیدا کیا، ان میں اپنی روح پھونکی، انھیں اپنی جنت میں بسایا اور تیرے حکم پر فرشتوں نے انھیں سجدہ کیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! جب اسے معلوم ہو گیا کہ یہ سارے احسانات میرے ہیں اور اس نے میری تعریف بیان کی تو یہی میرے احسانات کا شکر ہو گیا۔''

اور جناب سعد بن مسعود ثقفی فرماتے ہیں: حضرت نوح علیہ السلام کو شکر گزار بندے کا لقب اس لیے عطا ہوا کہ وہ جب نیا لباس پہنتے یا کھانا کھاتے تھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے تھے۔

لیکن جب تم اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا انکار کرو، انھیں فراموش کر دو اور تمھارا خیال یہ ہو کہ

یہ نعمتیں تمھیں تمھاری عقل و دانش اور فن و مہارت کے باعث حاصل ہوئی ہیں تو پھر ذلت و رسوائی اور ناکامی و نامرادی ہی تمھارا انجام ہے جو تمھارا منتظر ہوگا۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کو عطا فرما کر جب تک چاہتا ہے، نفع دیتا ہے جب اس کا شکر ادا نہیں کیا جاتا تو وہ انھیں ان کے لیے عذاب کی صورت میں تبدیل کر دیتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ہمدان کے رہنے والے ایک شخص سے کہا: بلاشبہ نعمت شکر کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ شکر مزید نعمتوں کے حصول کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ ایک ہی رسی میں بندھے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کی مزید نعمتوں کا حصول اس وقت تک منقطع نہیں ہوتا جب تک بندے کی شکر گزاری بند نہ ہو۔

میری مسلمان بہن! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مقابلے میں گناہوں کا ارتکاب تجھے ہرگز زیب نہیں دیتا۔

جناب مالک بن دینار زاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اے آدم کے بیٹے! میری خیر و برکات تیری طرف نازل ہوتی ہیں جبکہ تیری برائی اور گناہ میری طرف چڑھتے رہتے ہیں۔ میں نعمتیں عطا کرنے کے علاوہ تجھ سے محبت کا اظہار کرتا ہوں مگر تو گناہوں کے ذریعے سے میرے ساتھ دشمنی کرتا ہے اور ایک معزز فرشتہ مسلسل تیری نافرمانیاں اور گستاخیاں لے کر حاضر ہو رہا ہے۔''

جناب علی بن حسین منیٰ میں یہ دعا کیا کرتے تھے: الٰہی! تیری بے شمار نعمتوں کا میں نے بہت کم شکر ادا کیا ہے! اور تیری کتنی ہی آزمائشوں پر میں کم صبری کا مظاہرہ کرتا ہوں! اے وہ ذات! جس کی نعمتوں پر میرا شکر کم ہوا مگر تو نے مجھے پھر بھی محروم نہ کیا، اے وہ ذات اقدس! جس کی آزمائش پر میرا صبر کم ہوا مگر تو نے مجھے رسوا نہ ہونے دیا، اے وہ ذات عالی! جس نے

مجھے کبیرہ گناہ کرتے دیکھا مگر مجھے بے عزت کیا نہ میرا پردہ فاش کیا، اے لامتناہی احسانات کے مالک! اے ابدی، غیر مبدل اور نہ ختم ہونے والی نعمتوں کے مالک! محمد ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما، ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔

تم اپنے رب سے بے نیاز ہو کر زندگی بسر نہیں کر سکتیں۔ اللہ کی ذاتِ عالی سے غافل ہو کر تم حقیر و ذلیل ہو کر رہ جاؤ گی۔ اس حقیقت کے باوجود مسلمان عورت اپنے رب کی از حد محتاج ہونے کا احساس نہیں کرتی، حالانکہ وہ زمین و آسمان میں بسنے والے تمام انسانوں، جنوں اور فرشتوں کی عبادت سے یکسر غنی اور بے پروا ہے۔

جناب ابو مغیرہ محمد رحمہ اللہ سے جب پوچھا جاتا تھا: حضرت آپ کیسے ہیں؟ تو وہ فرماتے: ہم اللہ کی نعمتوں سے مالا مال ہیں، شکر گزاری میں عاجز و بے بس ہیں۔ ہمارا پروردگار ہم سے محبت کا اظہار فرماتا ہے، حالانکہ وہ ہم سے بے نیاز ہے اور ہم اس کے محتاج و فقیر ہونے کے باوجود اس سے دشمنی کرتے ہیں۔

میری مسلمان بہن! تم روزانہ اللہ تعالیٰ کی دو نعمتوں کے درمیان زندگی بسر کر رہی ہو۔ ایک تمھارے وہ گناہ جن پر اللہ نے پردہ ڈالا ہوا ہے اور تم بے خوف ہوگئی ہو کہ تمھیں ان کی وجہ سے کوئی عار دلائے گا۔ دوسری یہ کہ اللہ نے لوگوں کے دلوں میں تمھارے لیے پیار اور محبت بھر دی ہے، حالانکہ تمھارے عمل ایسے نہیں۔ تم اللہ کی عطا کردہ نعمتوں اور نوازشات کا شکر کیسے ادا کرو گی؟

زاہد و عابد جناب ابو حازم اور ایک طالب علم کے درمیان ہونے والی یہ گفتگو سنیے!

ایک شخص نے جناب ابو حازم سے پوچھا: اے ابو حازم آنکھوں کا شکر کیا ہے؟

ابو حازم فرماتے ہیں: آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ اگر تم ان سے کوئی بھلائی کی بات دیکھو تو اسے بیان کر دو اور اگر ان سے کوئی برائی دیکھو تو اس کی پردہ پوشی کرو۔ اس نے سوال کیا: ہاتھوں

کا شکر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کے ساتھ ناجائز اور حرام چیز مت پکڑو اور اللہ کا حق مت روکو۔ اس نے دریافت کیا: کانوں کا شکر کیا ہے؟ فرمایا: اگر ان سے اچھی بات سنو تو اسے یاد کرلو اور اگر بری بات سنو تو اسے دفن کر دو۔ اس نے پوچھا: پیٹ کا شکر کیا ہے؟ فرمایا: اس کا شکر یہ ہے کہ اس کا زیریں حصہ کھانے کے لیے ہو اور بالائی حصہ علم کے لیے ہو۔ اس نے پوچھا: شرم گاہ کا شکر کیا ہے؟ فرمایا: اس کا شکر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل کرنا ہے:

﴿ إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَٰجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ٱبْتَغَىٰ وَرَآءَ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْعَادُونَ ۝ ﴾

''سوائے اپنی بیویوں یا ان کنیزوں کے جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہوئے تو بلاشبہ (ان کی بابت) ان پر کوئی ملامت نہیں، پھر جو شخص ان کے علاوہ (کوئی راہ) تلاش کرے تو ایسے ہی لوگ حد سے گزرنے والے ہیں۔''[1]

اس نے پوچھا: ٹانگوں کا شکر کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: جب تم کسی زندہ شخص کے عمل کو دیکھ کر اس پر رشک کرو تو تم اپنے قدم اس قسم کے عمل کرنے کے لیے استعمال کرو۔ اور جب تم کسی مرنے والے کے برے اعمال ناپسند کرو تو تم اپنے قدم اس جیسے عمل کرنے سے روک دو۔ اس طرح تم اللہ کے شکر گزار بن جاؤ گے۔

لیکن جس شخص نے اپنی زبان سے شکر ادا کیا مگر اپنے تمام اعضاء سے شکر گزاری نہ کی تو اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جس کے پاس ایک چادر ہو اور اس نے اس کا ایک کونہ پکڑ لیا ہو مگر اسے اوڑھا نہ ہو تو اسے وہ چادر، گرمی، سردی، اولوں، برف باری اور بارش سے نہیں بچا سکے گی؟

میری مومنہ بہن! یاد کرو کہ تم کم سن تھیں، اللہ تعالیٰ نے تمھاری دیکھ بھال کی اور تم بڑی ہوگئیں، پس کہو: اے اللہ! سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں۔

---

[1] المؤمنون 7,6:23.

یاد کرو کہ تم کمزور تھیں، تمھیں اس نے مضبوط و توانا بنایا، لہٰذا کہو: الٰہی تیرا شکر ہے۔ یاد کرو کہ تم برہنہ پیدا ہوئی تھیں تو تمھیں اس نے لباس پہنایا، اس لیے کہو: الٰہی! سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں۔ یاد کرو کہ تم فقیر تھیں، اس نے تمھیں غنی کر دیا، پس تم کہو: اے اللہ! تیرا شکر ہے۔ یاد کرو کہ تم مسافر تھیں، اپنے گھر والوں سے دور تھیں تو اس نے تمھیں صحت و سلامتی کے ساتھ گھر والوں کے پاس لوٹا دیا، لہٰذا کہو: الٰہی! تیرا ہی شکر ادا کرتی ہوں۔

اور جناب احمد بن موسیٰ ثقفی فرماتے ہیں:

وَكَمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ لِلّٰهِ تُمْسِي
وَتُصْبِحُ لَيْسَ تَعْرِفُهَا كَبِيرَةً
وَكَمْ مِّنْ مَّدْخَلٍ لَّوْ مُتَّ فِيهِ
لَكُنْتَ بِهَا نَكَالًا فِي الْعَشِيرَةِ
وُقِيتَ السُّوءَ وَالْمَكْرُوهَ فِيهِ
وَرُحْتَ بِنِعْمَةٍ فِيهِ سَتِيرَةً

''تم اللہ تعالیٰ کی کس قدر نعمتیں صبح و شام استعمال کرتے ہو مگر انھیں معمولی سمجھتے ہو۔ تمھارے کتنے ہی غلط کام اور غلط روشیں ہیں اگر تم ان پر مر جاؤ تو خاندان میں سزا کے مستحق بن جاؤ، تم برائی اور بدنمائی سے بچا لیے گئے ہو اور پردہ پوشی کی نعمت سے نوازے گئے ہو۔''

امام غزالی رحمہ اللہ نے ہمارے لیے شکر کی کئی ایسی صورتیں بیان کی ہیں جن کا مسلمان عورت کے دل میں شاید خیال بھی نہ گزرا ہو۔ وہ فرماتے ہیں: بندے کا پے در پے نعمتوں کے حصول پر حیا کرنا بھی شکر ہے۔ ادائے شکر میں اپنی کوتاہی کا اعتراف و شعور بھی شکر ہے۔ قلیل شکر گزاری کا عذر پیش کرنا بھی شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عظیم حلم کی معرفت اور اس کی پردہ پوشی کی معرفت بھی

شکر ہے۔ یہ اعتراف کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بغیر کسی استحقاق کے، صرف اس کے فضل و کرم سے عطا ہو رہی ہیں، یہ بھی شکر ہے۔ اس بات کا علم کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے فضل و کرم کا شکر ادا کرنا بھی ایک نعمت ہے، یہ بھی شکر ہے۔ اللہ کی نعمتوں میں عاجزی اور انکسار اختیار کرنا بھی شکر ہے۔ نعمت کے حصول کا سبب بننے والوں کا شکریہ ادا کرنا بھی شکر ہے۔ منعم کے سامنے ادب و احترام کا مظاہرہ اور اعتراض نہ کرنا بھی شکر ہے۔ نعمت کو اچھے طریقے سے قبول کرنا اور تھوڑی چیز کو زیادہ سمجھنا بھی شکر ہے۔

میری پیاری اسلامی بہن! تمھیں اس بات پر شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں مسلمان اور مومن عورتوں میں شمار فرمایا۔ تمھیں اس لیے بھی اللہ کا شکر کرنا چاہیے کہ اس نے تمھیں صحت، مال، خاوند اور اولاد عطا فرمائی۔ تمھیں اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے کی ضرورت ہے کہ اس نے تمھیں غموں، دکھوں اور بیماریوں سے محفوظ رکھا۔ تمھیں شکر گزاری کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے گناہوں پر پردہ ڈالا ہے، وہ چاہتا تو وہ تمھیں تمھارے عزیز و اقارب میں ذلیل و رسوا کر دیتا اور تمھارا پردہ چاک کر دیتا۔ تمھیں اللہ کا شکر کرنا چاہیے کہ اس نے تمھیں نیک کاموں کی توفیق دی اور بھلائی کو تمھارے لیے آسان بنایا کیونکہ اس کی مدد و توفیق کے بغیر کوئی چیز آسان نہیں ہوتی۔

جناب محمود وراق رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِذَا كَانَ شُكْرِي نِعْمَةَ اللهِ نِعْمَةً
عَلَيَّ لَهُ فِي مِثْلِهَا يَجِبُ الشُّكْرُ
فَكَيْفَ بُلُوغُ الشُّكْرِ إِلَّا بِفَضْلِهِ
وَإِنْ طَالَتِ الْأَيَّامُ وَاتَّصَلَ الْعُمْرُ
إِذَا سَرَّ بِالسَّرَّاءِ عَمَّ سُرُورُهَا

وَإِنْ مَّسَّ بِالضَّرَّاءِ أَعْقَبَهَا الْأَجْرُ
وَمَا مِنْهُمَا إِلَّا لَهُ فِيهِ نِعْمَةٌ
تَضِيقُ بِهَا الْأَوْهَامُ وَالْبَرُّ وَالْبَحْرُ

"جب اللہ تعالیٰ کی نعمت پر میرا شکر کرنا بھی ایک اور نعمت ہے جس پر شکر کرنا واجب ہے تو پھر اس کے فضل و کرم کے بغیر اس کا شکر کیسے ادا ہو سکتا ہے اگرچہ دن طویل ہو جائیں اور عمر مسلسل مل جائے۔ جب وہ خوشیاں عطا کرتا ہے تو ان کی مسرت پھیل جاتی ہے اور تکلیف دے تو اس کے بعد اجر بھی عطا کرتا ہے۔ خوشی اور غم دونوں میں اس کی نعمتیں پوشیدہ ہیں جن کا احاطہ کرنے سے اوہام اور بر و بحر عاجز ہیں۔"[1]

جناب ابو عباس رحمہ اللہ ان شعروں کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں: یہ بڑا خوبصورت کنایہ ہے۔ شاعر کہتا ہے: بے شک اللہ کی تعریف و توصیف بیان کرنا اس کی مدد کے بغیر ممکن نہیں، لہٰذا اس توفیق پر بھی اس کی تعریف کرنا واجب ہے، پھر اس دوسری مرتبہ تعریف کرنے پر بھی تعریف کرنا اور شکر کرنا، پہلی تعریف پر شکر ادا کرنے کی طرح واجب ہے حتی کہ اس کی کوئی انتہا نہیں (بلکہ نعمت کے شکر پر ادائے شکر لازم آتا جائے گا۔)

ابو عتاہیہ نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے:

إِذَا أَنْتَ لَمْ تَزْدَدْ عَلَى كُلِّ نِعْمَةٍ
قَدْ آتَاكَهَا شُكْرًا فَلَسْتَ بِشَاكِرٍ

"جب تم اللہ کی عطا کردہ ہر نعمت پر شکر گزاری میں اضافہ نہیں کرتے تو یقیناً تم شکر گزار نہیں ہو۔"[2]

---

① بهجة المجالس: 317/3، والمستطرف: 278/1، و زهر الآداب: 89/1.

② ديوان أبي العتاهية، ص: 34.

اسی مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے یزید بن محمد مہلبی کہتے ہیں:

فَكَيْفَ بِشُكْرِ ذِي نِعَمٍ إِذَا مَا
شَكَرْتُ لَهُ فَشُكْرِي مِنْهُ نِعْمَةٌ

''نعمتوں والے مالک کی نعمتوں کا شکر کیسے ادا ہوگا جبکہ میں شکر بھی کرتا ہوں تو یہ بھی اسی کی نعمت ہے۔''[1]

سلف صالحین کے ارشادات میں سے حضرت فضل بن سہل رحمہ اللہ کا ارشاد ہے: جو شخص مزید نعمتیں حاصل کرنا چاہتا ہے، اسے شکر کرنا چاہیے اور جو اللہ کے ہاں مقام و مرتبے کا خواہش مند ہو، اسے گناہوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

جناب باہلی نے حضرت ابوفروہ رحمہ اللہ کا بیان نقل کیا ہے۔ ان کا ارشاد ہے کہ اس ذات کا شکر کرو جس نے تم پر نوازشات کیں اور تمھاری شکر گزاری پر بھی انعامات فرمائے کیونکہ شکر گزاری پر نعمت زوال پذیر نہیں ہوتی اور ناشکری سے وہ برقرار نہیں رہتی۔ شکر نعمت میں اضافے اور عذاب و مصائب سے تحفظ و امن کا باعث ہے۔

میری مسلمان بہن! ممکن ہے تم یہ سوال کرو کہ جب شکر کا مقام و مرتبہ اس قدر عظیم اور اعلیٰ ہے تو پھر مسلمان عورتیں اپنے رب کا شکر کیوں نہیں کرتیں؟ ہمیں اس سوال پر غور کرنا اور اس کا جواب تلاش کرنا چاہیے لیکن ہمیں طویل تفتیش و تحقیق کی ضرورت نہیں۔ اس ناشکری کے دو اسباب ہیں، تیسرا کوئی سبب نہیں۔

پہلا سبب یہ ہے کہ وہ منعم حقیقی کی معرفت سے محروم اور انھیں نعمت کی قدر و قیمت کا شعور و احساس نہیں ہے جیسا کہ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نعمت کے شکر کا تصور اسے جانے بغیر ممکن نہیں اور لوگ نعمت کو جان بھی لیں تو ان کا خیال ہوتا ہے کہ اس نعمت کا شکر صرف یہ ہے

[1] بهجة المجالس: 317/3.

کہ زبان سے کہہ دیا جائے: الحمدللہ ''اللہ کا شکر ہے۔'' اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ شکر کا اصل مطلب یہ ہے کہ نعمت کو اس مقصد کے لیے بروئے کار لایا جائے جس کے لیے یہ عطا کی گئی ہے، یعنی اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کی جائے۔[1]

دوسرا سبب نعمتوں سے غفلت ہے۔ آج کی مسلمان عورت، اسلام کی ہدایت نصیب ہونے، ایمان کی توفیق ملنے، صحت، مال اور اولاد کے فضل وکرم کو نعمت ہی نہیں سمجھتی۔ وہ کان، آنکھ، دل، ہاتھ اور پاؤں کو اللہ کی نعمت ہی نہیں سمجھتی۔ وہ ذائقہ چکھنے، سونگھنے اور دیگر حواس کو نعمت ہی خیال نہیں کرتی۔ اس طرح مسلمان عورت صرف مالی نعمت کا شکر ادا کرتی ہے اور اللہ کی دیگر تمام نعمتیں جو ہم نے ابھی ابھی بیان کی ہیں، انھیں بھول جاتی ہے۔

میری مسلمان بہن! درج ذیل مثالیں پڑھو اور ان پر اچھی طرح غور وفکر کرو۔

- ایک شخص نے ایک جید بزرگ کے سامنے اپنے فقر وفاقے کا حال بیان کیا اور پھر شدید غم کے جذبات ظاہر کیے تو انھوں نے فرمایا: کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تمھیں ڈھیر ساری دولت دے دی جائے اور اس کے عوض تمھاری آنکھیں چھین کر تمھیں اندھا کر دیا جائے۔ سائل نے عرض کی: ہرگز نہیں، بزرگ نے پوچھا: کیا تمھیں یہ گوارا ہوگا کہ تم گونگے ہو جاؤ اور تمھیں دس ہزار درہم مل جائیں؟ اس نے کہا: ہرگز نہیں، بزرگ نے دریافت کیا: تمھیں پسند ہوگا کہ تمھارے ہاتھ پاؤں کٹ جائیں اور تمھیں بیس ہزار درہم مل جائیں؟ اس نے کہا: بالکل نہیں، بزرگ نے پھر پوچھا: کیا تم دس ہزار درہم لے کر پاگل ہونا پسند کرو گے؟ اس نے کہا: ہرگز نہیں، تو بزرگ نے فرمایا: تو پھر تجھے اتنے کریم پروردگار کا شکوہ کرتے ہوئے شرم نہیں آتی جس نے تجھے اس قدر انمول نعمتیں عطا کر رکھی ہیں؟

---

[1] الإحیاء: 120/4.

کہا جاتا ہے کہ بعض سلف صالحین شدید غربت کا شکار تھے۔ وہ سخت پریشان تھے اور غربت سے عاجز آ گئے تھے۔ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا تھا: کیا تم یہ پسند کرو گے کہ ہم تمھیں سورۂ انعام بھلا دیں اور تمھیں ایک ہزار دینار دے دیں؟ انھوں نے کہا: ہرگز نہیں، پوچھا: اچھا تو تم سورۂ ہود کے بدلے میں یہ سودا پسند کرو گے؟ انھوں نے کہا: بالکل نہیں۔ اسی طرح متعدد سورتیں بھلا دینے کے عوض بھاری دولت کی پیش کش کی جاتی رہی اور وہ انکار کرتے رہے۔ اس پر وہ بولا: تمھارے پاس لاکھوں دینار مالیت کی سورتیں موجود ہیں مگر پھر بھی تم فقر و فاقے کا شکوہ کرتے ہو؟ صبح ہوئی اور یہ خواب یاد آیا تو ان کا فکر و غم دور ہو گیا۔

حق یہ ہے کہ اللہ کی نعمتیں شمار ہو سکتی ہیں نہ مال و دولت کی ان کے ساتھ کوئی نسبت ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں انمول ہیں۔ اب ذرا اس نصیحت پر غور کیجیے: جناب ابن سماک ہارون الرشید کے پاس حاضر ہوئے۔ ہارون کے ہاتھ میں پانی کا پیالہ تھا اور وہ پانی پی رہا تھا۔ ہارون نے ان سے کہا: مجھے نصیحت کیجیے۔ ابن سماک نے فرمایا: اگر آپ کو پانی کا یہ ایک گھونٹ آپ کی ساری دولت و ثروت کے بدلے میں ملے ورنہ آپ پیاسے رہ جائیں تو کیا آپ پانی کے لیے اپنی ساری دولت دے دیں گے؟ ہارون نے کہا: ہاں! میں دے دوں گا۔

انھوں نے پوچھا: اگر آپ کو یہ پانی ساری بادشاہی کے بدلے میں ملے تو کیا آپ اپنی پیاس بجھانے کے لیے یہ پانی لے لیں گے؟ ہارون نے کہا: بے شک لے لوں گا۔

ابن سماک رحمہ اللہ نے فرمایا: تو پھر آپ کو اس بادشاہی پر اتنا ناز نہیں ہونا چاہیے جس کی قیمت محض پانی کے ایک گھونٹ کے برابر ہے۔

اے میری مسلمان بہن! آؤ اللہ کی نعمتوں کا خوب شکر کرو اور اپنی اس گزشتہ زندگی پر جو اللہ رب العزت کی شکر گزاری کے بغیر گزری ہے، اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرو تاکہ تم ''مثالی خاتون'' کے مرتبے کو پہنچ سکو۔ اللہ تمھیں اپنی ان مقبول بندیوں میں شامل فرمائے۔

مصیبت میں صبر کرنے اور اپنے رب کے فیصلے پر راضی رہنے والی خاتون

میری مسلمان بہن! صبر نصف ایمان، رحمان کی خوشنودی کا باعث اور جنت کے حصول کا سبب ہے۔ تیرے رب نے تجھے صبر کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱسْتَعِينُوا بِٱلصَّبْرِ وَٱلصَّلَوٰةِ﴾

''اے ایمان والو! تم صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو۔''[1]

جب تم صبر کرنے لگو اور خوشی میں اعتدال اور غم میں صبر کا مظاہرہ کرو تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ تمھاری تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَٱلصَّٰبِرِينَ فِى ٱلْبَأْسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ وَحِينَ ٱلْبَأْسِ ۗ أُولَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُتَّقُونَ ۝﴾

''اور تنگ دستی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے، وہی لوگ سچے ہیں اور وہی پرہیزگار ہیں۔''[2]

میری مسلمان بہن! اگر تم صبر کرنے والی عورتوں میں شامل ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمھارے لیے اپنی محبت واجب کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلصَّٰبِرِينَ ۝﴾

''اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''[3]

---

[1] البقرة 153:2. [2] البقرة 177:2. [3] آل عمران 146:3.

اور اللہ تعالیٰ تمھیں عظیم اجر وثواب عطا کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوٓا أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ﴾

''اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم یقیناً انھیں ان کا اجر وثواب اس سے بہتر دیں گے جو وہ عمل کرتے تھے۔''[1]

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّـٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ ﴾

''بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا پورا پورا اجر بغیر حساب دیا جائے گا۔''[2]

اور اللہ تعالیٰ نے قیامت والے دن تمھاری کامیابی اور جہنم سے نجات کو دار البلاء، یعنی دنیا میں تمھارے لیے صبر کرنے پر موقوف کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَالْمَلَـٰٓئِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِم مِّن كُلِّ بَابٍ ۝ سَلَـٰمٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ ﴾

''اور فرشتے (جنت کے) ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور (کہیں گے:) تم پر سلام ہو، اس لیے کہ تم نے صبر کیا، لہٰذا آخرت کا گھر بہت خوب ہے۔''[3]

جی ہاں! میری مسلمان بہن! یہ ساری جزا اور یہ عظیم ثواب، مصائب پر صبر کرنے والوں کے لیے ہے اور انھیں یہ ثواب کیوں نہ دیا جائے جبکہ مومن کا ہر حال بھلائی والا ہوتا ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

«عَجَبًا لِّأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ، . . . إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ»

''مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے، اس کا سارا ہی معاملہ سراسر خیر ہے...... اگر اسے خوشی

[1] النحل 96:16. [2] الزمر 10:39. [3] الرعد 24,23:13.

نصیب ہوتی ہے تو یہ شکر کرتا ہے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر تنگی میں مبتلا ہو تو صبر کرتا ہے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔‘‘[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جسے تین چیزیں نصیب ہو جائیں تو اسے دنیا و آخرت کی ہر بھلائی نصیب ہو جاتی ہے: خوشحالی میں دعا مانگنے کی توفیق، اللہ کی قضا و قدر پر راضی رہنے کا اظہار اور مصیبت پر صبر کرنے کی توفیق۔

جناب ابوعتاہیہ کہتے ہیں:

اِصْبِرْ لِكُلِّ مُصِيبَةٍ وَّتَجَلَّدِ
وَاعْلَمْ بِأَنَّ الْمَرْءَ غَيْرُ مُخَلَّدِ
أَوَ مَا تَرٰى أَنَّ الْمَصَائِبَ جَمَّةٌ
وَتَرَى الْمَنِيَّةَ لِلْعِبَادِ بِمَرْصَدِ
مَنْ لَّمْ يُصَبْ مِمَّنْ تَرٰى بِمُصِيبَةٍ؟
هٰذَا قَبِيلٌ لَّسْتَ فِيهِ بِأَوْحَدِ
وَإِذَا أَتَتْكَ مُصِيبَةٌ تَشْجٰى بِهَا
فَاذْكُرْ مُصَابَكَ بِالنَّبِيِّ مُحَمَّدِ

’’ہر مصیبت پر صبر کرو، دلیری کا مظاہرہ کرو اور خوب جان لو کہ آدمی ہمیشہ نہیں رہے گا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ مصائب اکٹھے ہو کر آ گئے ہیں اور موت ہر شخص کی گھات میں ہے۔ تم نے کسے دیکھا ہے کہ اس پر کوئی مصیبت نہ آئی ہو؟ تم اس معاملے میں اکیلے نہیں ہو۔ جب تمھیں سخت رنجیدہ اور کبیدہ خاطر کر دینے والی مصیبت آ جائے تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات یاد کر کے اپنی مصیبت کو دیکھو (اس طرح یہ نئی

[1] صحيح مسلم، الزهد، باب المؤمن أمره كله خير، حديث: 2999.

مصیبت ہلکی ہو جائے گی)۔"①

میری مومنہ بہن! یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے ایمان کے مطابق تمھاری آزمائش کرتا ہے۔ تمھارا ایمان بہت مضبوط ہے تو تمھاری آزمائش بھی سخت ہوگی اور تمھارا دین وایمان کمزور ہے تو اللہ تعالیٰ تمھاری آزمائش بھی ہلکی کرے گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ارشاد سنیے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سب سے سخت آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انبیائے کرام کی، پھر ان لوگوں کی جو ان سے رتبے میں کم ہوں اور پھر ان افراد کی جو ان کے بعد افضل ہوں۔ آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، اس کا دین وایمان مضبوط ہو تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے اور اگر اس کا ایمان کمزور ہو تو اس کی آزمائش بھی اسی نسبت سے ہوتی ہے۔ بندے کی مسلسل آزمائش ہوتی رہتی ہے حتی کہ (ایک وقت ایسا آتا ہے) وہ زمین پر گناہوں سے پاک صاف ہو کر چلتا ہے۔"②

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ آپ شدید بخار میں تپ رہے تھے۔ میں نے اپنا ہاتھ آپ کے جسم مبارک پر رکھا تو مجھے آپ کی حرارت اپنے ہاتھوں میں محسوس ہوئی، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کو کتنا شدید بخار ہے؟ آپ نے فرمایا:

«إِنَّا كَذٰلِكَ يُضَعَّفُ لَنَا الْبَلَاءُ وَيُضَعَّفُ لَنَا الْأَجْرُ»

"ہم (انبیائے کرام) کو اسی طرح دگنی آزمائش آتی ہے اور ہمیں اجر وثواب بھی دُگنا دیا جاتا ہے۔"

---

① ديوان أبي العتاهية، ص: 75,74.

② جامع الترمذي، الزهد، باب ماجاء في الصبر على البلاء، حديث: 2398، و سنن ابن ماجه، الفتن، باب الصبر على البلاء، حديث: 4023، و مسند أحمد: 172/1.

میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! سب سے سخت آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا:

«اَلْأَنْبِيَاءُ» ''انبیائے کرام کی۔''

میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! پھر کس کی؟ آپ نے فرمایا:

«ثُمَّ الصَّالِحُونَ، إِنْ كَانَ أَحَدُهُمْ لَيُبْتَلَىٰ بِالْفَقْرِ، حَتّٰى مَا يَجِدُ أَحَدُهُمْ إِلَّا الْعَبَاءَةَ يُحَوِّيهَا، وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمْ لَيَفْرَحُ بِالْبَلَاءِ كَمَا يَفْرَحُ أَحَدُكُمْ بِالرَّخَاءِ»

''پھر نیک لوگوں کی۔ بے شک ان میں سے کسی کو فقر و فاقے کے ساتھ آزمایا جاتا ہے حتی کہ وہ ایک چوغے کے سوا کوئی لباس نہیں پاتا۔ بے شک ان میں سے بعض آزمائش پر اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی شخص خوشحالی پر خوش ہوتا ہے۔''[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ حَتّٰى يَلْقَى اللهَ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ»

''مومن مرد اور مومن عورت کی اس کے بدن، اولاد اور مال میں مسلسل آزمائش ہوتی رہتی ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرتا ہے کہ اس کا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا (سب آزمائش کی وجہ سے معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔)''[2]

اگر تم یہ سوال کرو کہ اللہ تعالیٰ مومن عورت کو اس کے مقام و مرتبے کی وجہ سے عافیت و سلامتی میں کیوں نہیں رکھتا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ مومنہ کو اس کے گناہوں سے پاک صاف کرنا چاہتا ہے لیکن جب اس کی نیکیاں اس مقصد کے لیے کافی نہیں

---

[1] سنن ابن ماجه، الفتن، باب الصبر على البلاء، حديث: 4024، والمستدرك للحاكم: 307/4.

[2] جامع الترمذي، الزهد، باب [ماجاء] في الصبر على البلاء، حديث: 2399، و مسند أحمد: 287/2.

ہوتیں تو اس کا رب اسے گناہوں سے پاک کرنے کے لیے اسے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ یہی وہ مفہوم ہے جسے نبی کریم ﷺ نے گزشتہ حدیث میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کو شدید بخار تھا۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کو تو بڑا سخت بخار ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَجَلْ ! إِنِّي أُوعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنكُمْ»

''ہاں! مجھے تم میں سے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوا ہے۔'' میں نے کہا: کیا یہ اس لیے ہے کہ آپ کو دوہرا اجر ملتا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَجَلْ !» ''ہاں!''

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يُّصِيبُهُ أَذًى مِّنْ مَّرَضٍ فَمَا سِوَاهُ، إِلَّا حَطَّ اللّٰهُ بِهِ سَيِّئَاتِهِ، كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا»

''جس مسلمان کو بیماری کی وجہ سے تکلیف پہنچتی ہے یا اس سے کم کوئی رنج و غم ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جس طرح درخت (موسم خزاں میں) اپنے پتے جھاڑ دیتا ہے۔''[1]

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

«مَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ وَّصَبٍ، وَلَا نَصَبٍ، وَلَا سَقَمٍ، وَلَا حَزَنٍ، حَتَّى الْهَمِّ يُهَمُّهُ إِلَّا كُفِّرَ بِهِ مِنْ سَيِّئَاتِهِ»

''مومن شخص کو جو بھی تکلیف، تھکاوٹ، بیماری یا غم پہنچتا ہے یا کوئی فکر و پریشانی لاحق

[1] صحيح البخاري، المرضى، باب : أشد الناس بلاءً الأنبياء......، حديث : 5648 ، وصحيح مسلم، البر والصلة، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض أو حزن ......، حديث:2571 واللفظ له.

ہوتی ہے تو اس کے ذریعے سے بھی اس کے گناہ معاف فرما دیے جاتے ہیں۔''[1]

میری پیاری مسلمان بہن! یقیناً تمھیں اپنی زندگی میں آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کبھی یہ آزمائش تمھارے جسم و جان سے ہوگی، کبھی خاوند سے، کبھی اولاد اور کبھی والدین اور دیگر عزیز و اقارب کے بارے میں ہوگی۔ اس موقع پر تمھارے ایمان کی قوت ظاہر ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں تمھارے ایمان کا امتحان لینے ہی کے لیے آزمائش میں ڈالا ہے۔ کیا تم صبر کرکے زمین و آسمان کے رب سے عظیم اجر و ثواب حاصل کرتی ہو یا اس کی قضا و قدر پر شکوہ و شکایت کا اظہار کرتی ہو؟ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو آزماتا ہے تاکہ ان کے حالات، ان کے اعمال اور ان کے نامۂ اعمال کو برے اعمال سے پاک کرکے درست کردے۔

اب یہ حدیث نبوی سنیے جو حضرت ام علاء بیان کرتی ہیں، وہ کہتی ہیں:

«عَادَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَأَنَا مَرِيضَةٌ، فَقَالَ: أَبْشِرِي يَا أُمَّ الْعَلَاءِ! فَإِنَّ مَرَضَ الْمُسْلِمِ يُذْهِبُ اللهُ بِهِ خَطَايَاهُ، كَمَا تُذْهِبُ النَّارُ خَبَثَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ»

رسول اللہ ﷺ نے میری بیماری میں میری عیادت کرتے ہوئے فرمایا: ''اے ام علاء! خوش ہو جا۔ بے شک مسلمان کی بیماری سے اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جس طرح آگ سونے چاندی کا میل کچیل اور کھوٹ ختم کر دیتی ہے۔''[2]

اس لیے اگر تمھیں کسی آزمائش یا بیماری پر صبر کرنے کا اجر و ثواب معلوم ہے تو تم آزمائش پر صبر کرو۔

---

[1] صحیح البخاري، المرض، باب ماجاء في كفارة المرض، حدیث :5642,5641، وصحیح مسلم، البر والصلة، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض أو حزن ......، حدیث : 2573 واللفظ له.

[2] سنن أبي داود، الجنائز، باب عیادة النساء، حدیث : 3092.

میری مومنہ بہن! ایمان میں صبر کا وہی مقام ہے جو سر کا بدن میں ہے۔ جو صبر نہیں کرتا، اس کا کوئی ایمان نہیں، لہٰذا آزمائش پر صبر کرنا، خود کو جزع فزع سے روکنا اور زبان کو شکوہ شکایت کرنے سے باز رکھنا دنیاوی سفر میں مومن عورت کا زادِ راہ ہے تاکہ وہ آخرت میں ''بہترین عورتوں'' کی صف میں شامل ہو سکے۔ صبر کے فائدوں میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ مسلمان عورت کو جنت کا وارث بنا دیتا ہے۔ اب ایک واقعہ سنیے اور اس پر غور و فکر کیجیے۔

جناب عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ انھیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا میں تمھیں ایک جنتی خاتون نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا: ضرور دکھائیں۔ انھوں نے کہا: یہ سیاہ رنگ کی عورت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! مجھے مرگی کے دورے پڑتے ہیں اور میرا ستر کھل جاتا ہے، لہٰذا اللہ سے دعا کریں کہ میری یہ تکلیف دور ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللهَ أَنْ يُّعَافِيَكِ قَالَتْ : أَصْبِرُ ، وَإِنِّي أَتَكَشَّفُ ، فَادْعُ اللهَ لِي أَنْ لَّا أَتَكَشَّفَ ، فَدَعَا لَهَا»

''اگر تم چاہو تو صبر کرو، تمھیں جنت مل جائے گی اور اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیتا ہوں، وہ تمھیں عافیت عطا فرما دے گا؟ اس نے کہا: میں صبر کروں گی۔ اس نے پھر کہا: میں بے پردہ ہو جاتی ہوں، آپ اللہ سے دعا کر دیں کہ میں بے پردہ نہ ہونے پاؤں، پس آپ نے اس کے لیے دعا کر دی۔''[1]

غور کیجیے! کس طرح اس عظیم خاتون نے جنت میں داخلے کے لیے بیماری پر صبر اختیار کیا۔ تم

---

[1] صحيح البخاري، المرض، باب فضل من يصرع من الرّيح ، حديث : 5652 ، و صحيح مسلم، البر والصلة، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض أوحزن......، حديث : 2576 واللفظ له.

بھی جان لو کہ دنیا میں آزمائشوں پر صبر کرنا جنت میں داخلے کی ضمانت ہے۔

صبر کے فائدوں میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشی کی نوید دلاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ ﴾

''اور ہم تمھیں کسی قدر خوف، بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں میں کمی کرکے ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دیجیے۔''[1]

صبر کے فوائد میں یہ بھی ہے کہ یہ صبر کرنے والے کو امام کا درجہ دلوا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ۝ ﴾

''اور جب انھوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں کچھ ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے۔''[2]

صبر کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ صبر کرنے والی قوم ہی اللہ تعالیٰ کی آیات اور عبرتوں سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِّرْهُم بِأَيَّامِ اللَّهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝ ﴾

''اپنی قوم کو ظلمتوں سے نور کی طرف نکال لا اور انھیں اللہ کے (یادگار) ایام یاد دلا، بے شک ان میں ہر صابر (اور) شاکر کے لیے نشانیاں ہیں۔''[3]

اور فرمایا:

---

① البقرة 155:2. ② السجدة 24:32. ③ إبراهيم 5:14.

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ○ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ○ ﴾

''اور اسی کی نشانیوں میں سے ہیں سمندر میں چلنے والے پہاڑوں جیسے جہاز (اور کشتیاں) اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک لے، پھر وہ (جہاز) سمندر کی سطح پر کھڑے رہ جائیں۔ بلاشبہ اس میں ہر صابر وشاکر کے لیے عظیم نشانیاں ہیں۔''[1]

میری پیاری مسلمان بہن! بے شک ''بہترین عورت'' ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر پر راضی رہتی ہے۔ وہ جانتی ہے کہ خیر اسی میں ہے اور قضا وقدر پر اظہار ناراضی میں شر ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ اکثر مسلمان عورتیں اچھی تقدیر پر تو خوشی کا اظہار کرتی ہیں مگر اس کے برعکس اگر انھیں کوئی معاملہ اپنی توقعات کے خلاف نظر آئے تو وہ مایوس ہو جاتی ہیں۔ یہ ان کے ایمان کی کمزوری ہے اور اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر عدم اعتماد ہے۔

لہٰذا اگر تم ''خیر النساء'' کا مرتبہ پانا چاہتی ہو تو اس کا طریقہ یہی ہے کہ خوشحالی میں اللہ کی تقدیر پر راضی اور شکر کرنے والیوں میں سے ہو جاؤ اور تنگی اور مصیبت میں صبر کرتے ہوئے اللہ کی تقدیر پر راضی ہونے والی عورتوں میں سے ہو جاؤ۔

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ایمان کی چوٹی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں اس کی مکمل فرماں برداری اختیار کی جائے۔
- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میں ایک انگارہ چاٹ لوں اور وہ میری زبان جلا دے یا باقی رہنے دے، یہ میرے لیے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں کسی واقع ہو جانے والی چیز کے بارے میں کہوں: کاش یہ نہ ہوتی! یا کسی واقع نہ ہونے والے امر پر زبان سے یہ کہوں: کاش! یہ کام ہو جاتا۔

---

[1] الشوریٰ 33,32:42.

- حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کے حکم پر صبر اور اس کی تقدیر پر رضامندی کا اظہار، ایمان کی چوٹی ہے اور اللہ جب کوئی فیصلہ کرتا ہے تو وہ پسند کرتا ہے کہ ہم اس کے فیصلے پر راضی ہو جائیں۔
- حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صرف تقدیر کے معاملات میں فرحت وسرور باقی رہ گیا ہے۔ ان سے پوچھا گیا: آپ کیا پسند کرتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: جس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرما دے۔
- حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب تم اپنے لیے اللہ کی تقدیر پر صبر نہیں کر سکتے تو تم اپنے لیے اپنی تقدیر پر بھی صبر نہیں کر سکو گے۔
- اسرائیلی روایات میں بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داود علیہ السلام کی طرف وحی کی: ''اے داود! ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت و ارادہ ہے۔ ہوگا وہی جو میں چاہوں گا، اس لیے اگر تم نے میری چاہت کو تسلیم کر لیا تو میں تمھیں تمھاری چاہت کے لیے کافی ہو جاؤں گا۔ اور اگر تم نے میری چاہت کو تسلیم نہ کیا تو میں تمھیں تمھاری چاہت کے حصول میں تھکا دوں گا۔ پھر بھی ہوگا وہی جو میں چاہوں گا۔''

میری مسلمان بہن! بے شک ''بہترین عورت'' اپنے رب کی قضا و قدر پر مکمل رضامندی کا اظہار کرتی ہے، لہٰذا وہ آزمائش آنے پر ثواب کی امید رکھتی ہے اور آنے والی آزمائش کو چھپاتی ہے اور کسی شخص کے سامنے اس کا شکوہ نہیں کرتی جبکہ دیگر عورتیں ہمیشہ ایک دوسرے سے اللہ کی قضا وقدر کا شکوہ کرتی رہتی ہیں۔ یہ حالت ان کے قلبی ایمان کی عدم تکمیل اور اپنے رب کی عظمت وقدرت کی عدم معرفت کی وجہ سے ہے۔

جناب فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے ایک شخص کو کسی سے اپنی آزمائش کا شکوہ کرتے سنا تو فرمایا: تم رحیم وکریم ذات الٰہی کا شکوہ اس سے کر رہے ہو جو تم پر رحم نہیں کرتا اور وہ خود بھی ایک

مخلوق ہے۔

بعض اسلاف کرام رحمہم اللہ کا قول ہے: جو شخص نازل ہونے والی مصیبت کا شکوہ کرتا ہے گویا وہ اپنے رب کا شکوہ کرتا ہے۔...... ہاں! اگر تم ڈاکٹر کو اپنی بیماری کی تفصیلات بتاؤ تو یہ شکوہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ان معاملات میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے درمیان جائز رکھے ہیں (اور ایسے امور اختیار کرنا جائز ہے۔)

درحقیقت شکوہ یہ ہے کہ اس شخص کے سامنے اللہ کی نازل کردہ آزمائش کی شکایت اور تکلیف کا اظہار کرنا جو اسے دور کرنے کی طاقت و ہمت ہی نہیں رکھتا۔ اب اگر کوئی عورت اپنی سہیلی یا ہمسائی کے پاس بیٹھ کر اپنی بیماری اور آزمائش کا تذکرہ کرے اور وہ اس کے حال پر افسوس کا اظہار کرے اور کہے کہ تم بہت اچھی خاتون ہو مگر میں تمھاری مصیبت میں تمھارے کام نہیں آ سکتی۔ میری مسلمان بہن! بس اسی گِلہ گزاری کا نام شکوہ ہے۔

سلف صالحین رحمہم اللہ فرماتے تھے: چار چیزیں جنت کے خزانوں میں سے ہیں: (1) مصیبت کو چھپانا (2) صدقہ و خیرات کو پوشیدہ رکھنا (3) فقر و فاقے کو مخفی رکھنا اور (4) تکلیف کو چھپانا۔

میری مسلمان بہن! امام ابن عبدربہ اندلسی کا ارشاد سنیے: وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے ایک دوست نے بتایا کہ قاضی شریح نے مجھے ایک دوست کو اپنا غم سناتے ہوئے دیکھا تو میرے ہاتھ پکڑ لیے اور فرمایا: اے بھتیجے! اللہ کے سوا کسی سے شکوہ کرنے سے بچو کیونکہ تم جس سے بھی شکوہ کرو گے، وہ دو حال سے خالی نہ ہوگا۔ وہ تیرا دوست ہوگا یا دشمن۔ دوست تو تیرے غم سے غمگین ہوگا مگر تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا اور دشمن تیری مصیبت سن کر خوش ہوگا۔ میری یہ آنکھ دیکھو، اللہ کی قسم! میں نے گزشتہ پندرہ سال سے اس آنکھ سے کسی شخص کو نہیں دیکھا اور میں نے آج تک کسی کو اس کے بارے میں بتایا بھی نہیں۔ کیا تم نے اللہ کے ایک نیک بندے کا یہ قول نہیں سنا:

﴿ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ﴾
”بے شک میں اپنی پریشانی اور غم کا شکوہ اللہ ہی سے کرتا ہوں۔“[1]

اس لیے تو بھی خبردار ہو جا۔ اللہ ہی کی ذاتِ عالی کے سامنے اپنے شکوے رکھا کر اور ہر مصیبت اور ہر غم اسی سے بیان کیا کر کیونکہ وہ نہایت قریب سے سننے والی ذاتِ اقدس ہے۔[2]

جناب محمود وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَئِنْ فَاتَ مَا كُنْتَ أَمَّلْتَهُ
جَزِعْتَ وَمَاذَا يَرُدُّ الْجَزَعُ
فَفَوِّضْ إِلَى اللهِ كُلَّ الْأُمُورِ
فَلَيْسَ يَكُونُ سِوٰى مَا صَنَعُ

”اگر تمھیں تمھاری تمنا حاصل نہیں ہوتی تو تم بے صبری کا اظہار کرتے ہو اور بے صبری کچھ فائدہ نہیں دیتی، اس لیے تم تمام امور اللہ کے سپرد کر دو کیونکہ ہوتا وہی ہے جو وہ کرتا ہے۔“

اے مسلمان بہن آؤ! اللہ کی قضا و قدر پر راضی ہو جاؤ اور یہ قرآنی آیات اپنے سامنے رکھو۔ اگر تم یہ کام کر لو گی تو تم یقیناً ”مثالی خاتون“ کے مرتبے کو پہنچ جاؤ گی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ﴾

”اور اگر اللہ آپ کو تکلیف پہنچائے تو اسے اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر اللہ آپ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی بھی رد کرنے والا نہیں۔“[3]

---

1. یوسف 86:12.
2. العقد الفرید: 282/2.
3. یونس 107:10.

اللہ جل شانہ نے فرمایا:

﴿ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ﴾

"اللہ لوگوں کے لیے (اپنی) رحمت سے جو (جن چیزوں کے در) کھول دے تو انھیں کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے، اس کے بعد کوئی اسے کھولنے والا نہیں اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔"[1]

اور شاعر نے سچ ہی کہا ہے:

رَضِيتُ بِمَا قَسَّمَ اللّٰهُ لِي
وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَى خَالِقِي
فَقَدْ أَحْسَنَ اللّٰهُ فِيمَا مَضَى
وَيُحْسِنُ إِنْ شَاءَ فِيمَا بَقِي

"میں اللہ کی تقسیم پر راضی ہوں اور میں نے اپنا معاملہ اپنے خالق کے سپرد کر دیا ہے۔ بے شک اس نے گزشتہ عمر میں جو مجھ پر کرم و احسان کیا اور بقیہ زندگی میں بھی اگر اس نے چاہا تو فضل و کرم ہی سے نوازے گا۔"

لہٰذا آؤ! لا إله إلا اللّٰه کہہ کر اپنے ایمان کی تجدید کرو۔ اپنی ہر مصیبت و آزمائش پر اللہ سے ثواب کی امید رکھو۔ خبردار! اللہ کے کسی فیصلے اور تقدیر پر ہرگز یہ الفاظ نہ کہنا: کاش ایسا نہ ہوتا! بلاشبہ توفیق اور درستی اللہ ہی عطا فرماتا ہے۔

---

[1] فاطر 2:35.

عاجزی اور تواضع اختیار کرنے والی عورت

مومنہ عورت اللہ تعالیٰ کی جنت کے حصول کے لیے اپنے تمام معاملات میں عاجزی اور تواضع اختیار کرتی ہے۔ نعمتوں کا حصول اور دنیوی زندگی کی آسائشیں اسے متکبر اور مغرور نہیں بناتیں بلکہ وہ ہر حال میں عجز وانکسار کا اظہار کرتی ہے۔

میری مسلمان بہن! جو عورت تواضع اختیار کرنا چاہتی ہے، اسے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنی چاہیے اور جو آپ کی پیروی کو پسند نہ کرے، وہ بہت بڑی جاہل ہے اور قیامت کے دن اس کا انجام بہت دردناک ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ دنیا اور دین میں اللہ تعالیٰ کے سب سے بلند مرتبہ بندے اور رسول تھے، لہٰذا آپ کی پیروی کیے بغیر دنیا اور آخرت میں بلندی اور نیک نامی کا حصول ناممکن ہے۔

حضرت ابن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہا: لوگوں نے یہ جو رنگ برنگے ملبوسات پہننے، طرح طرح کے کھانے اور مشروبات استعمال کرنے اور اعلیٰ سواریاں رکھنی شروع کر دی ہیں، ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: اے بھتیجے! اللہ کے لیے کھاؤ، اللہ کے لیے پیو، اس کی اطاعت کے لیے پہنو، ان میں سے کسی چیز میں بھی تم نے فخر وغرور، ریا کاری یا شہرت کا حصول مقصد بنایا تو وہ گناہ اور اسراف ہوگا۔ اپنے گھر میں وہی خدمات سرانجام دو جو رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں انجام دیتے تھے۔ آپ بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے، اپنا جوتا خود مرمت کر لیتے تھے، کپڑوں کو خود ٹانکہ لگا لیتے تھے۔ اپنے خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے تھے۔ بازار سے خریداری بنفس نفیس کرتے تھے، ہر امیر و

غریب کے ساتھ مصافحہ کرتے اور ہر ملنے والے چھوٹے بڑے کو سلام کرنے میں پہل فرماتے تھے۔ آپ دعوت قبول فرماتے اور دعوت میں پیش کی جانے والی کسی چیز کو حقیر نہیں سمجھتے تھے۔ آپ ﷺ نہایت نرم خو، ملنسار، منور اور کشادہ چہرے والے تھے۔ شخصیت میں بڑی محکمی تھی مگر شدت نہ تھی۔ اور ذلت و رسوائی سے پاک تواضع اختیار کرتے تھے، اسراف سے دور، نہایت سخی اور نرم دل تھے۔[1]

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں فرمایا: اللہ کی قسم! آپ کے دروازے آنے والوں کے لیے بند نہیں کیے جاتے تھے اور نہ آپ کی ملاقات سے دربان روکتے تھے۔ صبح و شام آپ کی خدمت میں کھانوں کے بڑے بڑے پیالے پیش نہیں کیے جاتے تھے۔ آپ لوگوں میں گھل مل کر رہتے تھے۔ جو بھی اللہ کے نبی ﷺ سے ملاقات کا مشتاق ہوتا، وہ آسانی سے ملاقات کر لیتا۔ آپ ﷺ زمین پر تشریف فرما ہوتے تھے۔ آپ کے لیے کھانا بھی زمین ہی پر رکھ دیا جاتا اور آپ کھا لیتے۔ آپ سخت اور کھردرا لباس پہنتے تھے، گدھے کی سواری کرتے تھے، اپنے غلام کو بھی اپنے پیچھے سوار کر لیتے تھے اور اپنی سواری کے جانور کو خود اپنے دست مبارک سے چارہ ڈالتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک حدیث بیان کرتے ہیں جس سے آپ ﷺ کی انتہائی تواضع کا اظہار ہوتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک عورت مدینہ کے کسی راستے میں ملی۔ اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے آپ سے کام ہے۔ آپ نے فرمایا:

«يَا أُمَّ فُلَانٍ! انْظُرِي أَيَّ السِّكَكِ شِئْتِ، حَتّٰى أَقْضِيَ لَكِ حَاجَتَكِ»

فَخَلَا مَعَهَا فِي بَعْضِ الطُّرُقِ، حَتّٰى فَرَغَتْ مِنْ حَاجَتِهَا»

[1] الإحياء: 356/3، وموعظة المؤمنين: 118/1.

''اے ام فلاں! تم مدینہ منورہ کی جس گلی میں چاہو بیٹھ جاؤ، میں تمھاری بات سننے کے لیے بیٹھ جاؤں گا۔ وہ ایک جگہ بیٹھ گئی۔ رسول اللہ ﷺ بھی اس کے پاس بیٹھ گئے، اس کی بات سنی اور اُسے جواب مرحمت فرمایا۔''[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُولُوا: عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ»

''میری شان میں اس طرح مبالغہ آرائی نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کی تھی، بے شک میں (اللہ کا) بندہ ہوں، لہٰذا تم بھی کہا کرو: آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''[2]

نبیٔ کریم ﷺ نے تواضع کے فضائل سکھاتے ہوئے فرمایا:

«مَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ»

''جو شخص اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ اسے بلند مقام عطا کر دیتا ہے۔''[3]

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی دو صورتیں ہیں:

(1) اللہ اسے دنیا میں بلند کر دے، یعنی اس کی تواضع کے سبب لوگوں کے دلوں میں اس کا مقام و مرتبہ بڑھا دے۔

(2) یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد آخرت کا ثواب ہو اور دنیا میں تواضع کے باعث اللہ اسے

---

[1] صحيح مسلم، الفضائل، باب قربه ﷺ من الناس و تبركهم به و تواضعه لهم، حديث: 2326، وسنن أبي داود، الأدب، باب في الجلوس بالطرقات، حديث: 4818.

[2] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا﴾، حديث: 3445.

[3] صحيح مسلم، البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع، حديث: 2588.

آخرت میں بلند مقام عطا کر دے۔

میری مسلمان بہن! جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ اخلاق حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے اور پھر انھیں اپنے اخلاق کا حصہ بنا کر اپنی سیرت کو آراستہ کر لیا۔

- جناب عمر مخزومی کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب کافی لوگ جمع ہو گئے تو منبر پر تشریف فرما ہوئے، اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق اس کی حمد وثنا بیان کی، نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا، پھر فرمایا: لوگو! میں نے خود کو اس حال میں دیکھا ہے کہ میں خاندانِ بنو مخزوم میں اپنی خالاؤں کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ اس کے عوض وہ مجھے ایک لپ کھجور یا کشمش دے دیا کرتی تھیں اور میں اسی پر پورا دن بسر کر لیتا تھا اور (کیا بتاؤں) وہ کیسا دن ہوتا تھا؟

یہ فرما کر منبر سے اتر آئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے امیر المومنین! آپ نے اپنے نفس کو ذلیل کرنے کے سوا کچھ نہیں فرمایا تو انھوں نے فرمایا: ابن عوف! تیرا بھلا ہو، میں تنہائی میں بیٹھا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا۔ میرا نفس مجھے کہنے لگا: آپ تو امیر المومنین ہیں، آپ سے افضل و اعلیٰ اور کون ہو سکتا ہے؟ پس میں نے چاہا کہ اپنے نفس کو اس کی اوقات یاد دلا دوں۔[1]

- سنان بن سلمہ ہذلی بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں بچوں کے ساتھ کچی کھجوریں چننے نکلا تو اچانک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے کوڑے سمیت ہمارے سامنے آ گئے۔ بچوں نے انھیں دیکھا تو کھجور کے باغ میں منتشر ہو گئے۔ وہ کہتے ہیں: میں بدستور کھڑا رہا۔ میرے تہ بند میں کچھ کھجوریں تھیں جو میں نے اکٹھی کی تھیں۔ میں نے عرض کی: امیر المومنین! یہ تو وہ کھجوریں ہیں جنھیں ہوا گراتی ہے (میں نے درخت سے کوئی کھجور چوری نہیں کی) انھوں

---

[1] الطبقات الکبریٰ لابن سعد: 293/3.

نے میرے تہ بند میں وہ کھجوریں دیکھیں مگر مجھے مارا نہیں۔ میں نے کہا: امیر المومنین! بچے مجھ سے آگے نکل چکے ہیں، وہ مجھ سے یہ کھجوریں چھین لیں گے۔ انھوں نے فرمایا: ہرگز نہیں، تم چلو، پھر وہ میرے گھر تک میرے ساتھ آئے۔ [1]

میری مسلمان بہن! یہ وہ مختصر مثالیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے، عادل بادشاہ عمر رضی اللہ عنہ کی تواضع عیاں ہوتی ہے۔ دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے کردار کی بھی ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔

جناب عبداللہ رومی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رات کے وقت وضو کرنے کے لیے پانی کا بندوبست خود ہی کر لیا کرتے تھے۔ ان سے عرض کی گئی: آپ کسی خادم کو حکم دیں، وہ یہ خدمت کر دیا کرے گا؟ انھوں نے فرمایا: نہیں، رات ان کے لیے ہے، اس وقت وہ آرام کرتے ہیں۔ [2]

جناب میمون بن مہران بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے جناب ہمدانی نے بیان کیا کہ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خچر پر سوار دیکھا۔ اس وقت آپ کے پیچھے آپ کا غلام نائل بھی سوار تھا، حالانکہ آپ ان دنوں مسلمانوں کے خلیفہ تھے۔ [3]

گویا آپ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفۂ راشد ہونے کے باوجود جاہ وحشم سے بے نیاز تھے۔ ان کے لیے کوئی سیکورٹی گارڈ نہیں تھا۔ نہ کوئی ایسی فوج یا پولیس تھی جو لوگوں کو دھکے دے دے کر ان کے لیے راستہ خالی کراتی، نہ ان کے لیے زندہ باد کے نعرے لگانے والے کارندے تھے، نہ ان کی شان میں قصیدے پڑھنے والے شاعروں کی کوئی ٹولی ان کے ساتھ تھی اور نہ ان کے آگے آگے چلنے والی سواریوں کی شاہانہ قطار تھی۔ یہ ایک ایسے خلیفۂ راشد

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد : 90/7.

[2] الزھد لأحمد، ص : 158 .

[3] حلیة الأولیاء لأبي نعیم :99/1.

کی حالت تھی جو مشرق و مغرب کے تمام مسلمان علاقوں کا حکمران تھا۔ اس حالت کا سبب کیا تھا؟ صرف یہ کہ وہ تواضع اختیار کرنے والی شخصیت تھے۔

حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر تھے، ملک شام کے قبیلۂ بنوتیم کا ایک شخص آیا۔ اس کے پاس انجیر کا ایک ڈھیر تھا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ (خادموں کی طرح کا) سادہ سا چوغہ پہنے ہوئے تھے۔ اس نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا: آؤ یہ بوجھ اٹھا لو، وہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو پہچانتا نہیں تھا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے وہ بوجھ اٹھا لیا (اور چل پڑے) لوگوں نے انھیں دیکھا تو پہچان لیا اور مذکورہ شخص سے کہا: (بھلے مانس!) یہ تو گورنر صاحب ہیں۔ وہ شخص شرمندہ ہوا۔ اس نے معذرت کی اور کہا: میں آپ کو جانتا نہ تھا (اس لیے یہ گستاخی ہوگئی، لہٰذا معاف فرما دیں۔) انھوں نے فرمایا (کوئی بات نہیں) میں یہ سامان تیرے گھر تک پہنچا کر ہی سر سے اتاروں گا۔ میں نے اس میں (ثواب کی) نیت کی ہے، لہٰذا میں اسے تیرے گھر پہنچائے بغیر سر سے نہیں اتاروں گا۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (مدینہ منورہ کے) گورنر بنے تو ایک مرتبہ آپ لکڑیوں کا ایک گٹھا اپنی کمر پر لاد کر لائے۔ وہ لوگوں سے کہتے جاتے تھے: امیر کو راستہ دو۔[2]

جناب بکیر بن اشج بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اپنے ایک باغ سے لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھائے نکلے۔ لوگوں نے انھیں دیکھ کر کہا: اے ابویوسف! یہ کام کرنے کے لیے آپ کے بیٹے اور غلام کافی ہیں تو انھوں نے فرمایا: میں نے یہ گٹھا اٹھا کر یہ تجربہ کرنا چاہا ہے کہ کیا میرا دل یہ کام کرنے سے انکار تو نہیں کرتا؟ (کہیں میرا دل غرور و تکبر میں تو مبتلا نہیں ہوگیا۔)[3]

ایک بار حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے امامت کرائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو

---

① الطبقات الكبرى لابن سعد : 88/4.

② مدارج السالكين لابن القيم : 337/2.

③ الزهد لابن المبارك، رقم : 833.

فرمایا: ابھی نماز کے دوران میں شیطان میرے دل میں مسلسل وسوسے ڈالتا رہا حتی کہ مجھے خیال گزرا کہ میں اپنے مقتدیوں سے افضل ہوں، میں آئندہ کبھی بھی امامت نہیں کراؤں گا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بڑی تیز رفتاری سے چلا کرتے تھے اور فرماتے تھے: تیز رفتاری فخر وتکبر سے بہت دور اور حاجت وضرورت کے پورا کرنے میں سبک ہے۔[2]

میری مومنہ بہن! ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد سنیے: آپ فرماتی ہیں: بے شک تم افضل ترین عبادت، یعنی تواضع سے غافل ہو۔[3]

نبی کریم کا فرمان ہے: جب بندہ اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا مقام و مرتبہ بلند کر دیتا ہے۔[4]

میری مسلمان بہن! جب تم سلف صالحین، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے ارشادات پر غور کرو گی تو تمھیں ان میں مسلمان عورت کی موجودہ زندگی اور آخرت میں تواضع کی اہمیت معلوم ہو جائے گی، لہٰذا عورت اس وقت تک ایمان کی بلندی کو نہیں پا سکتی جب تک کہ وہ رحمان کے لیے تواضع اختیار نہ کرے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بندہ ایمان کی چوٹی نہیں پا سکتا جب تک کہ تواضع اسے ہر شرف ومنزلت سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور دنیا کی تمام نعمتیں، کثیر مال ومتاع سے زیادہ پسندیدہ نہ ہو جائیں، امورِ حق میں اس کی محبت ونفرت برابر نہ ہو جائے اور وہ لوگوں کے لیے اسی طرح فیصلے نہ کرنے لگے جیسے اپنے لیے کرتا ہے۔[5]

---

① الزهد لابن المبارك، رقم: 834.

② الزهد لابن المبارك، رقم: 836.

③ حلية الأولياء لأبي نعيم: 57/2، والزهد لابن المبارك: 132/3، رقم: 393.

④ صحيح مسلم، البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع، حديث: 2588.

⑤ الزهد لابن المبارك (زيادات الزهد لنعيم بن حماد)، ص: 474، رقم: 189.

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ایک درخت کے پاس پہنچا۔ اس کے نیچے ایک آدمی چرمی چادر اوڑھے لیٹا تھا اور سورج اس چادر پر چمک رہا تھا۔ میں نے اس کی چادر ٹھیک کر دی۔ (تاکہ اسے دھوپ نہ لگے) جب وہ شخص جاگا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے بتایا کہ دھوپ آنے کی وجہ سے میں نے آپ کی چادر درست کر کے آپ کے اوپر ڈال دی تھی۔ اس پر انھوں نے فرمایا: اے جریر! دنیا میں اللہ کے لیے تواضع اختیار کرو کیونکہ جو شخص دنیا میں اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ اسے قیامت والے دن بلند مقام عطا کرے گا۔ اے جریر! کیا تمھیں پتہ ہے کہ جہنم کا اندھیرا کیا ہوگا؟ میں نے کہا: نہیں، فرمایا: وہ اندھیرا دنیا میں لوگوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہوگا۔ [1]

جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تواضع کی حقیقت اور تواضع کی اصل جس سے ہر مسلمان کو آراستہ ہونا چاہیے، کے متعلق فرماتے ہیں: تواضع کی اصل بلندی یہ ہے کہ تم مجلس میں اس حقیر ترین جگہ پر راضی ہو جاؤ جہاں نفس بیٹھنا پسند نہ کرتا ہو۔ بعض لوگ جوتوں والی جگہ پر بیٹھ جاتے ہیں، حالانکہ ان کے دل تکبر و غرور سے بھرے ہوتے ہیں۔ وہ ایسا اس لیے کرتے ہیں کہ لوگ کہیں کہ یہ شخص بڑا متواضع ہے۔ آپ فرماتے تھے: تواضع کی علامت یہ ہے کہ تو لوگوں کے درمیان اپنی نیکی اور تقوے کا تذکرہ سننا پسند نہ کرے۔ [2]

اصحاب حکمت تواضع کی فضیلت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تواضع، شرف و منزلت حاصل کرنے کی ایک شکار گاہ ہے اور شرف کا حصول تواضع کے ساتھ ہی ممکن ہے جبکہ تکبر آدمی کی قدر و منزلت ختم کر دیتا ہے۔

تین چیزیں بہترین ہیں: بدلے کی نیت کے بغیر سخاوت کرنا، دنیا کے حصول کے علاوہ کسی

---

① حلية الأولياء لأبي نعيم :260/1.

② سمير الصالحين :183/1.

دینی کام میں تھکاوٹ اور بغیر ذلت ورسوائی کے تواضع۔

میری مسلمان بہن! اب تم دریافت کرو گی کہ میں رب العالمین کے لیے تواضع اختیار کرنا چاہتی ہوں مگر تواضع اختیار کرنے والوں کی کون سی صفات ہیں جنھیں میں اختیار کروں؟ میں بتاتا ہوں کہ عاجزی و انکسار اختیار کرنے والی عورت یہ بات پسند نہیں کرتی کہ کوئی شخص اس کے سامنے کھڑا ہو جبکہ بقیہ لوگ بیٹھے ہوں اگر چہ وہ ان سے مقام و مرتبے میں بلند ہی ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی جہنمی کو دیکھنا چاہتا ہو، وہ ایسے شخص کو دیکھ لے جو بیٹھا ہو اور (اس کی عزت کے اظہار کے لیے) لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں۔''[1]

آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے غرور و پندار کی نمائش کرے اور اپنے سے کم حیثیت کے لوگوں پر اپنی برتری جتلانے کے لیے انھیں اپنے سامنے کھڑا کر کے گفتگو کرے، ایسا شخص یقیناً متکبر ہے۔ تواضع اختیار کرنے والی خاتون کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ یہ پسند نہیں کرتی کہ کوئی شخص اس کے احترام اور ہیبت کی بنا پر اس کے پیچھے پیچھے چلے، اسی لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنے پیچھے پیچھے لوگوں کا چلنا سخت ناپسند کرتے تھے لیکن ہمارا حال کیا ہے؟ یہ ہم سب پر خوب روشن ہے۔

اب سلف صالحین سے منقول چند ارشادات پر غور کیجیے:

- حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بندہ اللہ سے مسلسل دور ہوتا رہتا ہے جب تک لوگ اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہتے ہیں۔[2]
- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنے غلاموں کے درمیان ہوتے تو پہچانے نہیں جاتے

---

① الإحياء: 3/344.

② الزهد لابن المبارك: 144، رقم: 394.

تھے کیونکہ آپ ان سے کوئی ظاہری امتیاز روا نہیں رکھتے تھے۔

- کچھ لوگ ازراہ ادب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پیچھے چلنے لگے تو وہ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا: واپس چلے جاؤ کیونکہ تمھارا اس طرح میرے پیچھے پیچھے چلنا متبوع کے لیے فتنے کا اور تابعین کے لیے ذلت کا باعث ہے۔

عجز و انکسار والی عورت کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ دوسروں کے ایمان اور حسن عمل کی وجہ سے ان کی زیارت کرتی ہے مگر خود اپنے بارے میں کسی زعم کا شکار نہیں ہوتی۔ وہ اپنی نسبت یہی سمجھتی ہے کہ میرا اعمال نامہ نیکیوں سے خالی ہے، اس لیے وہ دیگر خواتین سے اس امر کی خواستگار رہتی ہے کہ وہ اس سے ملنے نہ آئیں کیونکہ انھیں اس سے کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ نہیں ہوگا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ رملہ میں تشریف لائے تو ابراہیم بن آدم رحمہ اللہ نے انھیں پیغام بھیجا کہ حضرت آپ تشریف لائیں اور ہمیں احادیث سنائیں۔ امام سفیان رحمہ اللہ آ گئے (اور احادیث بیان کیں) بعد میں ابراہیم رحمہ اللہ سے کہا گیا: آپ جلیل القدر امام کو کس قدر معمولی طریقے سے پیغام بھیجتے ہیں، حالانکہ تحصیل علم کے لیے ہمیں ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے تھا، انھوں نے جواباً فرمایا: میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ان کی تواضع کیسی ہے۔

ایسی عورت جس کے طرز عمل سے دوسری عورتوں کو دینی فائدہ پہنچتا ہے، اسے دوسری خواتین سے ضرور ملاقات کرنی چاہیے۔ یہ عورت دوسری عورتوں کی زیارت نہیں کرتی تو اس کا یہ طرز عمل تواضع کے خلاف ہے جو تکبر کے زمرے میں آتا ہے۔

متواضع عورت کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ کوئی بھی معمولی مسلمان عورت اس کے پاس آ بیٹھے تو وہ کوئی عار محسوس نہیں کرتی اور وہ یہ بات بھی پسند نہیں کرتی کہ کوئی عورت اس سے ہیبت محسوس کرے۔

متواضع خاتون میں یہ وصف بھی ہوتا ہے کہ وہ خود مقدور بھر گھریلو کام کاج کرتی ہے۔

ہمارے لیے نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کی مشعل ہے۔ آپ اپنے گھر والوں کا ہر ممکن کام بنفس نفیس کر دیتے تھے۔

ایک دفعہ رات کے وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے پاس ایک مہمان آیا۔ آپ لکھ رہے تھے۔ چراغ کی لو ڈوبنے لگی تو مہمان نے کہا: اجازت ہو تو میں چراغ درست کر دوں؟ انھوں نے فرمایا: مہمان سے خدمت لینا کوئی عزت والی بات نہیں۔ اس نے کہا: میں خادم کو جگا دیتا ہوں؟ حضرت عمر رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ ابھی ابھی سویا ہے، پھر آپ خود اٹھے اور چراغ میں تیل ڈال لیا۔ مہمان نے کہا: امیر المومنین! آپ کو تو یہ کام خود ہی کرنا پڑا؟ انھوں نے فرمایا: جب میں یہ کام کرنے کے لیے گیا تو اس وقت بھی میں عمر تھا، اب واپس آیا ہوں تو اب بھی عمر ہی ہوں، میرا کچھ نہیں بگڑا اور بہترین شخص وہ ہے جو اللہ کے ہاں تواضع اختیار کرنے والا ہو۔

متواضع عورت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے لباس میں کسی شوخی اور برتری کا اظہار کرتی ہے نہ کسی کے پرانے کپڑے دیکھ کر کوئی تنگی محسوس کرتی ہے۔

جناب زید بن وہب کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ہاتھ میں درہ تھامے بازار جاتے دیکھا ہے جبکہ آپ کے تہ بند میں چودہ پیوند لگے ہوئے تھے۔[1] (امیر المومنین امور مملکت انجام دیتے وقت بھی اس قدر معمولی اور سادہ لباس زیب تن کیے ہوئے تھے۔)

مؤرخین نے لکھا ہے کہ خلیفہ بننے سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی زندگی نہایت شان و شوکت اور جاہ و جلال والی تھی۔ ان کے لیے ایک ہزار دینار کا جوڑا بھی خریدا جاتا تھا تو وہ کہتے تھے: اگر اس میں کھردرا پن نہ ہوتا تو یہ بڑا شاندار تھا، پھر جب وہ خلیفہ بنے تو ان کی زندگی یکسر بدل گئی، پھر ان کے لیے صرف پانچ درہم کا کپڑا بھی خریدا جاتا تھا تو وہ فرماتے تھے: یہ اس قدر نرم نہ ہوتا تو بڑا شاندار تھا۔ ان سے پوچھا گیا: امیر المومنین! آپ کے (وہ بیش قیمت

---

① الطبقات الکبرٰی لابن سعد: 3/330.

لباس، (عمدہ) سواریاں اور (مہنگے) عطر کہاں گئے جو آپ پہلے استعمال فرماتے تھے؟

انھوں نے فرمایا: میرا نفس بڑا خوش ذائقہ ہے، یہ جب بھی دنیا کا کوئی مزہ چکھتا ہے تو پھر اس سے برتر اور اعلیٰ ذائقہ طلب کرتا ہے۔ جب اس نے خلافت کا مزہ چکھا جو سب سے اعلیٰ اور بلند ترین لذت ہے تو اب میرا نفس اللہ کی نعمتوں کا مشتاق ہو گیا ہے۔

میری پیاری مسلمان بہن! عمدہ اور نئے کپڑوں کی مذمت مقصود نہیں بلکہ اصل غایت یہ ہے کہ جو شخص نئے کپڑے پہن کر پھولا نہ سمائے اور اپنے دل کو تکبر اور خود پسندی سے برباد کر لے تو یہ عمل یقیناً قابل مذمت ہے۔ جناب بکر بن عبداللہ مزنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شاہانہ لباس پہنو مگر اپنے دلوں کو خشیت الٰہی سے مار ڈالو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ تم میرے پاس راہبانہ لباس پہن کر آتے ہو، حالانکہ تمھارے دل بھوکے بھیڑیوں جیسے ہیں؟ بادشاہوں جیسے لباس زیب تن کرو مگر اپنے دلوں کو خوف الٰہی سے معمور رکھو!

مختصراً یہی متواضع عورت کی صفات ہیں، آگے ہم انھیں مفصل طور پر بیان کریں گے، سر دست ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تواضع کے بے شمار فوائد و ثمرات ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

① متواضع عورت اللہ تعالیٰ کی اس وحی کے مطابق عمل کرتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تکبر سے اجتناب اور تواضع اختیار کرنے کا حکم دیا۔ جو عورت تواضع کو اپنی سیرت کا جوہر بنائے گی، وہ دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی سے سرخرو ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا شمار بہترین عورتوں میں ہوگا۔

② جب عورت اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرے گی تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر، مال اور اولاد میں برکت ڈال دے گا، اسے پہنچنے والی تکالیف دور کر دے گا اور لوگوں کی نظر میں اسے معزز و محترم بنا دے گا۔ وہ جہاں بھی جائے گی، نہایت معزز و محترم قرار پائے گی۔

③ تواضع ایمان کا شعار ہے۔ جب مسلمان عورت عاجزی اور انکسار اختیار کرے گی تو شعارِ ایمان کی حامل بن جائے گی اور وہ لوگوں کی خوشنودی سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرلے گی۔

④ جھوٹی اور باطل شہرت سے گریز مسلمان عورت کی خاص خوبی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان عورت تواضع اور اللہ کے لیے عاجزی وانکسار کا شیوہ اختیار کرکے ریاکاری اور غرور وتکبر کے مقامات سے دور رہتی ہے کیونکہ یہی مذموم خصائل ہیں جو بالآخر جھوٹی شہرت اور باطل برتری کی نمود ونمائش کا مطالبہ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو خوش کرکے ان کا تقرب حاصل کیا جاسکے۔ تواضع کی خوبی اختیار کرکے مسلمان عورت اس مہلک مرض سے نجات حاصل کرلیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو غرور کی لعنت سے محفوظ اور تواضع کی خوبی سے سرفراز فرمائے۔

⑤ مسلمان عورت جب اپنے رب کے لیے تواضع اختیار کرتی ہے اور یہ حقیقت جان لیتی ہے کہ وہ مجسم فقر واحتیاج، جاہل اور نادان ہے اور اپنے ہر حال اور ہر معاملے میں اپنے خالق و مالک کی محتاج ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل وکرم کی چھاؤں میں نعمتوں بھری زندگی گزارتی ہے لیکن جب وہ تکبر کرے گی تو اسے جلد احساس ہو جائے گا کہ اس کا رب اس سے سخت ناراض اور غضب ناک ہے۔

⑥ مسلمان عورت تواضع کے زیور سے آراستہ ہوکر دنیا میں سعادت وسیادت کے حامل خوش نصیب طبقے میں شامل ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تواضع اختیار کرنے والوں کو بلند مقام عطا کرتا ہے اور تکبر کرنے والوں کو پست اور حقیر کر دیتا ہے۔ اس باب میں تواضع کے متعدد اثرات وثمرات بیان کیے گئے ہیں جن کی تائید قرآن وسنت کی نصوص سے ہوتی ہے۔ کچھ ثمرات وبرکات ہمیں درج ذیل اشعار پر غور وفکر کرنے سے بھی مل جائیں گے۔

تَوَاضَعْ تَكُنْ كَالنَّجْمِ لَاحَ لِنَاظِرٍ
عَلٰى صَفَحَاتِ الْمَاءِ وَهُوَ رَفِيعُ
وَلَا تَكُ كَالدُّخَانِ يَعْلُو بِنَفْسِهِ
إِلٰى طَبَقَاتِ الْجَوِّ وَهُوَ وَضِيعُ

”تواضع اختیار کرو، تم پانی کی سطح پر نظر آنے والے ستارے کی طرح بن جاؤ گے، حالانکہ وہ بہت بلند ہوتا ہے۔ دھوئیں کی طرح نہ بنو جو خود کو فضا میں بلند کرتا ہے، حالانکہ وہ بہت گھٹیا اور پست ہوتا ہے۔“

ایک اور شاعر کہتا ہے:

إِذَا شِئْتَ أَنْ تَزْدَادَ قَدْرًا وَّرِفْعَةً
فَلِنْ وَّتَوَاضَعْ وَاتْرُكِ الْكِبْرَ وَالْعُجْبَا

”اگر تم قدر و منزلت اور بلندی کے خواہش مند ہو تو نرم ہو جاؤ اور تواضع اختیار کرو اور تکبر و خود پسندی ترک کر دو۔“

ایک شاعر کہتا ہے:

تَوَاضَعْ إِذَا مَا نِلْتَ فِي النَّاسِ رِفْعَةً
فَإِنَّ رَفِيعَ الْقَوْمِ مَنْ يَّتَوَاضَعُ

”جب تمھیں لوگوں میں بلند مرتبہ مل جائے تو عاجز و منکسر بن جاؤ کیونکہ قوم کا سردار متواضع ہوتا ہے۔“

ایک اور شاعر کہتا ہے:

تَوَاضَعْ إِذَا كَانَ قَدْرُكَ عَالِيًا
فَإِنَّ اتِّضَاعَ الْمَرْءِ مِنْ شِيَمِ الْعَقْلِ

''اگر تمھارا مقام ومنصب بلند ہے تو تواضع اختیار کرو کیونکہ بندے کا متواضع ہونا عقل مندی کی نشانی ہے۔''

اور جناب کریزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَلَا تَمْشِ فَوْقَ الْأَرْضِ إِلَّا تَوَاضُعًا
فَكَمْ تَحْتَهَا قَوْمٌ هُمْ مِّنْكَ أَرْفَعُ
فَإِنْ كُنْتَ فِي عِزٍّ وَّحِرْزٍ وَّمَنْعَةٍ
فَكَمْ مَّاتَ مِنْ قَوْمٍ هُمْ مِّنْكَ أَمْنَعُ

''زمین پر تواضع اور عاجزی کے ساتھ چل، کتنے ہی لوگ اس زمین کے نیچے دفن ہیں جو تم سے بلند مرتبہ تھے اور اگر تم عزت و منزلت، حفاظتی دستوں اور پناہ گاہوں والے ہو تو ایسے بے شمار لوگ مر چکے ہیں جو تم سے زیادہ مضبوط حفاظتی قلعوں میں رہتے تھے۔''

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

فَلَا تَمْشِ يَوْمًا فِي ثِيَابِ مَخِيلَةٍ
فَإِنَّكَ مِنْ طِينٍ خُلِقْتَ وَمَاءِ
وَلِلّٰهِ نَعْمَاءُ عَلَيْنَا عَظِيمَةٌ
وَلِلّٰهِ إِحْسَانٌ وَّفَضْلُ عَطَاءِ
وَمَا الدَّهْرُ يَوْمًا وَّاحِدًا فِي اخْتِلَافِهِ
وَمَا كُلُّ أَيَّامِ الْفَتٰى بِسَوَاءِ
أَزُورُ قُبُورَ الْمُتْرَفِينَ فَلَا أَرٰى
بَهَاءً وَّكَانُوا قَبْلُ أَهْلَ بَهَاءِ

''خوبصورت لباس پہن کر فخر وغرور سے ہرگز نہ چلو کیونکہ تم پانی اور مٹی سے پیدا کیے گئے ہو اور اللہ تعالیٰ کی ہم پر عظیم نعمتیں اور اس کا بڑا احسان اور فضل وکرم ہے۔ زمانہ متلون مزاج ہے، یہ کبھی ایک ڈگر پر نہیں رہتا۔ کسی شخص کے سارے دن ایک جیسے نہیں رہتے۔ میں نے عیش پرستوں کی قبریں دیکھیں تو مجھے ان میں کوئی چمک دمک اور رعنائی نظر نہیں آئی، حالانکہ وہ مرنے سے پہلے بڑی چمک دمک اور عیش وعشرت والے لوگ تھے۔''

میری مسلمان بہن! اب تک ہم ''خیر النساء'' کی صفات میں سے ایک صفت کا تذکرہ کر رہے تھے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ تمھیں یہ صفت اپنانے کی توفیق دے اور تمھیں تواضع اختیار کرنے والوں میں شامل فرما دے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ارادے اور مشیت پر خوب قادر ہے۔

آیئے! اب مثالی مسلمان خاتون کے دیگر اوصاف کا تذکرہ کرتے ہیں۔

مثالی مسلمان خاتون
کی
چند اور خوبیاں

① صلہ رحمی کرنے والی

② خیر و بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے والی

③ دنیا میں زاہدہ اور آخرت کی طلب گار

④ اپنے معاملات میں حلیم و بردبار

⑤ دوسروں کی حاجات وضروریات پوری کرنے میں مستعد

صلہ رحمی کرنے والی عورت

اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اس کا مقصد ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینا ہے جس کے افراد باہمی مددگار اور ایک دوسرے کے ذمہ دار ہوں۔ صلہ رحمی ان عظیم امور اور اعلیٰ صفات میں سے ہے جن کے ساتھ اچھی مسلمان خاتون متصف ہوتی ہے۔

مسلمان عورت اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرتی ہے اور قیامت والے دن عزیز و اقارب کے حقوق کے بارے میں باز پرس سے ڈرتے ہوئے صلہ رحمی کرتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ۝ ﴾

"اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم آپس میں سوال کرتے ہو اور رشتہ داری توڑنے سے بچو، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔"[1]

جب مسلمان عورت صلہ رحمی کرتی ہے تو وہ درحقیقت اپنے رب کے ارشاد کی تعمیل کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾

"اور رشتے دار اللہ کی کتاب کی رو سے (دوسرے) مومنین کی نسبت آپس میں (ترکے کے) زیادہ حقدار ہیں۔"[2]

مسلمان عورت صلہ رحمی کرتی ہے تا کہ اپنی زندگی میں حقیقی ایمان کی لذت چکھ کر درجۂ عالیہ

---

① النسآء 4:1.   ② الأحزاب 33:6.

حاصل کر لے۔ نبیِ کریم ﷺ نے صلہ رحمی کی تعلیم دی ہے اور ہمیں سکھایا ہے کہ جب مسلمان مرد اور عورت اللہ کی جنت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انھیں صلہ رحمی کے تقاضے بہ تمام و کمال پورے کرنے چاہئیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سنیے، آپ نے فرمایا:

«يَاأَيُّهَا النَّاسُ! أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ»

''اے لوگو! سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور رات کو نماز پڑھو جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں (یوں) تم جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے۔''[1]

''اے لوگو'' جامع الفاظ میں خطابِ عام ہے۔ اس میں تمام مرد اور خواتین شامل ہیں۔

''سلام عام کرو۔'' یعنی تم کسی کو جانتے ہو یا نہیں جانتے سب کو بکثرت سلام کرو۔ اپنے مابین سلام غالب کر دو اور اسے اپنا خصوصی شعار بنا لو۔ ملاقات کے وقت، مجلسوں میں، گلیوں اور بازاروں میں اور اپنے دستر خوانوں پر غرضیکہ ہر جگہ سلام کرنے کا التزام کرو۔

''رات کے وقت نماز پڑھو'' کیونکہ رات کا وقت ایسا وقت ہوتا ہے کہ لوگ اس کی برکات و حسنات سے غافل ہو جاتے ہیں۔ جو شخص اس وقت نماز پڑھتا ہے، وہ رب العالمین کی بارگاہ میں اجر و ثواب کا مستحق بن جاتا ہے کیونکہ اس وقت نماز پڑھنا ریاکاری اور شہرت طلبی سے پاک ہوتا ہے۔

''تم جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے۔'' یعنی تم اپنی انتہائی آرزو کو پا لو گے جبکہ تم بغیر تکلیف اٹھائے اور بغیر تھکے جنت میں جانے کی امیدیں لگائے رکھتے ہو۔

میری مسلمان بہن! جب تم صلہ رحمی کرو گی تو اللہ تعالیٰ تمھارا رزق فراخ کر دے گا اور

[1] جامع الترمذي، صفة القيامة، باب حديث: أفشوا السلام ......، حديث: 2485، وسنن ابن ماجه، الأطعمة، باب إطعام الطعام، حديث: 3251.

تمھاری نسل میں برکت دے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَأَنْ يُنْسَأَلَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ»

''جو یہ چاہتا ہے کہ اس کا رزق فراخ اور عمر دراز کر دی جائے تو اسے صلہ رحمی کرنا چاہیے۔''①

اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کرنے والے سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اسے آخرت میں اپنی رحمت سے نوازے گا اور جو قطع رحمی کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے محروم کر دے گا۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا :

«قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : أَنَا الرَّحْمٰنُ وَهِيَ الرَّحِمُ، شَقَقْتُ لَهَا اسْمًا مِّنِ اسْمِي، مَنْ وَّصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ»

''اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: میں رحمان ہوں اور یہ رشتہ داری (رحم) ہے۔ میں نے یہ نام اپنے نام سے رکھا ہے جو اسے جوڑے گا، میں اسے (اپنی رحمت سے) جوڑ دوں گا اور جو اسے توڑ دے گا، میں اُسے کاٹ کر رکھ دوں گا۔''②

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

«إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ، حَتّٰى إِذَا فَرَغَ مِنْهُمْ، قَامَتِ الرَّحِمُ، فَقَالَتْ: هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ مِنَ الْقَطِيعَةِ، قَالَ: نَعَمْ، أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ

① صحيح مسلم، البر والصلة، باب صلة الرحم، وتحريم قطيعتها، حديث: 2557 عن أنس رضي الله عنه، والأدب المفرد:1/34,33، حديث: 57 واللفظ له.

② سنن أبي داود، الزكاة، باب في صلة الرحم، حديث : 1694 ، و جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في قطيعة الرحم، حديث : 1907 .

وَّصَلَكِ وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ : بَلٰى ، قَالَ : فَذَاكِ لَكِ» ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : «اِقْرَأُوا إِنْ شِئْتُمْ :

"اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کی تخلیق سے فارغ ہوا تو رَحم (رشتہ داری) نے عرض کی: یہ قطع رحمی سے تیری پناہ میں آنے والے کا مقام ہے (میں قطع رحمی سے ڈر کر تیری پناہ میں آنے کی خواستگار ہوں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! (میں نے تمھیں پناہ دی) کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ جو تمھیں جوڑے گا، میں اسے جوڑ دوں گا اور جو تمھیں توڑے گا، میں اسے توڑ دوں گا؟ رشتہ داری نے عرض کی: کیوں نہیں، اے میرے رب (میں راضی ہوں) اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرے لیے یہ (حق) ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝﴾

"پھر (اے منافقو!) تم سے یہی امید ہے کہ اگر تم حکمران بن جاؤ تو تم زمین میں فساد کرو گے اور اپنے رشتے ناطے توڑ ڈالو گے۔"[1]

پس صلہ رحمی کی برکت سے گھر آباد اور مسلمان عورت کے مال و اولاد میں برکت ہوتی ہے۔ صلہ رحمی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ تم اپنے والدین کے عزیز و اقارب کے ساتھ نیک سلوک کا حد درجے اہتمام کرو۔

حضرت مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ کے پاس بنوسلمہ قبیلے کا ایک شخص آیا، اس نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میرے والدین کی وفات کے بعد کوئی ایسی نیکی باقی رہ گئی ہے جس کی بدولت میں اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] صحيح مسلم، البر والصلة، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها ، حديث : 2554.

«نَعَمْ ! اَلصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا ، وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا ، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تُوصَلُ إِلَّا بِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا»

''ہاں! ان کے لیے دعائے خیر کرنا، ان کے لیے بخشش طلب کرنا، ان کے بعد ان کے وعدوں اور وصیت کو پورا کرنا، ان کے ایسے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنا جن کے بغیر صلہ رحمی مکمل نہ ہوتی ہو اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا۔''[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

«إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ»

''سب سے بڑی نیکی، آدمی کا اپنے والد کی وفات کے بعد اس کے دوست احباب کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے۔''[2]

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اپنے والد گرامی کے احباب کا خاص خیال رکھنا چاہیے، خصوصاً والد کے فوت ہو جانے کے بعد کیونکہ ان کے ساتھ نیک سلوک سے والد کو موت کے بعد سعادت وخوش بختی نصیب ہوتی ہے۔ وہ اس احسان کا سبب بنتا ہے (اس نے نیک تربیت کر کے اولاد کو یہ احسان کرنے کے قابل بنایا)، لہٰذا وہ نیک اعمال اور احسان وکرم سے مستفید ہوتا ہے۔

اب جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا واقعہ سنیے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر کس قدر اہتمام سے عمل پیرا ہوتے تھے۔

---

① سنن أبي داود، الأدب، باب في بر الوالدين ، حديث : 5142، و سنن ابن ماجه، الأدب، باب صل من كان أبوك يصل ، حديث : 3664.

② صحيح مسلم، البر والصلة، باب فضل صلة أصدقاء الأب والأم ونحوهما، حديث : 2552، و سنن أبي داود، الأدب، باب في بر الوالدين، حديث : 5143، و جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في إكرام صديق الوالد، حديث : 1903 .

جناب عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ وہ جب مکہ مکرمہ کا سفر کرتے تو اپنے ساتھ ایک گدھا بھی لے جاتے تھے۔ جب اونٹ کی سواری سے تھک جاتے تو بغرض راحت گدھے پر سواری کرتے تھے۔ وہ ایک عمامہ بھی پاس رکھتے تھے۔ ایک دن وہ گدھے پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ ایک اعرابی ان کے پاس سے گزرا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے پوچھا: کیا تم فلاں شخص کے بیٹے ہو؟ اس نے کہا: ہاں، انھوں نے اپنا گدھا اسے دے دیا اور کہا: اس پر سوار ہو جاؤ، پھر اپنا عمامہ بھی اسے دے دیا اور کہا: اسے اپنے سر پر باندھ لو۔ اس پر ان کے ایک ساتھی نے کہا: اللہ آپ کی بخشش فرمائے! آپ نے اس اعرابی کو اپنا وہ گدھا دے دیا جس پر آپ آرام سے سفر کرتے تھے اور اپنا عمامہ بھی دے دیا جو آپ خود اپنے سر پر باندھتے تھے۔ انھوں نے فرمایا: اس کا باپ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا گہرا دوست تھا (اسی لیے میں نے اس کی تعظیم کی ہے اور اپنا گدھا اور پگڑی اس کے حوالے کر دی ہے۔)[1]

میری مسلمان بہن! بہت ممکن ہے کہ تم بعض رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرو مگر وہ تمھارے ساتھ بُرا برتاؤ کریں، تم انھیں اچھی بات کہو اور نیک کام کی ترغیب دو لیکن وہ تمھارے ساتھ گھٹیا طریقے سے پیش آئیں تو کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم قطع رحمی کرو اور ان سے اپنے تعلقات ختم کر دو؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ یہ بات اس طرح نہیں ہے۔

اسی سلسلے میں ایک حدیث شریف سنیے! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتے دار ایسے ہیں کہ میں ان کو جوڑتا ہوں مگر وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں، میں ان سے حسن سلوک کرتا ہوں لیکن وہ مجھ سے برائی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ (لہٰذا میں کیا کروں؟) آپ نے ارشاد فرمایا:

---

① صحیح مسلم، البر والصلة، باب فضل صلة أصدقاء الأب والأم ونحوهما، حدیث: 2552-(13).

«لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ ، فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ ، وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ، مَا دُمْتَ عَلَى ذٰلِكَ»

"اگر معاملہ ایسا ہی ہے جس طرح تم کہتے ہو تو گویا تم انھیں گرم راکھ کھلا رہے ہو۔ جب تک تم اپنی یہ صفت برقرار رکھو گے، اللہ کا ایک فرشتہ تمھاری مدد کرتا رہے گا۔"[1]

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر چند تم اپنے رشتے داروں کے ساتھ احسان وکرم کا سلوک کر رہے ہو اور نیکی، وفا، مروت اور احسان کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وجہ سے گویا انھیں گرم راکھ کھلا رہے ہو۔ انھیں ان کا برا عمل ذلیل و رسوا کر رہا ہے اور تیرے لیے اللہ کا ایک فرشتہ ان کی تکالیف اور جہالت تجھ سے مسلسل دور کر رہا ہے۔

جناب ابوعتاہیہ کہتے ہیں:

فَكَأَنَّمَا الْإِحْسَانُ كَانَ لَهُ
وَأَنَا الْمُسِيءُ إِلَيْهِ فِي الْحُكْمِ
مَا زَالَ يَظْلِمُنِي وَأَرْحَمُهُ
حَتّٰى بَكَيْتُ لَهُ مِنَ الظُّلْمِ

"گویا کہ احسان تو صرف وہی کرتا ہے جبکہ خود میں ہی اس کے ساتھ برا سلوک کر رہا ہوں۔ وہ مجھ پر مسلسل ظلم کرتا رہا اور میں اس پر رحم کھاتا رہا حتی کہ میں اس کے ظلم و ستم پر رو پڑا۔"

پس اگر تم برا سلوک کرنے والے عزیز و اقارب کے ساتھ نیک سلوک کرو گی تو وہ عنقریب اپنے برے سلوک سے باز آ جائیں گے اور اپنی ذلت و رسوائی کا احساس کر لیں گے۔ یہ اس

[1] صحيح مسلم، البر والصلة، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتهما ، حديث : 2558 ، و مسند أحمد : 484/2.

کے لیے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تم اس سے قطع تعلق کرو اور وہ شیطان کا شکار ہو کر رحمان کے راستے سے دور ہو جائے۔

''خیر النساء'' یعنی سب سے اچھی، مثالی خاتون بننے کے لیے لازم ہے کہ تم برا سلوک کرنے اور قطع تعلق کرنے والے رشتہ داروں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرو۔ اس حسن سلوک سے تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معزز خواتین میں شمار ہو جاؤ گی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيءِ، وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا»

''برابر کی نیکی کرنے والا حقیقی صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے بلکہ اصلی صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو تعلق توڑنے والے عزیز و اقارب سے رشتہ داری جوڑے۔''[1]

امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ صلہ رحمی کی حقیقت یہ نہیں ہے کہ صلہ رحمی کرنے والا کسی کے نیک سلوک کے جواب میں اس کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ درحقیقت مساوی حسن سلوک کرنے والا آدمی ہی نہیں ہے بلکہ اصل آدمی تو وہ ہے جو سخاوت کرے اور فضل و احسان سے کام لے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ صلہ رحمی کرنے والوں کے تین درجے ہیں:

(1) واصل (2) مکافئ (3) قاطع۔

واصل وہ ہے جو سخاوت کرتا ہے مگر خود کسی کی سخاوت سے مستفید نہیں ہوتا۔

مکافئ وہ ہے جو صلہ رحمی تو کرتا ہے مگر اتنی ہی چیز دیتا ہے جتنی حاصل کرتا ہے۔

قاطع وہ ہے جو فضل و کرم سے خود تو مستفید ہوتا ہے مگر کسی کو دیتا کچھ نہیں۔

---

[1] جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في صلة الرحم، حديث: 1908 ، و مسند أحمد: 163/2.

اور جس طرح صلہ رحمی طرفین سے ہوتی ہے، اسی طرح قطع رحمی بھی طرفین ہی سے ہوتی ہے، لہٰذا جو ابتدا کرے گا، وہی واصل ہوگا اور جو بدلہ دے گا، اسے مکافیٔ کہیں گے۔

صلہ رحمی کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً: مال و دولت کے ساتھ صلہ رحمی کرنا، ضروریات پوری کر کے صلہ رحمی کرنا، ملاقات کے وقت مسکرا کر ملنا بھی صلہ رحمی کی ایک شکل ہے۔ دوسروں کی تکلیف دور کرنا اور ان کے لیے دعا کرنا بھی صلہ رحمی میں شامل ہے۔

فی الجملہ ان تمام صورتوں کا جامع مفہوم یہ ہے کہ صلہ رحمی درحقیقت یہ ہے کہ دوسروں سے ہر ممکن نیکی اور بھلائی کی جائے اور حتی المقدور ان کی تکالیف دور کی جائیں۔ شرعی عذر کے بغیر قطع رحمی کرنا، جہنم رسید ہونے کا باعث ہے۔ والعیاذ باللّٰہ.

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ»

''قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''[1]

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

- قطع رحمی کے باعث جہنم میں وہ شخص جائے گا جو اسے بلا سبب اور بغیر کسی شبہے کے حلال سمجھتا ہو جبکہ اسے اس کی حرمت کا علم بھی ہو۔
- اس سے مراد یہ ہے کہ قطع رحمی کرنے والا ابتدا میں سابقین کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا بلکہ اپنی سزا کی وجہ سے متأخر ہو جائے گا اور مدتِ تاخیر اللہ ہی جانتا ہے۔

میری مومنہ بہن! اپنے عزیز و اقارب کا خیال رکھو، ان کے ساتھ حسن سلوک کرو اور ان کے لیے اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجائے رکھو، صلہ رحمی کی بدولت تم ''خیر النساء'' کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گی۔

[1] صحيح مسلم، البر والصلة، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها، حديث : 2556، و مسند أحمد : 14/3.

خیر کے کاموں میں سبقت لے جانے والی خاتون

وہ مسلمان عورت جو شرف و منزلت اور ''خیر النساء'' کا مرتبہ حاصل کر لیتی ہے، وہ درحقیقت ایسی عورت ہے جو ہر قابل استطاعت نیک کام کرتی ہے اور نیکی کے کاموں میں دوسروں پر سبقت لے جاتی ہے۔ قرآن کریم نے نیکی کے دائرے میں ایسے اعمال میں مقابلہ کرنے کی ترغیب دلائی ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی تک پہنچاتے ہیں اور جنت سے سرفراز کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ○ ﴾

''لہٰذا شائقین کو اسی کا شوق کرنا چاہیے۔''[1]

اس کے برعکس اگر مقابلہ فانی دنیا کا مال و متاع جمع کرنے میں ہو تو اس قسم کے مقابلے کی قرآن مجید اور نبی امین ﷺ نے شدید مذمت کی ہے۔

میری پیاری اسلامی بہن! قرآن مجید تمھیں نیکوکار بنانے، نیکی کی جزا اور اسلامی معاشرے پر نیکی کے اثرات بتا کر حسن عمل کی دعوت دیتا ہے۔ ذرا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر غور کیجیے:

﴿ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ﴾

''اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرتا ہے، لہٰذا تم نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔''[2]

اس آیت کریمہ میں نیک کام کرنے میں جلدی، اس کی ترغیب دلانے اور دعوت دینے کا

---

[1] المطففين 26:83. [2] البقرة 148:2.

پیغام ہے۔ بہت ممکن ہے کہ تم یہ پوچھو: اس میں جلدی کرنے کی دعوت کیوں دی گئی ہے؟ میں کہتا ہوں کہ خیر کے کاموں میں مقابلے کا ذکر نہایت شیریں اور مفید ہے۔ قرآن مجید نے ہمیں اس امر کی ترغیب دلائی ہے اور خیر کی طرف پوری قوت سے دعوت دی ہے کیونکہ زندگی غیر مامون اور عمر نا معلوم ہے جبکہ خاتمہ بہر حال لازمی ہے۔ جو کام آج تمھارے لیے ممکن ہے وہ کل تمھارے لیے ناممکن بن سکتا ہے۔ آج (دنیا) عمل کی جگہ ہے اور کوئی حساب کتاب نہیں ہے جبکہ کل (آخرت میں) صرف حساب ہوگا اور عمل کرنے کا کوئی امکان نہیں ہوگا۔

بھلائی کے کاموں میں جلدی اور اس میں سبقت لے جانا، ان اسباب میں سے ہے جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کے احوال ٹھیک کر دیے اور انھی اسباب کی بدولت ان کے لیے ان کی زوجہ محترمہ کی اصلاح کی اور ان کی دعا قبول فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا﴾

''بے شک وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے، ہمیں رغبت اور خوف (کے زیر اثر) پکارتے تھے۔''[1]

میری مومنہ بہن! جب فرصت اور موقع سے فائدہ نہ اٹھایا جائے تو وہ حسرت و ندامت کا باعث بن جاتا ہے۔ ممکن ہے آج تمھاری دسترس میں کچھ اسباب موجود ہوں لیکن وہ کل میسر نہ آ سکیں، پس جلدی کرو، آج اور ابھی نیکی کی فصل بونی شروع کر دو تاکہ کل فرحت بخش فصل کاٹ سکو۔ حق یہ ہے کہ کل پر نظر رکھنے والے کے لیے کل بہت قریب ہے۔

ایک دانا شاعر کہتا ہے:

لَيْسَ فِي كُلِّ سَاعَةٍ وَّأَوَانٍ
تَتَهَيَّأُ صَنَائِعُ الْإِحْسَانِ

---

① الأنبياء 21:90.

فَإِذَا أَمْكَنَتْ فَبَادِرْ إِلَيْهَا
حَذِرًا مِّنْ تَعَذُّرِ الْإِحْسَانِ

''ہر لمحے اور ہر وقت نیکی کے مواقع مہیا نہیں ہوتے لہٰذا جونہی موقع ملے نیک کام کرنے میں جلدی کرو، مبادا نیک کام ناممکن ہو جائے۔''

اب چند آیات قرآنی پر غور کیجیے، یہ آیات مقدسہ ہمیں نیک کام کرنے اور ان میں جلدی اختیار کرنے کی تعلیم دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نیک کاموں کی اقسام اور نیک کام کرنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ لا اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ﴾

''اور اپنے رب کی بخشش اور اس کی جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ وہ لوگ جو خوشی اور تنگی کے موقع پر خرچ کرتے ہیں، غصہ پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ نیکوکاروں کو پسند کرتا ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے تمھیں بخل اور کنجوسی اور اس کے برے اثرات سے ڈرایا ہے اور احسان و کرم کی فضیلت بیان کی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ﴾

''اور تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھ ہلاکت (کے کاموں) میں نہ ڈالو اور

---

[1] آل عمران 3:133، 134.

نیکی کرو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''[1]

میری اسلامی بہن! کیا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی سے اپنی راہ میں خرچ کرنے، غصہ پی جانے اور لوگوں کو معاف کر دینے والوں کی تعریف، نیکی کے کاموں میں آگے بڑھنے کی دعوت نہیں ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کی جانب سے مغفرت و بخشش کے حصول کے لیے فوراً کوشش کرنے کا حکم، خیر اور بھلائی کے امور میں سبقت کرنے کی تاکید نہیں ہے؟ اور کیا جنت میں داخلہ نیک کاموں میں مسابقت کرنے پر موقوف نہیں ہے؟ جبکہ تم قرآن کریم میں اللہ کا یہ فرمان بھی پڑھتی ہو:

﴿ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ﴾

''چنانچہ انھوں نے جو کچھ کہا، اس کے عوض اللہ تعالیٰ انھیں ایسے باغات دے گا جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ نیکی کرنے والوں کی جزا ہے۔''[2]

یہاں تمھیں یہ ضرور پوچھنا چاہیے کہ انھوں نے کیا کہا تھا جس کی بدولت وہ جنت کے وارث بن گئے؟ لیکن قطع نظر اس کے کہ انھوں نے کیا کہا، کیا انجام کار یہ نہیں کہ ان کے قول سے اللہ ان سے راضی ہو گیا۔ حق یہ ہے کہ ان آسمانی جملوں میں تمھارے لیے بڑی نصیحت اور فائدہ مضمر ہے تاکہ تم بھی ہر اس قول میں مسابقت کرو جو رب کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہے۔

خیر اور بھلائی کے کام بے شمار ہیں جن میں مسلمان عورت کو سبقت لے جانے کی تمنا دامن گیر ہوتی ہے، مثلاً:

① دکھی مسلمان عورتوں کے دکھ دور کرنا، خیر میں مسابقت ہے۔

② غریب مسلمان عورتوں کے قرض ادا کرنا، بھلائی میں مسابقت ہے۔

---

[1] البقرة 195:2. [2] المآئدة 85:5.

③ کھانا کھلانا اور بھوکوں کی بھوک مٹانا، خیر میں مقابلہ کرنا ہے۔

④ مسلمان بہنوں کی ضروریات پوری کرنے میں جلدی کرنا بھی خیر میں مسابقت ہے۔

⑤ غصہ پی جانا اور اچھے اخلاق اپنانا بھی نیکی میں مسابقت ہے۔

⑥ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا بھی نیک کاموں میں مسابقت ہے۔

⑦ قرآن مجید حفظ کرنا اور اس کی تلاوت کرنا بھی خیر میں مسابقت ہے۔

⑧ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی تسبیح بیان کرنا بھی بھلائی کے کاموں میں مسابقت ہے۔

⑨ نیکی کے کام بتانا بھی کارِ خیر میں پیش قدمی ہے۔

⑩ طالب علم کو علم سکھانا اور خود سیکھنا بھی نیکی میں آگے بڑھنا ہے۔

⑪ سلام پھیلانا اور صلہ رحمی کرنا بھی نیکی میں مسابقت ہے۔

⑫ رات کو نماز پڑھنا جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں، دراصل نیکی میں مسابقت ہے۔

⑬ سنتوں اور نوافل کی پابندی کرنا بھی خیر میں مسابقت کرنا ہے۔

نیکی کے کام بے شمار اور اس کے طریقے متعدد ہیں، تمھیں ہمیشہ اور ہر حال میں نیک عمل کرنا چاہیے۔ موت آنے سے پہلے نیکی کے کاموں میں جلدی کرنی چاہیے اور خیر و بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے والی عورت، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''خیر النساء'' یعنی بہترین خواتین میں سے ایک ہے۔

دنیا میں زاہدہ اور آخرت کی طلب گار

زھد رغبت کی ضد ہے، اسی لیے بالعموم کہا جاتا ہے کہ فلاں عورت اس کام میں رغبت رکھتی ہے اور فلاں زاہدہ ہے (بے رغبت ہے۔)

❊ مشروع اور قابلِ تعریف زہد: وہ عورت جو دنیا کی ان تمام بے کار باتوں سے کنارہ کرلے جو اسے آخرت میں کوئی فائدہ نہ دیں اور اللہ کے ہاں اجر وثواب پر قلبی اعتماد رکھے، بس اسی کا نام زہد اور اس خاتون کا توصیفی نام زاہدہ ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ زاہدہ عورت فقیر یا مسکینہ ہی ہو بلکہ وہ مال دار بھی ہوسکتی ہے کیونکہ عورت کا کسی چیز کا مالک ہونے کے باوجود اس سے بے نیاز رہنا یقیناً زہد ہے۔ اس کی دونوں حالتیں باہم منافی نہیں کیونکہ زہد کے معنی یہ نہیں کہ تم کسی چیز کے مالک نہ ہو بلکہ فی الحقیقت زہد یہ ہے کہ کوئی چیز تمھاری ذات کی مالک نہ ہو (وہ تم پر غلبہ اور تسلط حاصل نہ کرلے۔)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر غور کیجیے، تم پر زہد کی حقیقت عیاں ہوجائے گی:

﴿وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ﴾

''اور جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے، اس سے آخرت کا گھر تلاش کر اور دنیا میں بھی اپنا حصہ مت بھول اور (لوگوں سے) اس طرح احسان کر جیسے اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ہے اور زمین میں فساد نہ کر۔''[1]

---

[1] القصص 77:28.

نبی اکرم ﷺ اللہ کی ساری مخلوق سے بڑھ کر زاہد تھے مگر اس کے باوجود آپ حاصل شدہ نعمت ٹھکراتے تھے نہ مفقود چیز کے لیے کوئی تکلف کرتے تھے۔ جو لباس میسر ہوتا زیب تن فرما لیتے اور زہد وعبادت کے نام پر لوگوں سے الگ تھلگ ہونے والے کو سختی سے ڈانٹتے اور ناپسند فرماتے تھے۔

سلف صالحین، تابعین عظام اور دیگر بزرگوں کے بے شمار ارشادات سے زہد اور زاہدوں کی صفات و خصوصیات بالکل واضح ہیں۔ آؤ! ذرا غور و فکر سے ان کا جائزہ لیں:

- امام حسن بصری رحمہ اللہ سے کچھ لوگوں نے کہا: ''زہد تو لباس میں ہے (آدمی قیمتی لباس نہ پہنے بلکہ سادہ کپڑے پہن کر رہے۔) بعض افراد نے کہا کہ زہد کھانے پینے میں ہے۔ کچھ اور لوگ بولے کہ زہد فلاں فلاں چیز میں ہے۔ اس پر حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: تم نے کوئی کام کی بات نہیں کی۔ زاہد تو وہ ہے جو کسی کو دیکھ کر کہے: یہ مجھ سے افضل اور بہتر ہے۔[1]

اس تعریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ زاہد سے مراد متواضع ہونا ہے، یعنی ایسا فرد جو لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو کمتر اور ان کو اپنے سے بہتر گردانے۔

- حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے امام حسن بصری رحمہ اللہ کو خط لکھا کہ مجھے مختصر نصیحت کیجیے: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے جواباً لکھا: تیری اصلاح کرنے والا، دنیا میں زہد ہے، زہد کا دارومدار یقین پر ہے، یقین غور و فکر سے حاصل ہوتا ہے اور غور و فکر عبرت آموزی پر موقوف ہے۔ جب تم غور و فکر کرو گے تو دنیا تمھیں اس قابل نہیں ملے گی کہ تم اس کی خاطر اپنی جان بیچو بلکہ اس کی حقارت کی وجہ سے تم اسے اس قابل سمجھو گے کہ تم اسے ناپسند کرو کیونکہ دنیا آزمائش کا گھر ہے۔[2]

---

① الزهد لابن الأعرابي، ص: 18.

② الزهد لابن الأعرابي، ص: 18.

- امام زہری سے لوگوں نے پوچھا: زاہد کون ہوتا ہے؟ انھوں نے فرمایا: زاہد وہ ہے جس کے صبر پر حرام غالب نہ آئے اور اس کا حلال شکر سے مانع نہ ہو۔ ان کی مراد یہ تھی کہ حرام چیز اگرچہ بہت زیادہ ہو مگر وہ اس کے صبر پر غالب نہ آئے اور حلال چیز ہر چند قلیل ہو مگر وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔[1]
- جلیل القدر تابعی جناب یونس بن میسرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دنیا میں زہد حلال چیز حرام کر لینے اور مال ضائع کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ دنیا میں زہد یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہو، تمھیں اس پر اپنے ہاتھ میں موجود چیز سے زیادہ اعتماد ہو، تمھارا حال راحت اور مصیبت میں یکساں ہو اور از روئے حق تمھاری تعریف کرنے والا اور مذمت کرنے والا دونوں تمھارے نزدیک برابر ہوں۔[2]
- جناب وہیب بن ورد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زہد یہ ہے کہ تو جس چیز سے محروم ہو جائے، اس پر افسوس نہ کرے اور کچھ عطا ہو جائے تو خوش نہ ہو۔[3]
- شیخ الاسلام فی الحدیث امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زہد کی حقیقت یہ ہے کہ تمنائیں کم ہو جائیں، زہد روکھا پھیکا کھانے اور چوغہ پہننے کا نام نہیں ہے۔[4]
- امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زہد اللہ تعالیٰ سے راضی ہونے کا نام ہے۔[5]
- جناب ابراہیم بن ادہم زاہد نے زہد کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں:

(1) فرض زہد (2) فضیلت والا زہد (3) سلامتی کا زہد۔

---

① حلية الأولياء لأبي نعيم :338/7،425/3، والزهد لابن الأعرابي، ص : 19.

② الزهد لابن الأعرابي، ص : 20.

③ حلية الأولياء لأبي نعيم : 149/8، والزهد لابن الأعرابي، ص : 20.

④ حلية الأولياء لأبي نعيم :428،427/6، وسير أعلام النبلاء: 243/7.

⑤ الزهد لابن الأعرابي، ص :21.

فرض زہد سے مراد حرام چیزوں سے بے رغبتی اختیار کرنا ہے۔ فضیلت والے زہد سے مراد حلال چیزوں سے بے رغبت ہونا ہے جبکہ سلامتی والے زہد سے مراد مشتبہ امور میں بے رغبت ہونا ہے۔[1]

* اپنے وقت کے حافظ اور امام جناب سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زہد یہ ہے کہ تم خوشحالی میں شکر گزار اور مصائب میں صابر بنو۔ جو شخص ایسا کرے، وہ زاہد ہے۔[2]

یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ تمھارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم بظاہر تو زاہدوں جیسی شکل و صورت بناؤ مگر عمل دنیا میں رغبت رکھنے والوں جیسے کرو۔

* جناب عامر تحصبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جناب ابوامیہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: سب سے بڑا زاہد وہ ہے جو اگرچہ دنیاوی مال و متاع پر لالچیوں کی طرح جھکا ہوا ہو مگر صرف حلال اور پاکیزہ کمائی پر راضی ہوتا ہو۔ اور دنیا کا سب سے بڑا حریص وہ ہے جو حلال و حرام کمائی کی پروا نہیں کرتا اگرچہ بظاہر وہ دنیا سے اعراض ہی کا اظہار کرتا ہو۔[3]

میری پیاری اسلامی بہن! متذکرہ بالا ارشادات یہ تعلیم دیتے ہیں کہ تم شہوات کے پیچھے نہ لپکو اور فانی چیزوں کے لیے مسابقت مت کرو بلکہ خیر کے کاموں اور اطاعت و فرماں برداری کے امور میں مسابقت کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

---

[1] حلية الأولياء لأبي نعيم: 27،26/8، والزهد لابن الأعرابي، ص: 22.

[2] الزهد لابن الأعرابي، ص: 22.

[3] الزهد لابن الأعرابي، ص: 32.

فِيهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ ﴾

''لوگوں کے لیے خواہشات نفس کی محبت مزین کر دی گئی ہے، یعنی عورتوں سے، بیٹوں سے، سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے ڈھیروں سے، نشان لگے (عمدہ) گھوڑوں سے، مویشیوں اور کھیتی سے، یہ سب دنیاوی زندگی کا سامان ہے اور اچھا ٹھکانہ اللہ ہی کے پاس ہے۔ کہہ دیجیے: کیا میں تمھیں ان سے بہتر چیز بتاؤں؟ پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور وہاں ان کے لیے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور انھیں اللہ کی رضا حاصل ہوگی اور اللہ اپنے بندوں پر خوب نظر رکھنے والا ہے۔''[1]

خوب جان لو کہ اگر تم نے دنیا کی حرص کی اور آخرت کو بھلا دیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ عنقریب تمھیں دنیا میں تمھاری چاہت کی چیز عطا کر دے گا مگر آخرت میں تمھارا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

اپنے عظیم پروردگار کا یہ فرمان سنیے:

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ ﴾

''جو کوئی جلدی والی چیز (دنیا) چاہے تو ہم اسی دنیا میں جس کے لیے چاہیں جس قدر چاہیں جلد عطا کرتے ہیں، پھر ہم اس کے لیے جہنم ٹھہرا دیتے ہیں جس میں وہ مذموم اور دھتکاری ہوئی حالت میں داخل ہوگا۔ اور جو آخرت چاہے اور اس کے لیے پوری کوشش کرے جبکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی سعی قابل قدر ہے۔ ہم ہر ایک کو

[1] آل عمران 3:14،15.

آپ کے رب کی عطا سے نوازتے ہیں، ان کو بھی اور ان کو بھی اور تیرے رب کی عطا (کسی سے) روکی ہوئی نہیں۔'' [1]

میری اسلامی بہن! تمھارے لیے زہد کا حقیقی مطلب یہی ہے کہ تم کسی سے بھی کچھ نہ مانگو، خواہ وہ تمھارا خاوند ہو یا والد بالخصوص اس صورت میں جبکہ وہ تکلیف اور مشقت اٹھائے بغیر کچھ دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

میری اسلامی بہن! تمھارا زہد یہی ہے کہ تم دنیا کو اپنا مقصد حیات نہ بناؤ بلکہ دنیا تو درحقیقت آخرت ہی کے حصول کا ایک ذریعہ ہے۔ تمھارے زہد کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ تم ان عورتوں میں شامل ہونے سے گریز کرو جنھیں اللہ کی نعمتوں نے فقیر و محتاج مسلمان عورتوں سے غافل کر دیا ہے۔

امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حال دیکھو کہ وہ کیسی زاہدہ تھیں؟ امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المستدرك میں اور ابونعیم نے حلية الأولياء میں بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما نے اپنے دور حکمرانی میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اسی (80) ہزار درہم بھیجے، وہ روزے سے تھیں اور ان کے کپڑے بھی خاصے پرانے تھے مگر انھوں نے یہ خطیر رقم اسی وقت فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دی اور کچھ بھی بچا کر نہ رکھا۔ ان کی خادمہ نے کہا: اے ام المومنین! آپ نے دو درہم کا گوشت بھی نہ خریدا کہ آپ اس سے روزہ افطار کر لیتیں۔ انھوں نے فرمایا: پیاری بیٹی! اگر پہلے یاد دلاتی تو میں خرید لیتی۔ (اب تو کچھ بچا ہی نہیں۔) [2]

میری مسلمان بہن! غور کیجیے، امّ المومنین روزے سے تھیں، لذیذ کھانے کی حاجت بھی تھی مگر انھوں نے کس طرح ذاتی ضرورت کو یکسر بھلا دیا اور فقراء اور مساکین کی ضروریات

---

[1] بنيٓ إسرآءيل 17:18-20.

[2] المستدرك للحاكم: 14/4، و معرفة الصحابة، رقم: 2343، وحلية الأولياء لأبي نعيم: 59,58/2.

پوری کرنے پر ساری رقم صرف کر دی۔ یہ صرف فقراء و مساکین کو یاد رکھنے، ان کے دلوں کو خوشی سے معمور کرنے اور اللہ سے مغفرت کے حصول کی کوشش کی وجہ سے تھا کیونکہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا:

«أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ ، وَأَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ سُرُورٌ تُدْخِلُهُ عَلَى مُسْلِمٍ أَوْ تَكْشِفُ عَنْهُ كُرْبَةً ، أَوْ تَقْضِي عَنْهُ دَيْنًا أَوْ تَطْرُدُ عَنْهُ جُوعًا وَّلَأَنْ أَمْشِيَ مَعَ أَخٍ لِّي فِي حَاجَةٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتَكِفَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ شَهْرَيْنِ. . . . . . وَمَنْ مَّشٰى مَعَ أَخِيهِ فِي حَاجَةٍ حَتّٰى يُثْبِتَهَا لَهُ ثَبَّتَ اللهُ قَدَمَهُ يَوْمَ تَزُولُ الْأَقْدَامُ»

''اللہ کو سب سے محبوب وہ شخص ہے جو لوگوں کو زیادہ نفع پہنچانے والا ہو اور اللہ کو محبوب ترین عمل، مومن کو خوشی مہیا کرنا، اس کا دکھ دور کرنا یا اس کا قرض ادا کرنا یا اس کی بھوک مٹانا ہے۔ اور مجھے اپنے بھائی کی ضرورت کے لیے اس کے ساتھ چلنا مسجد میں دو ماہ کے اعتکاف سے زیادہ محبوب ہے اور جو کوئی مسلمان اپنے بھائی کی ضرورت کے لیے اس کے ساتھ چلا یہاں تک کہ اس کی ضرورت پوری ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے قدموں کو ثابت رکھے گا جس دن لوگوں کے قدم پھسل رہے ہوں گے۔''[1]

اللہ کی قسم! زاہدات کا کام اپنی ذات پر دوسری مسلمان عورتوں کو ترجیح دینا ہے۔ وہ خود غرضی سے کام نہیں لیتیں اور نہ اپنے آپ پر فخر و غرور سے اتراتی ہیں جیسا کہ آج کل کی عورتیں کر رہی ہیں۔

میری مسلمان بہن! آؤ! اپنا زائد مال، کپڑے اور کھانا محتاج و ضرورت مند مسلمان عورتوں کو صدقہ دے دو۔ آؤ! اپنے رب سے اپنا تعلق بہتر بناؤ کیونکہ دنیا کی محبت اور اس کے دھوکے

---

[1] قضاء الحوائج لابن أبي الدنيا، ص: 36.

نے اللہ کی ذاتِ عالی سے تعلق دھندلا کر دیا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر تمھیں اس دنیا کی حقیقت معلوم ہو جائے تو تمھارا دل ایک لمحے کے لیے بھی اس میں نہ لگے۔ اب میں تمھیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک فرمان مبارک سناتا ہوں تاکہ تم اپنے احوال اور انجام کی فکر کر لو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: دنیا کو قیامت والے دن سیاہ وسفید بکھرے بالوں اور نیلی آنکھوں والی بڑھیا کے روپ میں نہایت بدشکل بنا کر لایا جائے گا۔ اس کے دانت باہر نکلے ہوں گے، وہ لوگوں کو جھانک کر دیکھے گی تو کہا جائے گا: کیا تم اسے جانتے ہو؟ سب لوگ کہیں گے: ہم اس کی معرفت سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں تو کہا جائے گا: یہی وہ دنیا ہے جس کے لیے تم نے باہمی قتل وغارت کی، قطع رحمی کی، اس کے حصول کے لیے تم نے آپس میں بغض اور حسد روا رکھا اور تم دھوکے میں پڑے رہے، پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا تو وہ پکار کر کہے گی: اے میرے رب! میرے پیروکار اور ساتھی کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس کے پیروکاروں اور ساتھیوں کو بھی اس کے ساتھ ملا دو۔[1]

---

① الزهد لابن الأعرابي، ص: 46.

معاملات میں متحمل مزاج

''بہترین عورت'' اپنے اقوال و افعال اور جملہ معاملات میں بردبار اور متحمل مزاج ہوتی ہے۔اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے کیونکہ بردباری اور تحمل تمام فضائل میں بلند ترین درجہ رکھتی ہے۔ یہ خیرات کا سرچشمہ اور سکینت و اطمینان کا منبع ہے۔ بردباری نہایت پاکیزہ اور قابل تعریف صفات میں سے ہے۔اس خوبی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو حیوانات سے ممتاز کیا ہے۔

میری مسلمان بہن! عصر حاضر میں لوگ مادی زندگی کی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں اور ربانی تعلیمات چھوڑ چکے ہیں، الا ماشاء اللہ۔ اسی لیے موجودہ دور میں نہایت خطرناک امراض اور مہلک وبائیں پھیل گئی ہیں جو گزشتہ زمانے میں بالکل ناپید تھیں۔ان بیماریوں میں ایک اخلاقی بیماری بھی ہے، یعنی غصے میں آنا اور اپنے معاملے کو دانش مندی اور اطمینان سے کنٹرول نہ کرنا۔ کتنے ہی گھر غصے کی وجہ سے اجڑ گئے، کتنی ہی عورتیں محض خاوند کے غصے کی بنا پر بغیر کسی گناہ کے طلاق یافتہ ہو جاتی ہیں، کتنے ہی لوگ ہیں جو غصے کی وجہ سے عقل سے خالی اور بے کار ہو جاتے ہیں اور کتنی اولاد ہے جو غضب کی بنا پر گھروں سے نکال کر آوارہ بنا دی جاتی ہے۔

مگر ''بہترین عورت'' بردباری کی فضیلت خوب جانتی ہے،اس خوبی سے اپنی شخصیت کو آراستہ کرتی ہے، اس کے مطابق عمل کرتی ہے۔ اس وصف کی بنا پر اسے دنیا میں لوگوں کی ثناخوانی نصیب ہوتی ہے اور آخرت میں اسے اپنے رب کی طرف سے تعریف و توصیف حاصل ہوگی۔

''بردباری'' نہایت نفیس اور اعلیٰ قدر و منزلت کی خوبی ہے۔ خود اللہ عزوجل نے اپنی ذات اقدس کو ''الحلیم'' یعنی ''نہایت بردبار'' قرار دیا ہے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ نے یہ نام صرف اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ذبیح صاحبزادے اسماعیل علیہ السلام ہی کو دیا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

﴿ إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ لَأَوَّٰهٌ حَلِيمٌ ۝ ﴾

''بے شک ابراہیم خوب رجوع کرنے والے نہایت بردبار تھے۔''[1]

اور حضرت اسماعیل کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَبَشَّرْنَٰهُ بِغُلَٰمٍ حَلِيمٍ ۝ ﴾

''ہم نے انھیں ایک بردبار بیٹے کی خوشخبری دی۔''[2]

جناب ضمرہ بن ربیعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حلم و بردباری عقل سے بھی اعلیٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک نام ''الحلیم'' رکھا ہے۔[3]

میری مسلمان بہن! جب مومنہ عورت غصے اور غضب کے موقع پر بردباری کا مظاہرہ کرتی ہے تو سب لوگوں کو علم ہو جاتا ہے کہ وہ کس قدر عقل مند ہے، اسی لیے جب مسلمان عورت لوگوں کے سامنے غصے کے وقت بردباری کا مظاہرہ نہیں کرتی تو وہ اسے مجنون اور کم عقل قرار دیتے ہیں۔

بردباری کے فضائل و ثمرات میں گناہوں سے بچنا اور گندی اور بری جگہوں پر جانے سے پرہیز کرنا بھی شامل ہیں۔ بردباری کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ تمھیں اہل خیر کی محبت و معاونت حاصل ہوگی جبکہ فاحشہ، بدزبان اور فاجرہ صرف بددعائیں ہی حاصل کرے گی اور لوگ اس سے دور ہو جائیں گے اور کوئی بھی اس کے قریب نہیں پھٹکے گا۔

---

① التوبة 114:9. ② الصّٰفّٰت 101:37.

③ روضة العقلاء، ص: 208.

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بردبار شخص کو اپنی بردباری کا پہلا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ تمام لوگ جاہل کے خلاف اس کے مددگار بن جاتے ہیں۔[1]

غصے، غضب اور لڑائی کے وقت بہت زیادہ بردباری، تحمل اور عفو و درگزر میں معروف بزرگوں میں سے ایک حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ بھی ہیں جو ''زین العابدین'' کے نام سے مشہور ہیں۔

ایک روز ایک اموی نے ایک بے وقوف شخص کرائے پر لیا تا کہ وہ حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کو برا بھلا کہے اور ان پر کیچڑ اچھالے، لہٰذا وہ شخص تیزی سے حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ کے پاس پہنچا، اس وقت وہ اپنے پیروکاروں اور دوست احباب کے ساتھ تشریف فرما تھے، اس نے آتے ہی انھیں گالیاں دینا اور برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور آپ پر انتہائی گھٹیا اور قبیح الزامات لگائے جبکہ حضرت علی خاموشی کے ساتھ سنتے رہے حتی کہ اس نادان نے اپنے دل میں موجود ہر گالی دے لی اور جو الزام لگا سکتا تھا لگایا۔

حضرت زین العابدین رحمہ اللہ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: بھائی! اگر میں ایسا ہی ہوں جیسے تو کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور اگر میں تیرے کہنے کے مطابق نہیں ہوں تو اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔ یہ سن کر وہ نادان رونے لگا اور روتے روتے گر گیا۔

میری مسلمان بہن! غور کیجیے، کس طرح حضرت زین العابدین نے اس جاہل کو برداشت کیا اور اس کی احمقانہ باتوں پر صبر و تحمل سے کام لیا تو حاضرین مجلس کے دلوں میں ان کا مقام و مرتبہ اور بلند ہو گیا اور ان کا دشمن بھی ان کا فرماں بردار بن گیا۔

بردباری کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بردباروں کو پسند کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالقیس قبیلے کے ایک شخص سے فرمایا تھا:

«إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ وَرَسُولُهُ : الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ»

---

[1] الحلم لابن أبي الدنيا، ص: 25.

''بے شک تیری دو خوبیوں کو اللہ اور اس کا رسول پسند کرتے ہیں: بردباری اور وقار و سنجیدگی۔''[1]

اسی لیے ابو عتاہیہ نے اپنے رب سے التجا کی کہ اسے بردباری کی خوبی عطا کی جائے:

فَيَارَبِّ هَبْ لِي مِنْكَ حِلْمًا فَإِنَّنِي
أَرَى الْحِلْمَ لَمْ يَنْدَمْ عَلَيْهِ حَلِيمُ
وَيَارَبِّ هَبْ لِي مِنْكَ عَزْمًا عَلَى التُّقٰى
أُقِيمُ بِهِ مَا عِشْتُ حَيْثُ أُقِيمُ
أَلَا! إِنَّ تَقْوَى اللهِ أَكْرَمُ نِسْبَةٍ
تَسَامٰى بِهَا عِنْدَ الْفِخَارِ كَرِيمُ

''اے میرے رب! مجھے حلم عطا فرما کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ حلیم و بردبار شخص بردباری کی وجہ سے شرمسار نہیں ہوتا۔ اور اے میرے رب! مجھے تقوے کا پختہ عزم عطا فرما کہ میں جہاں بھی رہوں پرہیز گار بن کر رہوں۔ آگاہ رہو! اللہ کا تقویٰ وہ معزز ترین نسبت ہے جس پر معزز شخص فخر کرسکتا ہے۔''

میری مسلمان بہن! اگر تم بلند مرتبے اور عزت و احترام کی آرزو مند ہو تو تمھیں بردبار بننا پڑے گا۔

جناب محمد بن عبداللہ بن زنجی بغدادی فرماتے ہیں:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْحِلْمَ زَيْنٌ مُّسَوَّدٌ
لِصَاحِبِهِ وَالْجَهْلَ لِلْمَرْءِ شَائِنُ

---

[1] صحیح مسلم، الإیمان، باب الأمر بالإیمان باللہ تعالٰی و رسولہ ﷺ و شرائع الدین......، حدیث: 18، و جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في التأني والعجلة، حدیث: 2011، البتہ لفظ [ورسولہ] السنن الکبریٰ للبیهقي: 10/104 میں ہے۔

فَكُنْ دَافِنًا لِّلشَّرِّ بِالْخَيْرِ تَسْتَرِحْ

مِنَ الْهَمِّ إِنَّ الْخَيْرَ لِلشَّرِّ دَافِنُ

”کیا تم نے دیکھا نہیں کہ حلم زینت اور سیادت کا باعث ہے اور جہالت و نادانی آدمی کے لیے باعث عیب ہے۔ اس لیے شر کو خیر کے وسیلے سے دفن کر دو، تم دکھوں سے نجات پا جاؤ گے، بلاشبہ خیر کا رویہ شر کو دفن کر دیتا ہے۔“[1]

جناب محمد بن اسحاق بن حبیب واسطی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِذَا شِئْتَ يَوْمًا أَنْ تَسَوَّدَ عَشِيرَةً

فَبِالْحِلْمِ سُدْ، لَا بِالتَّسَرُّعِ وَالشَّتْمِ

وَلَلْحِلْمُ خَيْرٌ فَاعْلَمَنَّ مَغَبَّةً

مِنَ الْجَهْلِ إِلَّا أَنْ تَشْرِسَنَّ مِنَ الظُّلْمِ

”اگر تم اپنے خاندان کا سردار بننا چاہو تو بردباری کے ساتھ ان پر حکمرانی کرو۔ تیزی طراری اور گالی گلوچ سے ہرگز کام نہ لو۔ بردباری، جہالت و نادانی کے انجام سے بہت بہتر ہے۔ ہاں، اگر تم ازالۂ ظلم کے لیے مقابلہ کرو تو یہ دوسری بات ہے۔“[2]

بردباری کی فضیلت یہ بھی ہے کہ تم قوت و طاقت سے کہیں زیادہ مؤثر طور پر حلم و دانش کے ذریعے سے اپنے دشمن پر غلبہ پا سکتی ہو۔

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اے بنوامیہ کے لوگو! قریشیوں کے ساتھ بردباری سے مقابلہ کرو، اللہ کی قسم! میں ایک جاہل شخص سے ملتا ہوں جو مجھے اشتعال انگیز گالیاں دیتا ہے، میں اس سے نہایت بردباری سے پیش آتا ہوں۔ جب وہ واپس جاتا ہے تو وہ

---

[1] روضة العقلاء لابن حبان، ص: 209.

[2] روضة العقلاء لابن حبان، ص: 209.

میرا دوست بن چکا ہوتا ہے، پھر میں اس سے مدد طلب کرتا ہوں تو وہ میری مدد کرتا ہے۔ اگر میں اسے غصہ دلاؤں تو وہ بھی طیش میں آ جاتا ہے اور دشمنوں کے خلاف میرا ساتھ دیتا ہے۔

حلم اور بردباری سے شریف آدمی کے شرف میں کوئی کمی نہیں ہوتی بلکہ اس کی عزت وتکریم میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔[1]

میری اسلامی بہن! بے شک ''خیر النساء'' بے وقوف اور نادان عورتوں کی نامعقولیت کے

---

[1] حلم و بردباری کے فضائل کے بارے میں اوپر جو کچھ کہا گیا ہے، درج ذیل واقعات اس کی سچائی کی دلیل ہیں:

- ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیں، پھر جب وہ شخص گالیاں دے دے کر خاموش ہوا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے عکرمہ! دیکھو اس شخص کی کوئی ضرورت ہو تو ہم پوری کر دیں، یہ سن کر اس شخص نے اپنا سر شرمندگی سے جھکا لیا۔
- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا ایک غلام آیا۔ اس نے ان کی ایک بکری کی ٹانگ توڑ دی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بکری کی ٹانگ کس نے توڑی ہے؟ غلام کہنے لگا: میں نے توڑی ہے اور جان بوجھ کر توڑی ہے تاکہ آپ کو غصہ دلاؤں، پھر آپ مجھے ماریں اور گناہ گار ہو جائیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے تمھیں مجھے طیش میں لانے کی ترغیب دی ہے، میں اسے (شیطان کو) ضرور غصہ دلاؤں گا چنانچہ آپ نے اللہ کی رضا کے لیے اس غلام کو آزاد کر دیا (یوں ایک نیک کام انجام دے کر شیطان کو خوب غصہ دلایا۔)
- حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ رات کے وقت اندھیرے میں مسجد سے گزرے تو ایک سوئے ہوئے شخص سے ٹکرا گئے۔ اس شخص نے سر اٹھا کر پوچھا: کیا تم پاگل ہو؟ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کہا: نہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز کے محافظ نے اس شخص کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر نے کہا: اسے چھوڑ دو، اس نے مجھ سے صرف یہ پوچھا کہ میں پاگل ہوں؟ میں نے بتا دیا کہ میں پاگل نہیں ہوں، لہٰذا معاملہ ختم ہو گیا۔ ان واقعات سے ان جلیل القدر ہستیوں کی قدر و منزلت کم نہیں ہوئی بلکہ اہل حلم میں ان کا تذکرہ ایک ابدی روایت بن گیا۔

مدعا یہ کہ حلم و بردباری کا جذبہ، خیر، بلندی اور عزت واحترام میں اضافے ہی کا باعث بنتا ہے۔

جواب میں ان جیسی دیوانگی کی باتوں اور بے ہودہ افعال کی مرتکب نہیں ہوتیں بلکہ خاموش رہتی ہیں۔خاموشی بے وقوفوں پر بہت گراں گزرتی ہے اور تمام بے وقوفوں کا جواب خاموشی ہی ہے۔ایک شخص نے مسعر بن کدام کو یہ شعر سنائے:

لَا تُرْجِعَنَّ إِلَى السَّفِيهِ خِطَابَهُ
إِلَّا جَوَابَ تَحِيَّةٍ حَيَّاكَهَا
فَمَتٰى تُحَرِّكْهُ تُحَرِّكْ جِيفَةً
تَزْدَادُ نَتْنًا إِنْ أَرَدْتَ حِرَاكَهَا

''بے وقوف شخص کو اس کی جہالت کا جواب ہرگز نہ دو، سوائے اس کے سلام کے جواب کے (اگر وہ سلام کرے) کیونکہ اگر تم اسے چھیڑو گے تو گویا ایک مردار ہی کو چھیڑو گے جسے حرکت دینے پر بدبو ہی بڑھے گی۔''[1]

یعنی جس طرح مردار کو ہلانے سے بدبو تیز ہو جاتی ہے، اسی طرح اس نادان کو سمجھانے یا جواب دینے کی کوشش سے اس کی نفرت و بغض میں مزید اضافہ ہو جائے گا، اس لیے اس کے جواب میں خاموشی ہی بہتر ہے۔مؤمل شاعر کہتا ہے:

إِذَا نَطَقَ السَّفِيهُ فَلَا تُجِبْهُ
فَخَيْرٌ مِّنْ إِجَابَتِهِ السُّكُوتُ
لَئِيمُ الْقَوْمِ يَشْتُمُنِي لِيَحْظٰى
وَلَوْ دَمَهُ سَفَكْتُ لَمَا حَظَيْتُ
فَلَسْتُ مُشَابِهًا أَبَدًا لَّئِيمًا
خَزَيْتُ لِمَنْ يُّشَاتِمُهُ خَزَيْتُ

[1] الحلم لابن أبي الدنيا، ص: 32.

”جب کوئی نادان بات کرے تو اسے جواب نہ دو، اسے جواب دینے سے خاموشی بہتر ہے۔ قوم کا ایک کمینہ شخص مجھے گالیاں دیتا ہے تاکہ وہ لوگوں کی واہ واہ حاصل کر سکے مگر میں اسے کچھ نہیں کہتا، اس لیے کہ اگر میں اسے قتل بھی کر دوں تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ بے حد حقیر اور ناقابل توجہ چیز ہے، لہٰذا میں اس کمینے جیسا کبھی نہیں بنتا کیونکہ اگر میں اس کی گالیوں کا جواب دوں تو میں ذلیل ہو جاؤں گا۔“[1]

یہی بات جناب محمود وراق رحمہ اللہ نے اپنے اسلوب میں اس طرح کہی ہے:

رَجَعْتُ عَلَى السَّفِيهِ بِفَضْلِ حِلْمٍ
وَكَانَ الْفِعْلُ عَنْهُ لَهُ لِجَامَا
وَظَنَّ بِيَ السَّفَاهَ فَلَمْ يَجِدْنِي
أُسَافِهُهُ وَقُلْتُ سَلَامَا
فَقَامَ يَجُرُّ رِجْلَيْهِ ذَلِيلًا
وَقَدْ كَسَبَ الْمَذَمَّةَ وَالْمَلَامَا
وَفَضْلُ الْحِلْمِ أَبْلَغُ فِي سَفِيهٍ
وَأَحْرَى أَنْ يَنَالَ بِهِ انْتِقَامَا

”میں نے بے وقوف کو حلم و بردباری سے جواب دیا تو اس سے اسے لگام مل گئی۔ وہ مجھے بھی بے وقوف سمجھتا تھا مگر میں نے اسے جواب ہی نہیں دیا بلکہ کہا: اچھا تمھارا بھلا ہو! چنانچہ وہ ذلیل ہو کر ٹانگیں گھسیٹتا واپس چلا گیا جبکہ وہ شدید مذمت اور ملامت کما چکا تھا۔ اور نادان شخص سے انتقام لینے کے لیے حلم خوب چیز ہے اور اس کا جواب بے باق

[1] الحلم لابن أبي الدنيا، ص: 32.

کرنے کے لیے کافی ہے۔''[1]

یہ بڑی خوبصورت مثال ہے، اس نادان شخص نے جی بھر کے بدکلامی کا مظاہرہ کیا مگر شاعر نے اسے منہ نہ لگایا، بردباری سے چھوڑ دیا۔ شاعر کے اس سلوک سے نادان لگام ڈالے ہوئے گدھے کی طرح خاموش و مطیع ہوگیا، پھر ذلیل وحقیر ہو کر اٹھ گیا اور ذلت و ملامت سمیٹ کر اکیلا ہی چلتا بنا۔

میری مسلمان بہن! نادانوں پر حلم و بردباری بڑی گراں ہوتی ہے۔ حلم اور بردباری کے رویے سے تم راحت و سرور محسوس کرو گی، لہٰذا آؤ اے میری مسلمان بہن! اپنے حلم کی متاع ہر شخص تک عام کر دو، غیظ و غضب پر قابو رکھو، کوئی فرد معزز ہو یا کمینہ کسی سے نادانی اور اشتعال کا برتاؤ نہ کرو تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ''خیر النساء'' کا درجہ حاصل کرلو۔

---

[1] الحلم لابن أبي الدنيا، ص: 34.

دوسروں کی ضروریات پوری کرنے والی عورت

عصرِ حاضر میں نفسانفسی کی وجہ سے ہر جگہ ''میں، میں'' کی آواز گونج رہی ہے جبکہ ''بہترین عورت'' وہ ہے جو دوسرے مسلمان بہن بھائیوں کے مفادات اور ضروریات پوری کرنے کی بھرپور کوشش کرتی ہے۔ لوگوں کی حاجات وضروریات پوری کرنے سے لامحالہ عطا وبخشش کی راہ کھلتی ہے اور اہل اسلام کے مابین تعاون اور باہمی ذمہ داریوں کا احساس وارادہ مستحکم ہوتا ہے۔

میری مسلمان بہن! جب تم اپنی مسلمان بہنوں کی حاجات وضروریات پوری کرنے کی کوشش کرو گی اور تمھارا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا، ثواب کا حصول اور بہنوں کا دل خوش کرنا ہوگا تو تم اللہ کی مغفرت اور رحمت کے بہت قریب ہو جاؤ گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

«مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُّؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، . . . وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ»

''جس نے کسی مومن کی دنیاوی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی تکالیف میں سے اس کی تکلیف اور مصیبت دور کر دے گا...... اور اللہ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔''[1]

---

[1] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن و على الذكر، حديث : 2699، و جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في الستر على المسلمين، حديث : 1930.

اس حدیث میں مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے کی فضیلت اور انھیں میسر علم، مال، امداد و معاونت، اصلاحی مشورے یا نصیحت سے نفع پہنچانے کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔[1]

تاریخ کے اوراق نے ہمارے لیے سلف صالحین کے بہت سے ایسے پاکیزہ اقوال محفوظ کر لیے ہیں جو دوسروں کی حاجات و ضروریات پوری کرنے کی فضیلت اجاگر کرتے ہیں۔

- امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے حاجت مند مسلمان کی کوئی ضرورت پوری کرنا ایک ہزار رکعت نماز پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے اور کسی بھائی کی حاجت روائی مجھے دو ماہ کے اعتکاف سے زیادہ پسندیدہ ہے۔[2]
- جناب مرداس بن حدیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اے کاش میری دو جانیں ہوتیں، ایک جان اللہ کی راہ میں جہاد کرتی اور دوسری مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرتی۔
- امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ضرورت مندوں کی حاجتیں پوری کرنے کا ادنیٰ ترین فائدہ یہ ہے کہ خدمت گزار شخص لوگوں کی تعریف کا مستحق بن جاتا ہے اور بھائی ضروریات کے وقت ہی پہچانے جاتے ہیں جس طرح گھر والے فقر و فاقے میں آزمائے جاتے ہیں کیونکہ خوشحالی میں تو ہر کس و ناکس دوست ہوتا ہے اور بدترین بھائی وہ ہے جو کڑے وقت اور ضرورت کی گھڑی میں ساتھ چھوڑ جائے۔[3]
- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کسی مسلمان گھرانے کی ایک ماہ، ایک ہفتہ یا جتنی دیر اللہ چاہے، کفالت کرنا اور ان کی ضروریات پوری کرنا، مجھے پے در پے حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ اپنے دینی بھائی کو ایک درہم بھری پلیٹ کا تحفہ پیش کرنا مجھے اللہ کی

---

① شرح النووي : 34/17.

② قضاء الحوائج لابن أبي الدنيا، ص: 48، و روضة العقلاء لابن حبان، ص: 247.

③ روضة العقلاء لابن حبان، ص: 247.

راہ میں دینار خرچ کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔[1]

میری پیاری اسلامی بہن! ہمارے سلف صالحین نے ضرورت مندوں کی امداد کی اہمیت و فضیلت کو خوب سمجھا اور اس کا بے حد اہتمام کیا ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل شاندار مثالوں کا مطالعہ کر کے انھیں حرز جاں بنالو۔

جناب محمد بن اسحاق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں کچھ لوگ رہتے تھے لیکن انھیں یہ پتہ نہیں تھا کہ انھیں ضروریات زندگی کہاں سے مل رہی ہیں اور کون فراہم کر رہا ہے؟ جب حضرت زین العابدین بن حسین رحمہ اللہ فوت ہو گئے تو انھیں وہ سامان زندگی ملنا بند ہو گیا، تب انھیں معلوم ہوا کہ حضرت زین العابدین ہی انھیں رات کے وقت ان کی ضروریات پہنچایا کرتے تھے۔ جب انھوں نے ان کی وفات کے بعد انھیں غسل دیا تو ان کی کمر اور کندھوں پر، بیواؤں اور یتیموں کے گھر ساز و سامان کے تھیلے اٹھا کر لے جانے کے نشانات پڑے ہوئے تھے۔

میری مسلمان بہن! غور کیجیے، یہ نبوت کے گھرانے کا چشم و چراغ کن لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کی مشقت کرتا تھا؟ مساکین، بیواؤں اور فقراء کے لیے وہ کتنی زحمت اٹھاتا تھا۔ ان کی ساری طلب اور تڑپ یہ تھی کہ بیواؤں، یتیموں اور مسکینوں کے دل خوشی سے بھر جائیں اور وہ یہ کٹھن کام صرف اللہ کی رضا کے حصول کے لیے کرتے تھے کیونکہ غریبوں اور محتاجوں کو ان کی وفات تک یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ ان کی ضروریات کون پوری کر رہا ہے۔

سلف صالحین میں سے بعض افراد اپنے بھائی کی وفات کے بعد چالیس سال تک اپنے بھائی کی اولاد کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ روزانہ ان کے پاس جاتے اور انھیں اپنے مال سے عطیہ دیتے۔ اس طرح مرحوم باپ کے بچے صرف باپ کا وجود ہی گم پاتے تھے ورنہ ان کی تمام ضروریات زندگی تو اپنے باپ کی زندگی میں ملنے والی سہولتوں سے بھی زیادہ آسانی اور فراوانی

[1] صفة الصفوة لابن الجوزي:1/756.

کے ساتھ پوری ہو رہی تھیں۔ بعض بزرگ تو اپنے بھائی کے گھر جا کر یہ بھی پوچھتے تھے: کیا تمھارے پاس ضرورت کے لیے تیل اور نمک موجود ہے؟ کیا کوئی کام تو نہیں جو ہم کر دیں؟[1]

میری اسلامی بہن! تمھیں بھی چاہیے کہ مفلوک الحال مسلمان بہنوں کی ضروریات کا خاص خیال رکھو۔ تمھاری بہن کی ضرورت، خواہ تمھاری اپنی ضرورت سے زیادہ اہم ہو یا کم، تم ہر ضرورت مند بہن کی ضرورت کے وقت اس کے کام آؤ، اس فرض سے کبھی غافل نہ رہو۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح تم اپنی ذات اور اپنی ضروریات سے غافل نہیں رہتیں بلکہ تمھیں چاہیے کہ تم اسے سوال کرنے اور اپنی ضرورت ظاہر کرنے کی نوبت ہی نہ آنے دو، یعنی اس کے سوال سے پہلے ہی اس کی ضرورت پوری کر دو اور پھر اپنے اس عمل کو بھول جاؤ۔ اس کی ضرورت پوری کر کے تمھیں اس پر اپنا کوئی حق نہیں جتانا چاہیے۔ اچھی طرح سن لو! کسی کی ضرورت پوری کر کے اس سے بدلے کی امید یا تعریف کی خواہش کبھی نہ کرنا۔

جناب ابن شبرمہ رحمہ اللہ بڑے نیک بزرگ تھے، انھوں نے اپنے ایک بھائی کی بہت بڑی ضرورت پوری کر دی، وہ ان کے لیے تحفہ لے کر آیا تو ابن شبرمہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ ان کے بھائی نے کہا: یہ آپ کے لیے تحفہ ہے کیونکہ آپ نے میرے ساتھ بڑی نیکی کی ہے۔

جناب ابن شبرمہ بولے: اللہ تمھیں عافیت و سلامتی سے نوازے، اپنا تحفہ واپس لے لو کیونکہ جب تم اپنے بھائی سے کسی ضرورت کی تکمیل کا سوال کرو اور وہ تمھاری ضرورت پوری کرنے کی بھرپور کوشش نہ کرے تو تم نماز کے لیے وضو کرو اور اس پر چار تکبیریں پڑھ کر اسے مردوں میں شمار کر لو۔

میری مسلمان بہن! بلاشبہ تم اپنی مسلمان بہنوں کی ضروریات پوری کر کے نیکی کا کام کرتی ہو اور نیک کام کی بدولت اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو بری موت سے بچا لیتا ہے اور جنت میں اس

---

[1] الإحیاء: 175/2.

کا درجہ بلند کر دیتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«فِعْلُ الْمَعْرُوفِ يَقِي مَصَارِعَ السُّوءِ»

''نیک کام بری موت سے بچاتے ہیں۔''[1]

''نیک کام'' اعلیٰ خوبی اور بالیدہ شعور کا نام ہے جو آدمی کو لوگوں کی آنکھ کا تارا بنا دیتا ہے اور ان کے نزدیک وہ نہایت عالی رتبہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے گرد ہیبت و محبت اور الفت کا حصار قائم ہو جاتا ہے اور وہ سب کے نزدیک ایک فیض رساں اور محبوب شخصیت بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ شعر کہنے والے پر رحم فرمائے:

وَلَمْ أَرَ كَالْمَعْرُوفِ أَمَّا مَذَاقُهُ
فَحُلْوٌ وَّأَمَّا وَجْهُهُ فَجَمِيلٌ

''میں نے نیک کام جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی، اس کا ذائقہ شیریں اور اس کا چہرہ نہایت حسین و جمیل ہے۔''[2]

''بری موت سے بچاتا ہے'' یعنی موت کے وقت بری حالت اور شدید کرب سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور یہ لفظ میتة کسرہ کے ساتھ ہے، اس کا مطلب ہے موت کی حالت و کیفیت۔ اکثر کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص بری موت مرا اور فلاں اچھی موت مرا۔ بری موت وہ ہے جو مرنے والے کو بہت بری لگتی ہے اور اسے شدید اذیت پہنچاتی ہے۔ گویا نیک کام مسلسل کرنا اور اسے اپنی عادت بنا لینا وہ عمل ہے جو مسلمان خاتون کو نجات دلاتا ہے، بری موت سے بچاتا ہے اور بالآخر اسے اللہ کے نزدیک ''خیر النساء'' بنا دیتا ہے۔

---

① قضاء الحوائج لابن أبي الدنيا، ص: 5.

② معجم الأدباء: 306/18، و بهجة المجالس: 204/1.

بہترین مسلمان خاتون کی چند اور خوبیاں

① اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرنے والی

② اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلانے والی

③ سچائی کی خوگر اور جھوٹ سے بچنے والی

④ شرم وحیا والی

⑤ اللہ پر توکل کرنے والی

اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرنے والی

''توبہ'' کا جامع لفظ بہت سے امور کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس میں غلطیوں اور خطاؤں سے بچاؤ کی طلب ہے۔ اس میں گناہ کا احساس بھی ہے اور شرمساری سے آنسو بہانا بھی اور یہ سب امور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے اثرات ہیں۔

''تائبہ'' اس عورت کو کہتے ہیں جو اللہ کی طرف توبہ کے ساتھ متوجہ ہوتی ہے جبکہ ''التواب'' اللہ تعالیٰ ہے جو اپنی ذاتِ عالی پر ایمان لانے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔

میری مسلمان بہن! توبہ اس ''خیر النساء'' کی صفات میں سے ایک اہم صفت ہے جو اپنے رب کا راستہ پہچان کر اس پر چلتی ہے اور توبہ سفرِ آخرت کے لیے مسلمان عورت کا زادِ راہ ہے۔ قیامت کے دن جو عورت بھی کامیاب ہوگی، وہ سچی اور پکی توبہ کی بدولت ہی کامیاب ہوگی۔ ایسی توبہ جس میں گناہ کی طرف دوبارہ نہ پلٹنے کا پختہ عزم ہوگا، ضائع ہو جانے والی عمر پر شرمساری ہوگی اور اپنی اصلاح کا پکا ارادہ ہوگا۔ سچی اور پکی توبہ وہ متاع بے بہا ہے جو مسلمان عورت کی موت تک اس کے ساتھ ساتھ رہتی ہے۔ اس طرح گویا توبہ مسلمان عورت کی ابتدا بھی ہے اور اس کی انتہا بھی!

توبہ چند زبانی کلامی لفظوں کا نام نہیں ہے جنھیں تم اپنی زبان سے ادا کر لو اور انھیں بار بار دہرالو بلکہ توبہ چند مصمم امور سے عبارت ہے: (1) مسلمان عورت غلطی اور گناہ پر شرمندگی محسوس کرے۔ (2) گناہوں کو یک قلم ترک کر دے اور ان سے مکمل اجتناب کرے۔ (3) دوبارہ کبھی کوئی صغیرہ یا کبیرہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرے۔ گناہ چھوڑ کر نیک اعمال کرنے لگے حتی کہ

توبہ کے بعد اس کی حالت پہلے سے افضل اور بہتر ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر غور کیجیے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾

”اور وہ لوگ جب کوئی برا کام کر بیٹھتے یا اپنے آپ پر ظلم کر گزرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہوں کو کون معاف کرتا ہے اور وہ اپنے کیے دھرے پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔“[1]

گناہ کے فوراً بعد توبہ کرنا واجب ہے۔ توبہ میں تاخیر، گناہ پر استمرار شمار ہوگا اور یہ گناہ پر راضی رہنے کی وجہ سے ہوگا۔

اہل عرب سے منقول ہے کہ جلد بازی شیطان کا کام ہے، البتہ ان پانچ باتوں میں جلدی کرنی چاہیے: (1) توبہ میں جب گناہ کر بیٹھے (2) جب مہمان آ جائے تو اسے کھانا کھلانے میں۔ (3) میت کی تجہیز و تکفین میں (4) بچی جوان ہو جائے تو اس کی شادی کرنے میں (5) قرض کی ادائیگی میں جلدی کرنا جبکہ اس کی مدت پوری ہو جائے۔

توبہ میں جلدی کرنے کا حکم اس ارشاد باری تعالیٰ سے صاف ظاہر ہے:

﴿ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ﴾

”تو جس نے اپنے ظلم کے بعد توبہ کی اور (اپنی) اصلاح کی تو اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔“[2]

مزید ارشاد ہے:

---

[1] آل عمران 135:3۔ [2] المآئدۃ 39:5۔

﴿ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ ﴾

''اللہ صرف ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو نادانی سے برا کام کر بیٹھتے ہیں، پھر جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں، چنانچہ اللہ ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اللہ بہت جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔ اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آ لے تو وہ کہتا ہے: بے شک اب میں نے توبہ کی۔ ان لوگوں کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہوتے ہیں، ان لوگوں کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''[1]

میری مسلمان بہن! اب آپ رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کی چند احادیث سنیے۔ ان سے توبہ کرنے میں جلدی کرنے کی تاکید پوری طرح عیاں ہے۔ اس سے تم توبہ میں جلدی کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتی ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«وَاللهِ! إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً»

''اللہ کی قسم! بے شک میں ایک دن میں ستر سے زائد بار اللہ سے بخشش مانگتا اور توبہ کرتا ہوں۔''[2]

حضرت اغر بن یسار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

① النسآء 4:17، 18.

② صحیح البخاري، الدعوات، باب استغفار النبي ﷺ في اليوم والليلة، حديث: 6307.

«يَأَيُّهَا النَّاسُ! تُوبُوا إِلَى اللهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ فَإِنِّي أَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ»

''اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو اور اس سے بخشش طلب کرو، بے شک میں ایک دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔''[1]

اے میری مسلمان بہن! ذرا غور کیجیے، یہ ہمارے معصوم رسول ﷺ ہیں جن کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہیں، اس کے باوجود وہ اپنے رب سے ایک دن میں سو مرتبہ بخشش طلب کرتے اور توبہ کرتے ہیں۔ نبی ﷺ کا یہ عمل مبارک ہمیں توبہ میں جلدی کرنے کا احساس دلانے کے لیے ہے۔

جلیل القدر تابعی حضرت طارق بن حبیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ کے حقوق اس بات سے بہت زیادہ عظیم ہیں کہ کوئی بندہ انھیں ادا کر سکے لیکن اللہ کے بندے صبح بھی اس کے حضور توبہ کرتے ہیں اور شام بھی!

میری اسلامی بہن! فرض کرو تمھاری ہر آرزو پوری ہو جائے، تمھیں تمھاری ہر تمنا مل جائے اور تم اپنی ہر طلب پا لو، پھر اس سے پہلے کہ تم ان سے فائدہ اٹھاؤ، اچانک یہ ساری چیزیں غارت ہو جائیں۔ اس وقت تمھارا ردعمل کیا ہوگا؟ یقیناً تم خوب روؤ گی، تمھیں سخت صدمہ ہوگا۔ تم حسرت کا اظہار کرو گی۔ ممکن ہے کہ تم ندامت و شرمندگی سے اپنی انگلیاں اپنے دانتوں تلے چبا لو۔ پس! تمھارا اپنی عمر عزیز کے بارے میں کیا خیال ہے جو نہایت قیمتی جوہر ہے؟ اس کی قدر و قیمت کا اندازہ کسی بھی مادی چیز سے نہیں کیا جا سکتا۔ یہ عمر درحقیقت چند سانسوں کا نام ہے۔ جب ایک سانس نکل جاتا ہے تو پھر دوبارہ کبھی واپس نہیں آتا۔ دنیا میں یہی گنتی کے کچھ سانس تمھارا سرمایہ ہیں۔ تم ان کے عوض جنت کی ابدی نعمتیں خرید سکتی ہو۔ جب حقیقت حال یہ

---

[1] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب استحباب الاستغفار والاستكثار منه، حديث: 2702، والمعجم الكبير للطبراني: 301/1، رقم: 885.

ہے تو پھر تم پکی توبہ کیے بغیر اپنی عمر عزیز ضائع کرنا کیسے گوارا کرو گی؟ جب مسلمان عورت کو ملک الموت نظر آ جاتا ہے تو اس کے چہرے پر حسرت کے آثار پھیل جاتے ہیں۔ وہ چاہتی ہے کہ اگر اسے ساری دنیا کا مال ومتاع نصیب ہو تو وہ فدیہ دے کر اس موقع سے گلو خلاصی حاصل کر لے مگر وہ اس کی قدرت نہیں رکھتی کیونکہ مہلتِ زندگی کا وقت بیت چکا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○﴾

''اور تم اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں رزق دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے اور وہ کہے: اے میرے رب! تو نے مجھے کچھ وقت اور مہلت کیوں نہ دے دی کہ میں صدقہ کرتا اور صالحین میں سے ہو جاتا۔ اور اللہ کسی کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اس کی اجل آ جائے گی اور جو تم عمل کرتے ہو، اللہ اس سے باخبر ہے۔''[1]

جب موت تمھارے سر پر آ کھڑی ہوگی اور تم نے اللہ تعالیٰ سے رجوع نہ کیا ہوگا، ہائے افسوس! کس قدر حسرت کی بات ہے، جب تمھیں توبہ کی دعوت دی گئی مگر تم نے غفلت برتی، توبہ نہیں کی۔ میری مسلمان بہن! جب کوچ کا اعلان ہوگا تو بتاؤ تم کیا کرو گی؟ یہ کس قدر آشوب اور آزمائش کی گھڑی ہوگی۔ توشۂ آخرت کی تیاری کے بغیر تم اس آزمائش پر کس طرح پوری اترو گی؟ (ذرا اس دانا شاعر کی) باتیں سنیے، دیکھو وہ کیا کہہ رہا ہے:

قَدْ مَضٰى فِي اللَّهْوِ عُمْرِي   وَتَنَاهٰى فِيهِ أَمْرِي

---

[1] المنٰفقون 63: 11,10.

بَانَ رِبْحُ النَّاسِ دُونِي ... وَلِحِينَ بَانَ خُسْرِي

لَيْتَنِي أَقْبَلُ وَعْظِي ... لَيْتَنِي أَسْمَعُ زَجْرِي

كُلَّ يَوْمٍ أَنَا رَهْنٌ ... بَيْنَ آثَامِي وَوِزْرِي

لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أُرٰى لِي ... هِمَّةً فِي فَكِّ أَسْرِي

أَوْ أُرٰى فِي ثَوْبِ صِدْقٍ ... قَبْلَ أَنْ أُنْزَلَ قَبْرِي

وَيْحَ قَلْبِي مِنْ تَنَاسِيهِ ... مَقَامِي يَوْمَ حَشْرِي

وَاشْتِغَالِي عَنْ خَطَايَا ... أَثْقَلَتْ وَاللهِ ظَهْرِي

''میری عمر لہو ولعب میں گزر گئی، اسی میں میرا معاملہ ختم ہو گیا۔ سب لوگوں کا نفع واضح ہو گیا اور میرا خسارہ عیاں ہو گیا۔ کاش! میں نصیحت قبول کرتا، کاش! میں زجر و توبیخ پر کان دھرتا۔ آئے دن میں اپنے گناہوں کے بوجھ تلے دبتا جا رہا ہوں۔ کاش! میں جانتا کہ کیا مجھے اپنی زنجیریں کھولنے کی ہمت بھی ملے گی؟ کیا میں قبر میں اترنے سے پہلے سچائی کا دامن تھام سکوں گا؟ میرے دل کا برا ہو، اس نے قیامت کے دن رحمان کے حضور میرے کھڑے ہونے کو بھلا دیا۔ اللہ کی قسم! گناہوں سے غفلت کی وجہ سے میری کمر جھک گئی ہے۔''

میری پیاری مسلمان بہن! جلدی کرو۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں غفلت اور گناہوں سے اجتناب کے لیے پکی توبہ کرو۔ جب گناہ تمھارے اور رب العزت کے درمیان ہو اور اس کا تعلق کسی بندے کی حق تلفی سے نہ ہو، اس صورت میں توبہ کی تین شرائط ہیں:

① گناہ سے باز آنا

② گناہ کرنے پر شرمسار ہونا

③ دوبارہ گناہ نہ کرنے کا پکا ارادہ کرنا۔

اگر ان تینوں میں سے کوئی ایک شرط بھی پوری نہ ہوئی تو توبہ صحیح نہیں ہوگی۔

اگر گناہ کا تعلق کسی آدمی کی حق تلفی سے ہے تو پھر توبہ کی چار شرائط ہیں: تین سابقہ اور چوتھی یہ کہ حق دار کا حق ادا کر دیا جائے۔ کسی کا مال دینا تھا تو تم اس کا مال واپس کر دو، تم نے کسی کی غیبت کی تھی یا چغلی کھائی تھی تو ضروری ہے کہ تم اس سے معافی مانگو اور تمام گناہوں سے اجمالی توبہ کرو۔ سچی اور پکی توبہ کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اب مندرجہ ذیل واقعات پڑھو اور ان پر غور کرو۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور سچی اور پکی توبہ کی وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو گئے۔

ایک سو افراد کے قاتل کی توبہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا، اس نے ننانوے قتل کیے تھے۔ ایک دن اس نے دنیا کے سب سے بڑے عالم آدمی کے بارے میں پوچھا۔ اسے ایک راہب کا پتا بتا دیا گیا، وہ اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا ماجرا بیان کرتے ہوئے کہا: میں نے ننانوے آدمی قتل کیے ہیں، کیا میری توبہ ہو سکتی ہے؟ راہب نے جواب دیا: نہیں ہو سکتی۔ تو اس شخص نے راہب کو بھی قتل کر کے سو قتل پورے کر دیے، پھر اس نے دنیا کے سب سے بڑے ایک اور عالم کے بارے میں پوچھا تو اسے ایک عالم کا پتا بتا دیا گیا۔ (وہ اس کے پاس گیا اور) کہنے لگا: میں نے سو آدمی قتل کیے ہیں، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! یقیناً ہو سکتی ہے، تمھارے اور تمھاری توبہ کے مابین رکاوٹ کیا ہے؟ فلاں فلاں علاقے میں چلے جاؤ، وہاں کے لوگ بڑے عبادت گزار ہیں۔ تم بھی ان کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو جاؤ اور اب اپنے علاقے میں واپس مت آنا کیونکہ یہ بڑا برا علاقہ ہے، چنانچہ وہ قاتل اس علاقے کی طرف چل پڑا۔ ابھی آدھا رستہ طے کیا تھا کہ اسے موت آ گئی۔ رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں کے

مابین اس کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ رحمت کے فرشتے کہنے لگے: یہ توبہ کر کے اللہ کی طرف سچے دل سے متوجہ ہو کر آ رہا تھا (اس لیے یہ رحمت کا مستحق ہے۔) عذاب کے فرشتوں نے کہا: اس نے کبھی کوئی اچھا کام نہیں کیا (اس لیے یہ عذاب کا حقدار ہے۔) ایک فرشتہ انسانی شکل میں ان کے پاس آیا تو رحمت اور عذاب کے فرشتوں نے اسے اپنا قاضی بنا لیا۔ اس نے یہ فیصلہ دیا کہ دونوں طرف کا علاقہ ناپ لو، یہ جس علاقے کے قریب ہو، اس طرف کے فرشتے اسے لے جائیں۔ انھوں نے زمین کی پیمائش کی تو اسے اس کی چاہت والے علاقے کے قریب پایا، چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اسے قبضے میں لے لیا۔''[1]

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرف کی زمین کو حکم دیا کہ دور ہو جا اور نیک بستی کی طرف کی زمین کو حکم دیا کہ قریب ہو جا۔ یوں وہ نیک بستی کی طرف ایک بالشت قریب ہو گیا تھا، چنانچہ اسے نیک لوگوں میں شمار کر لیا گیا۔''[2]

میری مومنہ بہن! غور کیجیے! یہ کتنا عجیب اور سبق آموز واقعہ ہے۔ یہ شخص سو افراد کا قاتل تھا۔ اس قدر گھناؤنے جرم کے باوجود جب وہ شدت سے نادم ہوا اور اس نے سچی توبہ کی تو ارحم الراحمین نے اسے اپنی رحمت سے نواز دیا اور اسے خوش نصیبوں میں شامل کر دیا۔

تم بھی اللہ سے سچی توبہ کرو تو وہ تمھیں اپنی رحمت سے نواز دے گا اور تمھیں ''خیر النساء'' کے زمرے میں شامل کر لے گا۔

زانیہ عورت کی توبہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جہینہ قبیلے کی ایک عورت آئی جو زنا کی وجہ سے حاملہ تھی۔ اس نے التجا کی: اے اللہ کے

---

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب (54)، حديث: 3470، و صحيح مسلم، التوبة، باب قبول توبة القاتل و إن كثر قتله، حديث: 2766.

[2] صحيح مسلم، التوبة، باب قبول توبة القاتل و إن كثر قتله، حديث: 2766.

رسول! میں نے سنگین گناہ کا ارتکاب کیا ہے، لہٰذا مجھ پر حد قائم فرمائیے۔ نبیٔ کریم ﷺ نے اس کے وارث کو بلایا اور فرمایا: ''اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ جب یہ بچے کو جنم دے چکے تو میرے پاس لے آنا۔'' اس نے حکم کی تعمیل کی۔ جب بچہ پیدا ہو گیا تو وہ اسے لے کر حاضر ہوا، پھر نبیٔ کریم ﷺ کے حکم پر اس عورت کے کپڑے اچھی طرح باندھ دیے گئے (تاکہ اس کا ستر نہ کھلنے پائے) پھر آپ کے حکم سے اسے رجم کر دیا گیا، پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ اس کی نماز پڑھائیں گے؟ حالانکہ اس نے زنا کیا تھا؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا:

«لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَّوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَوَسِعَتْهُمْ، وَهَلْ وَجَدْتَ تَوْبَةً أَفْضَلَ مِنْ أَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ تَعَالٰى»

''اس نے ایسی شاندار توبہ کی ہے کہ اگر مدینہ منورہ کے ستر (گناہ گاروں) میں تقسیم کر دی جائے تو سب کو کافی ہو جائے گی۔ کیا تم نے اس سے افضل توبہ دیکھی ہے کہ اس نے اللہ کی خاطر اپنی جان تک قربان کر دی ہے۔''[1]

میری مسلمان بہن! سچی توبہ کی جزا پر غور کیجیے، یہ صرف اس لیے ہے کیونکہ یہ مسلمان عورت کو قربانی دینے کے لیے زبردست تیاری پر آمادہ کرتی ہے تاکہ وہ گناہوں اور خطاؤں سے پاک ہو جائے۔

خالص توبہ اعلیٰ ترین عبادات میں سے ہے، اس کی بدولت مسلمان عورت اپنے رب کا تقرب حاصل کرتی ہے اور اسے وہ مقام حاصل ہوتا ہے جو کسی اور عبادت سے حاصل نہیں ہوتا۔ اس میں عاجزی، انکسار اور اللہ کے لیے خشوع و خضوع پایا جاتا ہے۔ خالص توبہ کا سب

---

[1] صحيح مسلم، الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنىٰ، حديث: 1696، و جامع الترمذي، الحدود، باب منه: [تربص الرجم بالحبلى حتى تضع]، حديث: 1435.

سے بڑا فائدہ مسلمان عورت کو یہ ہوتا ہے کہ اس سے سرزد ہونے والے گناہ نیکیوں میں بدل دیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کیجیے:

﴿ إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴾

''مگر جس نے توبہ کی اور وہ ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں کہ جن کے گناہ اللہ نیکیوں میں بدل دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا رحم فرمانے والا ہے۔''[1]

یہ آیت مقدسہ نادم ہونے اور سچی توبہ کرنے والی عورتوں کے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے۔ عظیم المرتبت تابعی حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے تمام گناہ کو نیکیوں میں بدل دے گا، یعنی انھیں ہر گناہ کی جگہ ایک نیکی دے گا۔

لیکن جب اکثر مسلمان عورتوں کا حال دیکھا جاتا ہے تو بڑا افسوس ہوتا ہے۔ بے شمار خواتین اپنی عمر عزیز غفلت کی نذر کر دیتی ہیں۔ وہ طویل عمر گزار کر ہی اللہ کے حضور توبہ کرتی ہیں۔ حالت یہ ہے کہ بہت سی مسلمان بہنیں نماز نہیں پڑھتیں۔ روزے بھی نہیں رکھتیں، اکثر خواتین پردہ بھی نہیں کرتیں تو جب ان باتوں پر ٹوکا جائے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرنے کی نصیحت کی جائے تو اکثر بہنیں یہ کہتی ہیں کہ ابھی تو ہم بہت چھوٹی ہیں، ابھی ہماری عمر ہی کیا ہے، توبہ کے لیے ابھی بڑی عمر پڑی ہے، لہٰذا توبہ و استغفار کے لیے اتنی جلدی کی کیا ضرورت ہے؟ ایسی خواتین یہ نہیں سمجھتیں کہ زندگی ناپائیدار اور ناقابل اعتبار ہے۔ ہوسکتا ہے وہ اپنی امید کے مطابق عمر نہ پا سکے۔ توبہ گلے میں سانس اٹکنے تک ہوسکتی ہے لیکن عمدہ صحت کی حالت میں توبہ کرنا جبکہ ابھی زندگی کی امید باقی ہو، اس مالی صدقے کی طرح ہے جو تندرستی کی

---

[1] الفرقان 25: 70.

حالت میں کیا جائے۔ موت کے وقت توبہ کرنے کی مثال اس مالی صدقے جیسی ہے جو موت کے قریب کیا جائے، یعنی بیماری میں توبہ کرنے والا، جب اپنی ساری صحت اور قوت اپنے نفس کی خواہشات اور دنیاوی لذات پر خرچ کر لیتا ہے، پھر جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو جاتا ہے تو توبہ کرنے لگتا ہے اور گناہ ترک کر دیتا ہے۔ اس شخص کی توبہ کا اس آدمی کی توبہ سے کیا مقابلہ جس نے عین جوانی میں اس وقت توبہ کر لی ہو جبکہ گناہوں کی قوت پوری طرح باقی تھی لیکن اس نے اپنے رب کے خوف اور ثواب کی امید پر برے کام چھوڑ دیے۔

میری مسلمان بہن! اب عبرت کے لیے چند ایسی بدقسمت عورتوں کے عالم نزع کی باتیں سنیے جنھوں نے اپنی عمر گناہوں اور شہوات میں ضائع کر دی تھی۔ وہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت بہت پریشان تھیں:

- ان میں سے ایک اپنا چہرہ پیٹ رہی تھی اور کہہ رہی تھی: ہائے افسوس! میں نے اللہ کی اطاعت وفرماں برداری اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں کس قدر کوتاہی کی۔
- دوسری عورت مایوسی اور حسرت سے رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی: دنیا میری زندگی سے کھیلتی رہی اور مجھ سے مذاق کرتی رہی حتی کہ میری عمر ختم ہو گئی۔
- تیسری خاتون نے جب اس کے سانس کی ڈور کٹ رہی تھی یہ آخری الفاظ کہے: میری بہنو! تمھارا بھلا ہو اپنی جوانی سے دھوکا نہ کھانا، تمھیں دنیا کی زیب وزینت بھی دھوکے میں نہ ڈالے جس طرح اس نے مجھے دھوکے میں ڈالے رکھا۔

اللہ عظمت والا خوب سچ فرماتا ہے:

﴿ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ○ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ

السّٰخِرِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾

''اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرماں بردار ہو جاؤ، اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے، پھر تمھاری مدد نہیں کی جائے گی۔ اور تم اس بہترین چیز کی پیروی کرو جو تمھارے رب کی طرف سے تمھاری طرف نازل کی گئی ہے۔ اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تمھیں اس کی خبر تک نہ ہو۔ (ایسا نہ ہو) کہ کوئی شخص کہے: ہائے افسوس! اس پر جو میں نے اللہ کی اطاعت کرنے کے حق میں کوتاہی کی اور بلاشبہ میں مذاق اڑانے والوں میں شامل رہا یا وہ کہے: بے شک اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں ضرور متقیوں میں سے ہو جاتا یا وہ جس وقت عذاب دیکھے تو یہ کہے: کاش! میں ایک بار واپس دنیا میں جا سکوں تو نیکوکاروں میں سے ہو جاؤں۔''[1]

بے شک ''خیر النساء'' وہی عورت ہے جو دن رات، خفیہ اور علانیہ اپنے رب کے حضور توبہ کرتی ہے اور اپنے گناہوں پر روتی ہے اگرچہ وہ چھوٹے ہی ہوں۔ اپنے عیوب کی وجہ سے اپنی جان کے زیاں کا خوف کھاتی ہے اگرچہ وہ تھوڑے ہی ہوں۔ وہ اپنے رب کی اطاعت میں عاجزی اور انکسار کی زندگی بسر کرتی ہے اور آخرت میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ اس کا رب اسے عظیم الشان جنت میں داخل کر دیتا ہے جس کے میوے قریب، نہریں جاری اور تخت بچھے ہوئے ہوں گے، اس میں ایسی نعمتیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں، نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا کوئی خیال گزرا ہے۔''[2]

---

① الزمر 39:54-58.

② توبہ کے متعلق مزید تفصیل ملاحظہ کیجیے ''رسول اللہ ﷺ کی عورتوں کو پچاس نصیحتیں'' اور ''میں توبہ تو کرنا چاہتا ہوں......''۔

اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلانے والی

''بہترین عورت'' تمام مسلمان عورتوں کو ہمیشہ وہ نور ہدایت بہم پہنچاتی رہتی ہے جو ان کے سینوں کو حق کے لیے کھول دیتا ہے اور ان کے معاملات آسان بنا دیتا ہے اور وہ یہ کام خواتین کو صرف اللہ کی طرف بلانے کے لیے کرتی ہے۔

میری پیاری اسلامی بہن! ''خیرالنساء'' کی صفات میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ اپنی بہنوں کی قرآن وسنت کی طرف رہبری کرتی ہے جس میں قیامت کے دن کے عذاب سے ان کی نجات ہے۔

جو عورت ''خیرالنساء'' کا رتبہ پانا چاہتی ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے گھر والوں کی اصلاح کے لیے انھیں نماز قائم کرنے، زکاۃ دینے، نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے جیسے اسلامی شعار و آداب کی دعوت دے۔ اس کی یہ دعوت اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل ہوگی جو اس نے ہر مسلمان مرد و عورت کو اپنی جان اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچانے کے لیے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر اچھی طرح غور کیجیے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝ ﴾

''اے ایمان والو! تم خود کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، اس پر تند مزاج اور سخت گیر فرشتے (مقرر) ہیں، اللہ

انھیں جو حکم دے، وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انھیں حکم دیا جاتا ہے۔''[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اپنے آپ کو اور اہل و عیال کو خیر کے کام سکھاؤ اور انھیں اسلامی آداب سکھاؤ تاکہ تم سب جہنم سے بچ سکو۔[2]

میری مسلمان بہن! تمھارے خاندان کو دارالسلام (جنت) میں پہنچانے میں تمھارا بہت اہم کردار ہے۔ اس کردار سے کوئی جاہل یا کم عقل ہی انکار کرے گا۔ تمھیں اپنے والدین کو رحمان کی اطاعت و فرماں برداری میں لگا دینا چاہیے اور اللہ کی عبادت، فرائض کی ادائیگی اور تمام معاملات میں حقوق اللہ کی معرفت کے سلسلے میں ان دونوں کی مدد کرنی چاہیے۔ اپنی اولاد کو خاص طور پر اللہ کی اطاعت کرنے والا بناؤ اور اللہ رب العزت کی خوشنودی کے حصول پر انھیں کمر بستہ کر دو۔ دیکھو! ام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی بیان کردہ ان باتوں میں کیسے قیمتی سبق چمک رہے ہیں:

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کے بچپن کا زمانہ تھا۔ ان کی والدہ ماجدہ نے ان سے کہا: پیارے بیٹے! علم حاصل کرو میں تمھیں سوت کات کر اخراجات مہیا کروں گی۔ گویا وہ اپنے بیٹے کو علم کے میدان میں کامیاب اور علم کے ساتھ اللہ کی معرفت میں بھی کامیاب کرنا چاہتی تھیں۔ اگرچہ وہ اسے علم نہیں سکھا سکتی تھیں مگر علم حاصل کرنے کے لیے مالی مدد کر سکتی تھیں اور ایسا رات کو دیر تک چرخہ چلا کر سوت کاتنے اور پھر اسے بیچ کر اس سے زندگی بسر کرنے ہی سے ممکن تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انھوں نے اپنے بیٹے کی کوئی تربیت نہیں کی اور محض خرچہ ہی دیا بلکہ وہ صاحبزادے سے فرماتی تھیں: پیارے بیٹے! جب تم دس حرف لکھ لو تو غور کرو کہ کیا

---

[1] التحریم 66: 6.

[2] الدرالمنثور، التحریم: 6.

تمھارے تقویٰ، ورع، خشیت اور خوف الٰہی میں کچھ اضافہ ہوا ہے۔ میرے لخت جگر! اگر تمھیں محسوس ہو کہ تمھیں ان حروف سے کچھ فائدہ نہیں ہوا تو خوب جان لو! ایسا علم تمھیں کوئی نفع نہیں دے سکتا۔

میری مسلمان بہن! اس نیک خاتون کے اس کردار پر غور کیجیے، انھوں نے کس طرح اپنے بیٹے کو شرعی علم سیکھنے پر لگایا اور کس مشقت و محبت کے ساتھ اسے علم کے حصول کا بھرپور موقع مہیا کیا۔

میری مومنہ بہن! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا مطلب یہ ہے کہ تم حسب استطاعت مسلمان عورتوں کو دینی مسائل اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت و کردار اور آپ کے ارشادات سے اچھی طرح روشناس کراؤ کیونکہ اللہ کی طرف بلانا، بہت بڑی عبادت، جہاد اکبر اور عظیم مقام و مرتبے کی بات ہے۔

تمھارے لیے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت مقدسہ میں بہترین اسوہ موجود ہے جنھوں نے بہت سے شرعی احکام یاد کیے اور شرعی آداب سیکھے۔ یہاں تک کہ کہا گیا ہے: شریعت کے ایک چوتھائی مسائل آپ سے منقول ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بہت بڑی فقیہہ اور بہت سی خواتین اور بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی معلّمہ تھیں۔

حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرصۂ دراز تک رہا لیکن میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو قرآنی آیات کا عالم، فرض و سنت کا محافظ، شعر کا پارکھ اور اسے بیان کرنے کا ماہر، عربوں کی جنگوں کا عالم، نسب نامے کا حافظ، فیصلوں اور طب و حکمت کا رمز شناس کسی کو نہیں دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا: خالہ جان! آپ نے علم طب کہاں سے سیکھا؟ انھوں نے فرمایا: میں کبھی بیمار ہوتی تو میرے لیے دعا تجویز کی جاتی یا کوئی شخص بیمار ہوتا تو اس کے لیے دوا بتائی جاتی تو میں اسے یاد کر لیتی تھی اور لوگ جب ایک

دوسرے کو نسخے بتاتے تو میں انھیں بھی یاد کر لیتی تھی۔[1]

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام عورتوں کا علم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم کے مقابلے میں جمع کیا جائے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم سب سے افضل واعلیٰ ہو گا۔[2]

مرد حضرات ان کے حجرے کی کھڑکی کے نیچے بیٹھ کر ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سنتے اور دینی احکام سیکھتے تھے۔

عظیم المرتبت تابعی حضرت مسروق رحمہ اللہ سے ایک بار پوچھا گیا: کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم فرائض جانتی تھیں؟ انھوں نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علماء صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ان سے علم فرائض کے مسائل پوچھتے دیکھا ہے۔[3]

عورتیں ان کے پاس حاضر ہوتیں تو وہ انھیں علم فرائض سکھاتی تھیں، اس طرح وہ اپنی علمی استطاعت کے مطابق اللہ کی طرف دعوت دیتی تھیں۔

میری اسلامی بہن! آؤ! تھوڑی دیر کے لیے ذرا اپنے عمل کو پرکھو اور اپنے کردار کا جائزہ لو، تم اللہ کی اس امانت کو کیوں بھول گئی ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے حوالے کی تھی، یعنی اللہ کی طرف دعوت دینے کی امانت۔ یہ مقدس فرض تم اسی صورت میں ادا کر سکتی ہو جب تمھیں دعوت کے اصول ومبادیات اور اس کی بنیادی قدروں کا علم ہو، پس میری اسلامی بہن! تمھیں دین کا علم حاصل کرنا چاہیے تاکہ تم دوسری مسلمان بہنوں کو بھی دین سکھا سکو۔ اگر تم یہ مقدس کام کرو گی تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک "خیر النساء" قرار پاؤ گی۔

---

1. حلية الأولياء لأبي نعيم: 61,60/2، والمستدرك للحاكم: 11/4 مختصرًا، وسير أعلام النبلاء: 183/2.
2. المستدرك للحاكم: 11/4.
3. علم فرائض سے مراد وراثت کا علم ہے جس میں حصہ داروں کے حصوں کی تقسیم اللہ کے حکم کے مطابق کی جاتی ہے۔

سچ بولنے اور جھوٹ سے بچنے والی عورت

''خیر النساء'' یعنی بہترین مسلمان عورت کی ممتاز ترین صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ صداقت کی پُر وقار خوبی سے آراستہ ہوتی ہے۔

میری پیاری اسلامی بہن! اللہ تعالیٰ نے تمھیں سچ اپنانے اور اس کی فضیلت کا حسن و جمال اختیار کرنے کی رغبت دلائی ہے اور حساب والے دن تمھیں بہت بڑے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَكُونُوا۟ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ ۝ ﴾

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''[1]

اس طرح اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے والی خواتین کو اس جماعت میں شمار کیا ہے جس کی تعریف کی گئی ہے۔ اس گروہ میں شامل کیا ہے جسے آخرت میں بلند مقام عطا فرمایا جائے گا اور وسیع رحمت و مغفرت سے نوازا جائے گا۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ إِنَّ ٱلْمُسْلِمِينَ وَٱلْمُسْلِمَٰتِ وَٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ وَٱلْقَٰنِتِينَ وَٱلْقَٰنِتَٰتِ وَٱلصَّٰدِقِينَ وَٱلصَّٰدِقَٰتِ وَٱلصَّٰبِرِينَ وَٱلصَّٰبِرَٰتِ وَٱلْخَٰشِعِينَ وَٱلْخَٰشِعَٰتِ وَٱلْمُتَصَدِّقِينَ وَٱلْمُتَصَدِّقَٰتِ وَٱلصَّٰٓئِمِينَ وَٱلصَّٰٓئِمَٰتِ وَٱلْحَٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَٱلْحَٰفِظَٰتِ وَٱلذَّٰكِرِينَ ٱللَّهَ كَثِيرًا وَٱلذَّٰكِرَٰتِ أَعَدَّ ٱللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝ ﴾

''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرماں بردار مرد اور

---

[1] التوبة 9:119.

فرماں بردار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزے دار مرد اور روزے دار عورتیں، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان سب کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔''[1]

جب مسلمان عورت سچ بولے گی تو اسے صادقہ کے نام سے موسوم کیا جائے گا اور جب وہ ہمہ وقت سچ بولتی رہے گی اور ہمیشہ سچائی کی راہ اختیار کرنے کی کوشش کرے گی تو وہ ''صدیقہ'' (انتہائی سچی) بن جائے گی۔ ''صدیقہ'' اسے کہتے ہیں جو ہمیشہ سچ بولے اور صداقت کی راہ کبھی ترک نہ کرے۔

''صدیقہ'' کی تعریف میں متعدد اقوال ہیں: بعض علماء کہتے ہیں: صدیقہ وہ ہے جو بکثرت سچ بولے۔

بعض کہتے ہیں: صدیقہ وہ ہے جو کبھی جھوٹ نہ بولے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ صدیقہ وہ ہے جو سچ کی عادی ہونے کی وجہ سے کبھی جھوٹ نہ بولے۔

اور اس کی تعریف میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ صدیقہ وہ ہے جو سچ بولے، سچ کا اعتقاد رکھے اور اپنے قول و عمل سے اس کی تصدیق کرے۔

''خیر النساء'' میں اس اعلیٰ ترین خوبی کی حامل حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام ہیں۔ جس طرح سچائی بات چیت میں اصل حیثیت رکھتی ہے، اسی طرح اعضاء کے افعال و اعمال میں بھی سچ کی روشنی اسی وقت جلوہ گر ہوتی ہے جب وہ افعال حق، استقامت اور اخلاص پر مبنی ہوں۔

میری مسلمان بہن! تمھاری اطاعت گزاری اور فرماں برداری میں ''سچ'' اسی وقت عیاں ہوگا

---

[1] الأحزاب 35:33.

جب تم اپنی اطاعت میں یقین اور احسان کو یقینی بناؤ۔ تم سے جن فرائض و واجبات کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جاتا ہے، ان میں بھی اسی وقت سچائی ہوگی جب تم فرائض و واجبات کے ملحقات اور تابع امور میں کوتاہی نہیں کرو گی تو اس کے نتیجے میں تم صادقہ کہلاؤ گی۔

نیت، عزم اور وعدہ پورا کرنے میں بھی سچ کی شان ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴾

''مومنوں میں سے چند لوگ وہ بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا، وہ سچ کر دکھایا، چنانچہ ان میں سے بعض نے اپنا عہد پورا کیا (شہید ہوگئے) اور ان میں سے بعض منتظر ہیں اور انھوں نے (اپنے عہد میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔''[1]

جیسا کہ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کیا، انھوں نے اپنے رب سے جہاد میں ثابت قدمی کا عہد کیا تھا۔ جب وہ شہید ہوگئے تو ان کے جسم پر نیزے، تیر اور تلوار کے 80 سے زیادہ زخم تھے۔

اے میری مسلمان بہن! تم سے دین حق کا یہ مطالبہ ہے کہ تم گناہ گاروں، فسق و فجور کا پرچار کرنے والوں اور بے دین لوگوں کے چیلنجوں کے مقابلے میں اپنا دین اور تقویٰ مضبوطی سے تھامے رکھو۔

سچ کے بے شمار فضائل و برکات ہیں، مثلاً: یہ بھلائی کا باعث ہے، برکت کی کنجی ہے اور سچ بولنے والے کے لیے لوگوں کی محبت کھینچ لانے والا عامل ہے۔

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو لوگوں کے ساتھ تین سلوک کرے، لوگوں

---

[1] الأحزاب 33: 23.

پر اس کے تین حق واجب ہو جاتے ہیں: (1) وہ شخص جو ان سے بات چیت میں سچ بولے۔ (2) جب وہ اسے کسی چیز کا امین بنائیں تو وہ ان سے خیانت نہ کرے۔ (3) اور جب ان سے وعدہ کرے تو اسے پورا کرے۔ اس طرح لوگوں پر اس کے تین حق لازم ہو جاتے ہیں، یعنی: (1) لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت کا جذبہ پھوٹ پڑتا ہے۔ (2) ان کی زبانیں اس کی تعریف وتوصیف کرتی ہیں۔ (3) اور وہ اس کی مدد واعانت کرتے ہیں۔

سچ کی فضیلت یہ بھی ہے کہ سچائی تمھیں ہمیشہ ہلاکتوں سے بچائے گی جب کہ جھوٹ ہلاک کر ڈالے گا۔ جناب ابرش رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اَلْكَذِبُ مُرْدِيكَ وَإِنْ لَّمْ تَخَفْ
وَالصِّدْقُ مُنْجِيكَ عَلَى كُلِّ حَالِ
فَانْطِقْ بِمَا شِئْتَ تَجِدْ غِبَّهُ
لَمْ تُبْخَسْ وِزْنَةَ مِثْقَالِ

”جھوٹ تمھیں ہلاک کر دے گا اگرچہ تم اس سے خوف نہ کھاؤ جبکہ سچ ہر حال میں تمھیں نجات دلائے گا، لہٰذا جو چاہو سو بولو، انجام کار میں تم بہرحال ایک رائی کے برابر بھی کمی نہیں پاؤ گے۔“

سچ کی فضیلت یہ بھی ہے کہ یہ دنیا میں بلند مرتبے کے حصول کے یقینی اسباب میں سے اہم ترین سبب ہے، اسی لیے اہل مکہ نے رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت سے پہلے ہی ”صادق وامین“ کا لقب دے دیا تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وحی و رسالت کی ابتدا ہونے پر آپ کو ان الفاظ میں تسلی دی تھی: بے شک آپ سچ بولتے ہیں (اس لیے اللہ تعالیٰ آپ کا ساتھ دے گا) جبکہ آپ کی قوم نے یہ اعتراف کیا تھا: ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا، یعنی ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے دشمنوں نے بھی آپ کے صادق ہونے کی گواہی دی اور

آپ کے پیروکار آپ کی سچائی کی گواہی دیتے تھے۔ یہ کتنی شاندار اور عظیم گواہی ہے! سچ نیک لوگوں کا زیور ہے، آزاد بندوں کی زینت ہے اور صالحین و برگزیدہ بندوں کا حسن و جمال ہے۔

بعض لوگوں نے لقمان حکیم سے کہا: کیا آپ فلاں قبیلے کے غلام نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں، میں اُسی قبیلے سے ہوں۔ ان سے پوچھا گیا: تو پھر آپ کو یہ بلند مقام کیسے ملا؟ انھوں نے فرمایا: اللہ کے ڈر، سچ بولنے، امانت ادا کرنے اور لایعنی باتوں سے اجتناب کے باعث۔

سچ کی فضیلت یہ بھی ہے کہ یہ گندگی اور برائی سے نجات دلاتا ہے۔ جناب محمود وراق رحمہ اللہ کہتے ہیں:

أُصْدُقْ حَدِيثَكَ إِنَّ فِي الصِّدْقِ
الْخَلَاصَ مِنَ الدَّنَسْ
وَدَعِ الْكَذُوبَ لِشَأْنِهِ
خَيْرٌ مِّنَ الْكَذِبِ الْخَرَسْ

''سچی بات کہو، بے شک سچ گندگی سے خلاصی دلاتا ہے، جھوٹے کو اس کے حال پر چھوڑ دو، جھوٹ بولنے سے گونگا ہونا بہتر ہے۔''

جھوٹ کی ایک نحوست یہ ہے کہ لوگ جھوٹے کا اعتبار نہیں کرتے اگرچہ وہ اپنی بات میں سچا ہو۔ جناب کریزی فرماتے ہیں:

كَذَبْتَ، وَمَنْ يَّكْذِبْ فَإِنَّ جَزَاءَهُ
إِذَا مَا أَتٰى بِالصِّدْقِ أَنْ لَّا يُصَدَّقَا
إِذَا عُرِفَ الْكَذَّابُ بِالْكَذِبِ لَمْ يَزَلْ
لَدَى النَّاسِ كَذَّابًا وَّإِنْ كَانَ صَادِقًا

وَمِنْ آفَةِ الْكَذَّابِ نِسْيَانُ كَذِبِهِ
وَتَلْقَاهُ ذَا فِقْهٍ إِذَا كَانَ حَاذِقًا

''تم نے جھوٹ بولا اور جو شخص جھوٹ بولے، اس کی سزا یہ ہے کہ جب وہ سچی بات بھی کرے اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ جب جھوٹا اپنی کذب بیانی کی وجہ سے معروف ہو جائے تو پھر وہ ہمیشہ لوگوں کے نزدیک جھوٹا ہی رہتا ہے، چاہے وہ کبھی سچا بھی ہو۔ جھوٹے کی مصیبت یہ ہے کہ وہ اپنے جھوٹ بھول جاتا ہے جبکہ ذہین وفقیہ آدمی اسے بھانپ لیتا ہے۔''

جھوٹ کی نحوست یہ بھی ہے کہ جھوٹے کی صحبت سے لوگ بھاگتے ہیں، اس کے قریب بھی پھٹکنا نہیں چاہتے اور اس سے دور رہنے کی تمنا کرتے ہیں۔

جناب محمد بن عبداللہ بغدادی کہتے ہیں:

إِذَا مَا الْمَرْءُ أَخْطَأَهُ ثَلَاثٌ
فَبِعْهُ وَلَوْ بِكَفٍّ مِّنْ رَّمَادِ
سَلَامَةُ صَدْرِهِ، وَالصِّدْقُ مِنْهُ
وَكِتْمَانُ السَّرَائِرِ فِي الْفُؤَادِ

''جب کسی آدمی سے یہ تین چیزیں چھوٹ جائیں تو اسے بیچ ڈالو اگرچہ مٹھی بھر راکھ کے عوض ہی بیچنا پڑے۔ سینے کی صفائی، سچ بولنا اور دل میں راز چھپانا۔''

میری مسلمان بہن! جب ''خیر النساء'' سچائی کو اپنا لیتی ہے تو اسے سچ کے تابع امور کے لیے پختہ ارادہ، مضبوط عزم، توانا ایمان اور تحمل کی ضرورت ہوتی ہے۔

جناب بشر بن حارث رحمہ اللہ کہتے ہیں: جو لوگوں کے ساتھ سچا معاملہ کرے گا، وہ لوگوں سے گھبراہٹ محسوس کرے گا اور اس کا دل ان میں نہیں لگے گا۔

ذوالنون مصری سے پوچھا گیا: کیا بندے کے لیے اپنے امور کی اصلاح کا کوئی طریقہ ہے؟

انھوں نے جواب دیا:

قَدْ بَقِينَا مِنَ الذُّنُوبِ حَيَارٰی

نَطْلُبُ الصِّدْقَ مَا إِلَيْهِ سَبِيلُ

''ہم اپنے گناہوں کی وجہ سے حیران پریشان کھڑے رہے، سچ تلاش کرتے رہے مگر اس کی طرف کوئی راہ نہیں ملی۔''

گویا وہ سچائی اختیار کرنے کے لیے عظیم محنت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، وہ محنت جو تمھارے لیے بھی ضروری ہے تاکہ تم بھی محنت سے فضیلت حاصل کرلو۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سچائی اختیار کرنا جمے ہوئے پہاڑوں کو اٹھانے سے زیادہ بھاری ہے، صرف اہل عزیمت ہی اس کی طاقت رکھتے ہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: سچائی کی حقیقت یہ ہے کہ تم اس موقع پر سچ بولو جہاں تمھیں صرف جھوٹ ہی نجات دلا سکتا ہو۔

سچی مومنہ زندگی بھر اپنے معاملات میں سچائی بروئے کار لانے کی کوشش کرتی ہے کیونکہ وہ سچائی کا عظیم ثواب یاد رکھتی ہے جس کی نسبت قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

﴿قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

''اللہ فرمائے گا: یہ ایسا دن ہے کہ سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا، ان کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''[1]

[1] المآئدة 5:119.

اس کے برعکس جھوٹی عورتوں کا قیامت کے دن بڑا دردناک انجام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ○ ﴾

''اور آپ قیامت کے روز انھیں دیکھیں گے جنھوں نے (دنیا میں) اللہ پر جھوٹ باندھا کہ ان کے منہ کالے ہوں گے، کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے؟'' [1]

میری مسلمان بہن! اللہ کی بارگاہ کی طرف آجاؤ اور مستقل مزاجی سے سچائی اختیار کرلو اگرچہ تمھیں اس میں ہلاکت دکھائی دے کیونکہ نجات اسی میں ہے۔ اور جھوٹ سے بچو! اگرچہ تمھیں اس میں نجات نظر آئے کیونکہ ہلاکت اسی میں ہے۔ خوب جان لو کہ تم ''خیر النساء'' کے مرتبے پر صرف سچائی کی بدولت ہی فائز ہوسکتی ہو۔ سلام ہو سچ بولنے والی، مومنات اور توبہ کرنے والی اور عبادت گزار محترم خواتین پر۔

---

[1] الزمر 39: 60.

شرم وحیا والی

''بہترین عورت'' توبہ کرنے والی اور شرم وحیا والی ہوتی ہے کیونکہ وہ حیا کرنے والیوں میں سے ہے۔ میری پیاری مسلمان بہن! حیا بڑی عظیم الشان خوبی ہے۔ یہ وصف اعلیٰ مکارم اخلاق میں شمار کیا جاتا ہے اور عورت کے نفس کی پاکیزگی، اس کے جذبۂ دینی کی حفاظت کی بیداری حقوق اللہ کی عمدہ پاسداری پر دلالت کرتا ہے۔ حیا مومن، پاک دامن، طاہرہ اور شریف عورتوں کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں حیا کی تاکید فرمائی ہے اور حیا والیوں کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿فَجَآءَتْهُ إِحْدٰىهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۚ قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا﴾

''پھر ان دونوں میں سے ایک (لڑکی) شرماتی لجاتی اس (موسیٰ علیہ السلام) کے پاس آئی، اس نے کہا: بے شک میرے والد تجھے بلاتے ہیں تاکہ وہ تجھے ہماری خاطر پانی پلانے کے لیے مزدوری دے دیں۔''[1]

یعنی وہ شرم وحیا کے ساتھ لوگوں سے ہٹ کر اور ان سے دور رہتے ہوئے آئی جبکہ اس نے اپنے چہرے پر اپنے کپڑے یا ہاتھ سے پردہ کر رکھا تھا۔ پس اگر مسلمان عورت حیا والی نہ ہو تو مومنات میں سے نہیں ہے کیونکہ جس میں حیا نہ ہو، اس کا کوئی ایمان نہیں ہوتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] القصص 25:28.

«اَلْحَيَاءُ مِنَ الإِيمَانِ وَالإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ»

''حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں ہوگا۔''[1]

جب تم اس قابل تعریف صفت کو اپنا لوگی تو تمھاری سیرت و کردار اور تمھارے تمام معاملات میں ہر طرح کی بھلائی آ جائے گی۔ حیا مسلمان عورت کو برے افعال سے روکتی اور برے اخلاق سے محفوظ رکھتی ہے کیونکہ حیا کا جذبہ سراسر خیر ہی خیر ہے، اسی لیے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ»

''حیا صرف خیر ہی لاتی ہے۔''[2]

مسلمان عورت کو اللہ تعالیٰ سے حقیقی حیا کرنی چاہیے۔ اسے اپنے سر اور جو چیزیں اس میں ہیں (آنکھیں، کان، ناک) ان کی حفاظت کرنی چاہیے۔ پیٹ کے اندر جانے والی خوراک اور جو چیز پیٹ کے اندر (دل) ہے، اس کا خیال رکھنا چاہیے۔ اسے موت کے منظر اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہو جانے کی کیفیت کا دھیان رکھنا چاہیے اور اخروی نعمتوں کے مقابلے میں دنیاوی زیب و زینت کو ہیچ اور ناقابل توجہ سمجھنا چاہیے۔

حیا کی تین صورتیں ہیں: (1) اللہ تعالیٰ سے حیا (2) لوگوں سے حیا (3) اور مسلمان عورت کا خود اپنے آپ سے حیا کرنا۔ ان تینوں صورتوں کا بیک وقت موجود ہونا ضروری ہے تاکہ حیا کی شان مکمل ہو جائے۔ جو خاتون اللہ تعالیٰ سے تو حیا کرے مگر لوگوں سے نہ کرے تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے لوگوں کو ذلیل و حقیر سمجھا۔ اور جو لوگوں سے حیا کرے لیکن اللہ تعالیٰ

---

[1] جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في الحياء، حديث : 2009، و مسند أحمد : 501/2.

[2] صحيح البخاري، الأدب، باب الحياء، حديث : 6117، و صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان و أفضلها ......، حديث : 37.

سے نہ کرے تو اس نے اللہ تعالیٰ کی شان اور مرتبہ کم سمجھا۔ جو لوگوں سے حیا کرے مگر اپنے نفس سے نہ کرے تو اس نے اپنے نفس کو حقیر و کم تر بنا دیا۔ جس کا نفس اس کے نزدیک حقیر و ذلیل ہو، وہ اخلاقی اقدار اور عمدہ اوصاف کا حامل نہیں ہوتا۔

میری اسلامی بہن! اللہ تعالیٰ سے حیا کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی زبان ہر برائی، مثلاً: غیبت، چغلی، جھوٹ، دوسری مسلمان عورتوں سے مذاق، گندی اور اخلاق سوز باتوں سے محفوظ رکھو۔

اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا مفہوم یہ بھی ہے کہ تم اپنی نظر حرام چیزیں دیکھنے سے محفوظ رکھو، مسلمان عورتوں کے عیوب اور خامیوں کی ٹوہ لگانے سے مکمل اجتناب کرو۔ صرف حلال اور جائز چیزیں ہی دیکھو۔ اللہ سے حیا کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی ٹانگیں تہمت اور شکوک وشبہات کے مقامات اور امکانات سے دور رکھو۔ تمھارے قدم صرف صراط مستقیم ہی پر چلنے چاہئیں۔

اللہ سے حیا کے معنی یہ بھی ہیں کہ تم اپنے کان لہو ولعب، بے ہودگی اور بے حیائی کی باتیں سننے سے محفوظ رکھو۔ ہاں، اپنے رب کا کلام (قرآن مجید) ضرور سنیے اور وہ چیز سنیے جس میں اللہ کی محبت ورضا ہو۔

اللہ سے حیا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے پیٹ میں صرف حلال چیز ڈالو اور حرام کے شبہے والی کھانے پینے کی ہر چیز سے بچو۔

اللہ تعالیٰ سے حیا کا مطلب یہ ہے کہ تم آخرت اور اللہ کی ملاقات یاد رکھو۔ لوگوں سے حیا کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو تکلیف نہ دی جائے اور جو چیز انھیں پسند نہ ہو، وہ نہ کی جائے۔ کوئی ایسا کام بھی نہ کرو جو اخلاقی اقدار اور مروت کے منافی ہو۔ اپنے نفس سے حیا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عظیم احسانات اور نعمتوں کی فراوانی کے باوجود اس کی اطاعت شعاری میں اپنی کوتاہی پر نادم رہو۔

حیا کے کئی اسلوب اور متعدد قسمیں ہیں: حیا کی ایک قسم گناہ سے حیا ہے۔ یہ وہ شعور و احساس ہے جو تمھیں گناہ کرنے کے بعد لاحق ہوتا ہے اور تم اپنے دل میں شرمسار ہوتی ہو۔ ایک جذبۂ حیا احساسِ کوتاہی میں ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر تم کوئی نیکی کر کے محسوس کرو کہ اس کا حق پوری طرح ادا نہیں ہوا تو تم ندامت محسوس کرو۔ ایک حیا بڑوں کا لحاظ کرنا ہے، یعنی چھوٹے اپنے سے بڑے شخص سے حیا کریں۔

مقام ومنصب کی حیا: یعنی یہ کہ تم جس کسی سے ہیبت اور رعب محسوس کرتی ہو اس کے ساتھ بے تکلف گفتگو کرنے میں حیا کرتی ہو۔

حیاء الکرم: وہ یہ ہے کہ تم کسی کو صدقہ یا بخشش دینے کے بعد یہ محسوس کرتی ہو کہ یہ صدقہ ضرورت سے بہت کم دیا گیا ہے۔

بہترین عورت قریب قریب حیا کے یہ سبھی پہلو اپناتی ہے۔ اس کے برعکس بدکردار عورتیں بڑی بے حیائی اور ڈھٹائی سے کہتی ہیں: ہمیں لوگوں کی کوئی پروا نہیں، یوں وہ حیا کے فقدان کے باعث بے شمار گناہوں کا ارتکاب کرتی ہیں اور حیا باختہ عورتوں سے کوئی بھی گناہ بعید نہیں۔

حضرت عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولٰى : إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ»

''لوگوں نے پہلی نبوتوں کی تعلیمات میں یہ نصیحت بھی پائی ہے: جب تم حیا نہ کرو تو جو جی میں آئے کر گزرو۔''[1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سختی سے نصیحت کے لیے ہے، یعنی جب تم کسی عیب سے حیا نہیں

---

[1] صحيح البخاري، الأدب، باب إذا لم تستحي فاصنع ماشئت، حديث : 6120، ومسند أحمد : 383/5.

کرتے اور اپنے کسی مذموم فعل پر عار محسوس نہیں کرتے تو پھر تم اپنی ہر غرض اور خواہش نفس پوری کرلو، خواہ وہ اچھی ہو یا بری۔ مختصر یہ کہ جو حیا نہیں کرتا، وہ جو چاہے کرتا پھرے۔

دراصل یہ ڈانٹ اور سرزنش ہے اگرچہ الفاظ اور ان کا ظاہر فعل امر ہے۔ اس میں یہ تنبیہ بھی موجود ہے کہ حیا انسان کو برائیوں سے روکنے والی چیز ہے، پس میری مسلمان بہن! جو کام تم کرنا چاہو، اس پر غور کرلو! اگر وہ کام اچھا ہے اور اس میں کوئی عار نہیں تو وہ کام کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حیا مسلمان عورت کا زیور ہے۔ جب مسلمان عورت حیا سے محروم و عاری ہو جائے تو پھر وہ جو چاہے کرے، یقیناً اللہ تعالیٰ اسے اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ عمل اچھا ہوگا تو جزا اور برا ہوگا تو سزا ملے گی۔

میری مسلمان بہن! اپنے حقوق طلب کرنے میں حیا کرنا، حیا نہیں ہے۔ جس حیا کی وجہ سے حقوق کی ادائیگی اور حصول میں خلل آئے وہ شرعی حیا نہیں ہے بلکہ وہ تو ذلت اور بے بسی ہے۔ اسی طرح دین کا فہم حاصل کرنے اور دینی احکام سمجھنے کے لیے سوال کرنے میں حیا کرنا بھی کوئی حیا نہیں ہے۔[1]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت ام سلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور یوں عرض گزار ہوئیں: اے اللہ کے رسول! بے شک اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرماتا، لہٰذا یہ واضح فرمائیے کہ کیا عورت کو احتلام کی وجہ سے غسل کرنا چاہیے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ہاں) جب پانی (منی) دیکھ لے۔ اس پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے (حیا سے) منہ ڈھانپ لیا۔ انھوں نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ''ہاں! تیرا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو (اگر عورت کو احتلام نہیں

---

[1] فتح الباري:6/641، تحت الحديث: 3484.

ہوتا) تو بچہ ماں کے ساتھ کیسے مشابہ ہو جاتا ہے؟''[1]

غور کیجیے! کس طرح ایک مومنہ کو حیا نے ایک ایسے معاملے میں سوال کرنے سے نہیں روکا جس میں مومنات بات کرتے ہوئے عموماً حیا کرتی ہیں۔

میری مسلمان بہن! جب ''خیر النساء'' نے حیا کا زیور پہن لیا تو یہ حقیقت معروف ہوگئی کہ وہ پاک دامن ہے، پس اس کا ظاہر معزز اور باوقار ہوتا ہے جبکہ اس کے باطن میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص ہوتا ہے۔ اس کے برعکس وہ عورت جو پردہ اتار پھینکتی ہے، وہ اس طرح چلتی ہے گویا مجسم شیطانی روح چل رہی ہو۔ وہ کہتی ہے: ذرا میرا حسن و جمال تو دیکھو! یوں اس کا ظاہری حال قبیح اور باطنی حال ریاکار اور شہرت کا طلب گار ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اخلاقی اقدار کی بلندی حیا ہے۔

جناب اصمعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے ایک بدو کو کہتے ہوئے سنا: جس نے حیا کا لباس پہن لیا، اس کے عیب چھپ جاتے ہیں۔

حیا اور حیا والوں کی تعریف میں شعراء کے اشعار: صالح بن جناح رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِذَا قَلَّ مَاءُ الْوَجْهِ قَلَّ حَيَاؤُهُ
وَلَا خَيْرَ فِي وَجْهٍ إِذَا قَلَّ مَاؤُهُ

''جب چہرے کی رونق کم ہو جائے تو اس کی حیا بھی کم ہو جاتی ہے اور جس چہرے کی رونق کم ہو جائے، اس میں کوئی خیر نہیں۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے:

مَا إِنْ دَعَانِي الْهَوٰى لِفَاحِشَةٍ
إِلَّا نَهَانِي الْحَيَاءُ وَالْكَرَمُ

[1] صحيح البخاري، العلم، باب الحياء في العلم، حديث : 130، و صحيح مسلم، الحيض، باب وجوب الغسل على المرأة ......، حديث : 313.

وَلَا إِلَى مَحْرَمٍ مَدَدْتُ يَدِي
وَلَا مَشَتْ بِي لِرِيبَةٍ قَدَمُ

''جب بھی میری خواہش نفس نے مجھے فحاشی کی طرف بلایا تو مجھے حیا اور عزت نے روک دیا۔ میں نے جب بھی حرام کی طرف ہاتھ بڑھائے اور میرے قدم جب بھی بدکاری کی طرف بڑھے تو مجھے حیا نے باز رکھا۔''

ایک شاعر کہتا ہے:

إِذَا رُزِقَ الْفَتَى وَجْهًا وَقَاحًا
تَقَلَّبَ فِي الْأُمُورِ كَمَا يَشَاءُ
وَرُبَّ دَنِيَّةٍ مَا حَالَ بَيْنِي
وَبَيْنَ رُكُوبِهَا إِلَّا الْحَيَاءُ

''جب کسی نوجوان کو چہرہ ہی بے حیا ملا ہو تو وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جبکہ حیا نے مجھے بہت سی برائیوں کے ارتکاب سے بچایا ہے۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے:

كَرِيمٌ يَغُضُّ الطَّرْفَ فَضْلَ حَيَائِهِ
وَيَدْنُو وَأَطْرَافُ الرِّمَاحِ دَوَانِي

''معزز شخص حیا کی فضیلت کے باعث آنکھیں جھکانے کے قریب ہو جاتا ہے، حالانکہ نیزوں کی انیاں قریب ہوتی ہیں۔''

امیہ بن ابی الصلت نے ابن جدعان تیمی کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے:

أَأَذْكُرُ حَاجَتِي أَمْ قَدْ كَفَانِي
حَيَاؤُكَ إِنَّ شِيمَتَكَ الْحَيَاءُ

كَرِيمٌ لَّا يُغَيِّرُهُ صَبَاحٌ
عَنِ الْفِعْلِ الْجَمِيلِ وَلَا مَسَاءُ
إِذَا أَثْنٰى عَلَيْكَ الْمَرْءُ يَوْمًا
كَفَاهُ مِنْ تَعَرُّضِهِ الثَّنَاءُ

''کیا میں اپنی حاجت بیان کروں یا تیری حیا مجھے کافی ہوگی کیونکہ حیا کرنا تیری خاص خوبی ہے۔ تو اس قدر معزز ہے جسے اچھے کام کرنے سے کوئی صبح یا کوئی شام نہیں روکتی۔ حالات کیسے بھی ہوں بہر حال تم اچھے کام کرتے رہتے ہو۔ جب آدمی نے تیری تعریف بیان کر دی تو پھر تیرے پاس حاضر ہونے کے بجائے یہ تعریف کرنا ہی اس کے لیے کافی ہوگا (میری حاضری ضروری نہیں، میں تمھارا خیر خواہ ہوں۔)''

آؤ میری مسلمان بہن! بلند اخلاق اقدار اپناؤ اور اس گراں قدر خوبی کو اپنے اخلاق کا حصہ بناؤ تا کہ تم ''خیر النساء'' کا مرتبہ حاصل کرلو۔

اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والی

''بہترین مسلمان عورت'' اپنے تمام معاملات میں صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتی ہے۔ اپنے سارے کام اسی کے سپرد کرتی ہے اور دستیاب چیزوں کے بجائے اللہ تعالیٰ کے پاس موجود نعمتوں پر مکمل اعتماد رکھتی ہے۔

میری مسلمان بہن! سمجھ دار اور عقل مند عورت کے لیے لازم ہے کہ اس ذات عالی ہی پر توکل کرے جس نے سب کے رزق کی ذمہ داری لے رکھی ہے کیونکہ توکل ایمان کا نہایت اہم ضابطہ اور اصول ہے جو انسان کے فقر و فاقہ کو دور کرنے کا ایک مؤثر سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ ﴾

''(سچے) مومن صرف وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب ان کے روبرو اس کی آیتوں کی تلاوت کی جائے تو وہ ان کا ایمان بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔''[1]

اللہ تعالیٰ پر تمھارا اعتماد جس قدر زیادہ اور بھرپور ہوگا، اسی قدر تم قیامت کے دن کے لیے اپنی نیکیوں کا ذخیرہ کر لوگی۔ تمھارا اعتماد اللہ پر روزانہ بڑھے گا، تمھاری نیکیوں کا ذخیرہ بھی بڑھے گا، اس کے نتیجے میں تم جرأت مندی سے شیطان کا مقابلہ کر سکو گی۔ کتنی ہی عورتیں ہیں جنھوں

---

[1] الأنفال 8: 2.

نے اپنے جذبے پر اعتماد کرتے ہوئے کام شروع کیا تو اللہ نے انھیں گمراہ کر دیا۔ کتنی ہی ایسی عورتیں ہیں جنھوں نے اپنی قوت کے بل بوتے پر اپنا کام شروع کیا تو اللہ نے انھیں بیمار کر دیا۔ بے شمار عورتیں ایسی ہیں جو اللہ کی قضا پر راضی نہ ہوئیں، اللہ پر توکل نہ کیا تو دنیا و آخرت میں ناکام و نامراد ہو گئیں۔ بہت سی عورتوں نے اپنی زندگی میں اپنے مال پر بھروسا کیا تو اللہ نے انھیں فقیر کر دیا۔ ان کے برعکس بہت سی عورتوں نے اللہ پر توکل کیا تو ان کے لیے دنیا و آخرت کی سعادت و خوش بختی کے دروازے کھل گئے۔

میری مسلمان بہن! اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ جو عورت اس پر توکل کرے گی، وہ اسے کافی ہو جائے گا۔ جو اس پر ایمان لائے گی، وہ اسے ہدایت نصیب کرے گا۔ جو صدقہ کرے گی، اسے جزا دے گا۔ جو اس پر اعتماد کرے گی، اسے نجات دے گا اور جو اسے پکارے گی، وہ اس کی پکار سنے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ﴾

”اور جو اللہ پر ایمان لائے گا، وہ اس کے دل کو ہدایت دے دے گا۔“[1]

اور ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ﴾

”اور جو اللہ پر توکل کرے گا تو وہ اسے کافی ہو جائے گا۔“[2]

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ ﴾

”اگر تم اللہ کو قرض حسنہ دو گے تو وہ اسے تمھارے لیے بڑھا دے گا۔“[3]

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

① التغابن 64:11. ② الطلاق 65:3. ③ التغابن 64:17.

﴿ وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾

''اور جو شخص اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھام لے تو اسے سیدھے راستے کی ہدایت مل جاتی ہے۔''[1]

اور مقدس ذات نے فرمایا:

﴿ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ﴾

''(اے نبی) جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو بے شک میں قریب ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں، جب بھی وہ مجھ سے دعا کرے۔''[2]

حقیقی توکل: توکل کرنے والی عورت کے دل اور دماغ میں عقیدۂ توحید کے راسخ ہونے کی دلیل ہے۔ توکل درحقیقت قلبی اعمال میں سے ایک عمل ہے اور یہ زبانی قول یا صرف اعضاء کے عمل کا نام نہیں۔ توکل کی تکمیل اور اس کے درجات کی تکمیل کے لیے تمھیں متعدد امور کی ضرورت ہے جو یہ ہیں:

① اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی معرفت اور یہ کہ اشیاء اللہ کی مشیت اور قدرت ہی سے بنتی اور رواقع ہوتی ہیں۔

② اشیاء اور ان کے مسببات کا ثبوت اور اسباب اختیار کرنا۔

③ بلاشرکتِ غیرے اللہ تعالیٰ کی توحید پر کامل ایمان اور قلبی اخلاص۔

④ دل کا اللہ پر پختہ اعتماد اور بھروسا۔

⑤ اللہ کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا۔

⑥ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کے لیے دل کی مکمل آمادگی اور اطاعت گزاری۔

---

[1] آل عمران 3:101۔ [2] البقرة 2:186۔

⑦ تمام معاملات اللہ کے سپرد کرنا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام رحمہم اللہ، علمائے کرام، زہاد اور بزرگوں کے توکل اور توکل کرنے والوں کے بارے میں بہت سے اقوال منقول ہیں۔

بعض علماء نے توکل کی تشریح کرتے ہوئے بتایا ہے کہ توکل قسمت میں لکھے ہوئے پر راضی ہونے کا نام ہے اور کچھ علماء اللہ پر پورے بھروسے کے بعد پُرسکون رہنے کو توکل قرار دیتے ہیں۔

چند علماء نے اس کی تعریف یوں کی ہے: توکل اللہ کے فیصلے اور اس کی قضا کو تسلیم کرنے کا نام ہے اور بعض کہتے ہیں: توکل ہر حال میں اللہ کے سپرد ہونے کا نام ہے۔

اور کچھ کے نزدیک: توکل ابتدا ہے، تسلیم و رضا درمیانہ درجہ ہے اور تفویض، یعنی سپردگی انتہا ہے۔

میری مسلمان بہن! ہمارے سلف صالحین کے نزدیک توکل رزق کی تلاش اور اس کے لیے کوشش کرنے کے منافی اور معارض نہیں تھا لیکن متاخرین میں سے کچھ ایسے مسلمان بھی ہیں جنھوں نے توکل کا مطلب نہایت غلط سمجھا ہے بلکہ ہم نے ایسے مسلمان بھی دیکھے ہیں جو اسلام پر سستی اور کاہلی کا دین ہونے کی تہمت لگاتے ہیں اور مسلمانوں کو سست، کاہل اور نکما قرار دیتے ہیں۔ اس طرح اسلام کے درخشاں چہرے کو داغدار بنانے کی مذموم کوشش کی گئی ہے اور اہل اسلام کو بدنام کیا گیا ہے لیکن جو شخص دین اسلام کی تعلیمات پر گہری نظر رکھتا ہے، اسے بخوبی علم ہو جاتا ہے کہ توکل کسی حال میں بھی رزق کی تلاش اور اس کی کوشش کے منافی نہیں ہے۔

اس میں شک نہیں کہ آج کے دور میں توکل غفلت اور بے پروائی کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ زہد سستی اور بے کاری کے ہم معنی بن گیا ہے۔ اللہ کی کفالت و ذمہ داری کا مطلب لوگوں کے مال پر نظر رکھنا سمجھ لیا گیا ہے۔

متذکرہ بالا غلط فہمیاں اسلام کے مفاہیم اور اس کی مضبوط بنیادوں کو کھوکھلا کر دینے والی ہیں لیکن جو شخص رسول اللہ ﷺ کے ارشادات، آپ کی سیرت اور آپ کے توکل اور اسباب اختیار کرنے کے عمل مبارک کا مطالعہ کرے گا، وہ حقیقی توکل کا مطلب سمجھ جائے گا۔ اللہ پر توکل کرنے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے حالات میں بھی توکل کی وہی شان نظر آتی ہے جس کا سبق نبیٔ کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے ملتا ہے۔

کچھ لوگ ایسے ہیں جنھیں صحیح توکل کا علم نہیں اور انھوں نے توکل اور تواکل کو آپس میں خلط ملط کر دیا ہے لیکن ہر دور میں علمائے ربانی نے ان کی تصحیح کی ہے اور اصل حقیقت کو واضح کیا ہے۔

جناب موسیٰ بن مکرم فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا: اے ابوسعید! اگر میں صبح مصحف کھول کر شام تک تلاوت ہی کرتا رہوں تو میرا یہ عمل کیسا قرار پائے گا؟ حضرت حسن رحمہ اللہ نے فرمایا: صبح کے وقت تلاوت کر لیا کرو اور کچھ دیر شام کے وقت قرآن پڑھ لیا کرو باقی سارا دن اپنا کام کاج اور اپنا کاروبار کیا کرو۔

جناب ابوقلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بازار جایا کرو کیونکہ اس میں (کاروبار کرنے سے) لوگوں سے بے پروائی ہے اور دین کی صلاح بھی ہے۔

جناب بشر بن حارث رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: پیارے بیٹے! اپنی ماں کی خدمت کرو، ماں کی نافرمانی ہرگز نہ کرنا اور بازار کو لازم پکڑو (تجارت اور کاروبار ضرور کرو۔)

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے ان کا یہ ارشاد منقول ہے: اہل وعیال کی بھلائی اور پرورش کے لیے کوشش اور محنت کرنے سے کوئی چیز افضل اور اعلیٰ نہیں۔

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب تم اللہ کی (نفلی) عبادت کرنے لگو تو پہلے یہ دیکھ لو

کہ گھر میں ضرورت کے مطابق گندم موجود ہے یا نہیں، موجود ہو تو عبادت کرلو ورنہ پہلے گندم تلاش کرو (کما کر لاؤ) پھر (نفلی) عبادت کرو۔

میری مسلمان بہن! نبیٔ کریم ﷺ اور صحابۂ کرام کے توکل کا یہی حال تھا۔ روزی کمانا آپ کی سنت تھی۔ جو شخص آپ کے اوصاف اختیار کرنا چاہے، اسے آپ کی سنت کو لازم پکڑنا چاہیے۔

''خیر النساء'' وہ مثالی مسلمان خاتون ہے جو اپنے رب پر توکل کرتی ہے، دوسروں کے مال پر نظر نہیں رکھتی، اپنے رب کے خزانوں پر اعتماد کرتی ہے اور دیگر مسلمان عورتوں کے مال و دولت کی طمع نہیں کرتی۔ اسباب ضرورت اختیار کرتی ہے کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اس کے رب نے جو بیماری بھی نازل کی ہے، اس کی دوا اور علاج بھی مرحمت فرمایا ہے۔

''خیر النساء'' کو دونوں جہانوں کی کامیابی مبارک ہو، وہ اس دنیا میں اپنے خالق پر اعتماد کر کے رنج و غم سے راحت پاتی ہے اور آخرت میں بے مثال نعمتوں والی جنت اور رب العالمین کی خوشنودی سے سرفراز ہوتی ہے۔

”خیر النساء“ کی چند اور خصوصیات

① اپنے تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص

② والدین کی اطاعت گزار اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے والی

③ وفادار اور عہد کی پاسداری کرنے والی

اپنے تمام اعمال میں اللہ کے لیے مخلص

''خیر النساء'' اپنے تمام اقوال و افعال اور اپنے رب کے ساتھ تمام معاملات میں مخلص ہونے کے علاوہ اپنے نفس اور سب لوگوں کے ساتھ مخلص ہوتی ہے۔

''بہترین عورت'' اپنے تمام اعمال و افعال صرف اللہ کی رضا کے حصول کے لیے انجام دیتی ہے، اس لیے وہ کسی دکھاوے کے لیے کام نہیں کرتی، مخلوق میں سے کسی کے ساتھ منافقت نہیں کرتی اور اپنے رب کے سوا کسی سے نہیں ڈرتی۔

میری مسلمان بہن! ''اخلاص'' کا لفظ صفائی ستھرائی اور ہر عیب سے پاک ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

''اخلاص'' کا مطلب کسی چیز کا ہر دوسری چیز کی ملاوٹ سے پاک ہونا ہے جس طرح تم کہتی ہو: خَلَّصْتُ اللَّبَنَ مِنْ شَوْبِ الْمَاءِ یعنی میں نے دودھ کو پانی کی ملاوٹ و آمیزش سے پاک رکھا۔

اخلاص میں سلامتی اور نجات کا مفہوم بھی شامل ہے کیونکہ کہا جاتا ہے: خَلُصَ فُلَانٌ مِنْ كَذَا ''فلاں شخص اس معاملے سے بچ گیا اور نجات پا گیا۔''

اخلاص میں سچائی اور طہارت کے معنی بھی مضمر ہیں، جیسے کہا جاتا ہے: أَخْلَصَ فُلَانٌ لِّفُلَانٍ فِي وُدِّهِ ''فلاں شخص نے فلاں سے اپنی محبت سچی اور پاکیزہ کر دکھائی۔''

اسلام میں اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تقرب کے حصول کے لیے ہر اس عیب اور نقص کا خاتمہ کرنا جو راہِ تقرب میں حائل ہوتا ہے، لہٰذا عقیدے میں بھی اخلاص شرط لازم

ہے، اسی لیے قرآن کریم میں ایک سورت، سورۂ اخلاص کے نام سے موسوم ہے جس میں عقیدے کی اساسی باتیں بیان کی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کے سلسلے میں، یعنی نماز، روزہ، زکاۃ اور حج میں بھی اخلاص ہونا ضروری ہے، یہ تمام عبادات اللہ کی قربت کے حصول اور اس کے عذاب سے نجات پانے کے جذبے سے ادا کی جائیں۔ لوگوں کے ساتھ اخلاص یہ ہے کہ خرید وفروخت، لین دین اور دیگر ہر قسم کے معاملات میں اللہ کا خوف ملحوظ رکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اخلاص کی ترغیب دلائی ہے اور اس کی فضیلت بیان کی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ○ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ○ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ○ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ﴾

''آپ کہہ دیجیے: بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خالصتاً اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لیے اس کی عبادت کروں۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں پہلا مسلمان بن جاؤں۔ کہہ دیجیے: اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو یقیناً مجھے بڑے دن کے عذاب سے ڈر لگتا ہے۔ کہہ دیجیے: میں اللہ کے لیے اپنی بندگی خالص کرتے ہوئے صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں، پس تم اس کے علاوہ جس کی چاہو بندگی کرو۔''[1]

اخلاص کی بلند شان اور عظیم مقام ومرتبہ یہ ہے کہ اگر تم قرآنی آیات پر غور کرو تو تمھیں معلوم ہوگا کہ اخلاص کی نسبت انبیائے کرام سے ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

---

① الزمر 39:11-15.

﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ○﴾

''اور کتاب میں موسیٰ کا ذکر کیجیے، بلاشبہ وہ چنے ہوئے رسول اور نبی تھے۔''①

یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ○﴾

''اور بلاشبہ یقیناً وہ اس کے ساتھ ارادہ کر چکی تھی اور وہ بھی اس عورت کے ساتھ ارادہ کر لیتا اگر یہ نہ ہوتا کہ اس نے اپنے رب کی دلیل دیکھ لی۔ اسی طرح ہوا تاکہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی ہٹا دیں۔ بے شک وہ ہمارے خالص کیے ہوئے بندوں سے تھا۔''②

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ○ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ○ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ○﴾

''اور ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجیے جو قوت و بصیرت والے تھے، بے شک ہم نے انھیں ایک خاص وصف یادِ آخرت کے ساتھ چن لیا تھا اور وہ ہمارے نزدیک برگزیدہ اور نیک لوگوں میں سے تھے۔''③

جذبۂ اخلاص کے چند فضائل:

① اخلاص بندے کو ہر سختی سے نجات دلاتا ہے، اسے ہر غم اور دکھ سے بچاتا ہے۔ اس کی عمر، رزق اور عمل میں برکت کا باعث بنتا ہے۔

② اللہ تعالیٰ نے ہر کامیابی اور فلاح اخلاص سے وابستہ رکھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

① مریم 19:51۔ ② یوسف 12:24۔ ③ ص 38:45-47۔

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ○﴾

''جس دن مال کوئی نفع دے گا نہ اولاد۔ الا یہ کہ کوئی اللہ کے پاس قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہو۔''[1]

③ جو شخص محض اللہ کے لیے خالص عمل کرتا ہے، اللہ اسے اپنی محبت عطا کرتا ہے۔

④ اللہ تعالیٰ صرف وہی اعمال قبول فرماتا ہے جو صرف اسی کے لیے خلوص سے کیے گئے ہوں اور محض اسی کی خوشنودی کے لیے کیے گئے ہوں۔

⑤ انسان خلوص کی بدولت وسوسوں سے بچ جاتا ہے۔

زاہد ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب بندہ اپنے اعمال اللہ کے لیے خالص کر لیتا ہے تو بہت سے وسوسوں اور ریاکاری سے نجات پا جاتا ہے۔

⑥ اخلاص کی وجہ سے آدمی برائی اور بے حیائی سے بچا لیا جاتا ہے۔ یہ حقیقت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے عیاں ہے جس میں اس نے یوسف علیہ السلام کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْ لَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۭ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْۗءَ وَالْفَحْشَاۗءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ○﴾

''اور بلاشبہ یقیناً وہ اس کے ساتھ ارادہ کر چکی تھی اور وہ بھی اس عورت کے ساتھ ارادہ کر لیتا اگر یہ نہ ہوتا کہ اس نے اپنے رب کی دلیل دیکھ لی۔ اس طرح ہوا تاکہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی ہٹا دیں۔ بے شک وہ ہمارے خالص کیے ہوئے بندوں سے تھا۔''[2]

⑦ مخلص عورت کے دل سے حکمت و دانائی پھوٹتی ہے جسے وہ اپنی زبان سے ظاہر کرتی ہے۔

جناب مکحول رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب بندہ اپنا عمل اللہ کے لیے خالص کر لیتا ہے تو حکمت

① الشعرآء 26:88,89.

② یوسف 12:24

کے چشمے اس کے دل سے پھوٹ کر اس کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں۔

⑧ اللہ تعالیٰ مخلص عورت کی مدد فرماتا ہے اور اس کی نیکیوں میں اضافہ کر دیتا ہے۔

اور مخلص مسلمان عورت وہ ہے جو اپنی نیکیاں اسی طرح چھپاتی ہے جس طرح اپنی برائیاں چھپاتی ہے۔ آپ اپنے اعمال میں اپنے اخلاص کا اندازہ دو علامات سے کر سکتی ہیں:

- اپنا عمل اللہ کی رضا کے حصول کے لیے انجام دو لیکن عمل کے لیے پہلا قدم اٹھانے سے قبل تمھیں یہ سوچنا سمجھنا چاہیے کہ تم یہ عمل کس کے لیے کر رہی ہو؟ اور تمھیں اس کام کی ترغیب دینے کا سبب کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں:

﴿ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَلَا شُكُورًا ۝ ﴾

''بس ہم تو تمھیں اللہ کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں، ہم تم سے کوئی جزا اور شکر گزاری نہیں چاہتے۔''[1]

- یہ عمل اللہ کی شریعت کتاب اللہ میں سے ہو یا اس کی وضاحت نبی اکرم ﷺ کی سنت میں ہو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَمَن كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا ۝ ﴾

''پھر جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔''[2]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: عمل کی قبولیت کے دو رکن ہیں: ضروری ہے

---

① الدھر 9:76.

② الکھف 110:18.

عمل اللہ کے لیے خالص ہو اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے موافق ہو۔

مخلص عورت اپنی نیکیاں ہمیشہ پوشیدہ رکھتی ہے وہ اپنے نیک اعمال کسی کو بتاتی نہیں کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے تمام پوشیدہ اور علانیہ کاموں سے خوب واقف ہے۔

جناب عبدہ بن سلیمان بتاتے ہیں کہ ہم بلادِ روم میں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے ساتھ ایک جنگ میں شریک تھے۔ دشمن سے آمنا سامنا ہوا، فریقین کی صفیں مقابل آ گئیں، دشمن کے ایک سپاہی نے مقابلے کے لیے للکارا۔ ہماری طرف سے مقابلے کے لیے ایک شخص نکلا، کچھ دیر مقابلہ جاری رہا، ہمارے مسلمان بھائی نے اسے قتل کر دیا، پھر ایک اور کافر اس کے مقابلے میں آیا تو اسے بھی قتل کر دیا، پھر تیسرا شخص آیا تو وہ بھی قتل ہو گیا، پھر انھوں نے مقابلے کے لیے للکارا تو ایک شخص ان سے مقابلے کے لیے آیا، انھوں نے کچھ دیر تعاقب کیا اور اسے بھی قتل کر ڈالا۔ لوگ اس دلیر مجاہد کے گرد اکٹھے ہو گئے، میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ انھوں نے یکا یک آستین سے اپنا چہرہ چھپا لیا، میں نے آستین کا کنارہ ہٹا دیا۔ وہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تھے، انھوں نے فرمایا: اے ابوعمرو! تو بھی ہماری ساکھ خراب کرنے پر تلا ہوا ہے (میرے عمل کو لوگوں پر ظاہر کر رہا ہے) یوں حضرت عبداللہ بن مبارک نے اپنے دلیرانہ کارناموں کو صرف اللہ کی رضا کے لیے چھپانے کی بھرپور کوشش کی۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں: ایک شخص نے سارا قرآن مجید سیکھ لیا لیکن لوگوں کو خبر تک نہ ہوئی، بے شک آدمی نے زبردست فقہ حاصل کر لی مگر لوگوں کو علم نہ ہوا اور اللہ کا ایک بندہ اپنے گھر میں طویل نماز پڑھتا ہے، اس کے پاس مہمان بھی ہوتے ہیں مگر انھیں بالکل پتہ نہیں چلتا۔ میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ روئے زمین پر موجود جو عمل وہ چھپا کر کر سکتے تھے، اسے انھوں نے علانیہ ہرگز نہیں کیا۔

میری مسلمان بہن!

اپنے اعمال اللہ کے لیے خالص کرلو، جب بات کرو تو اللہ کے لیے کرو، کوئی عمل کرو تو اللہ کے لیے کرو۔ ہر کام اللہ کی رضا کے لیے انجام دو گی تو اللہ کے فضل وکرم سے ''خیر النساء'' کے مقام ومرتبے پر پہنچ جاؤ گی۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ تمھیں ان خوش بخت عورتوں میں شامل فرمائے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے۔

والدین سے حسن سلوک کرنے والی

''بہترین عورت'' جانتی ہے کہ جنت کا راستہ، والدین کی فرماں برداری اور ان کے حقوق کی ادائیگی سے ملتا ہے، اس لیے وہ ان کی زندگی میں ان کی فرماں بردار اور ان کی موت کے بعد بھی ان کے ساتھ نیکی کرنے والی ہوتی ہے۔ان کی زندگی میں ان کے آرام کے لیے راتوں کو جاگتی ہے اور انھیں خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہے اگرچہ اس کے لیے اسے مشقت برداشت کرنی پڑے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے لیے دعا کرتی ہے، ان پر رحم کھاتی ہے، ان کے لیے (اللہ تعالیٰ سے) بخشش طلب کرتی ہے اور اپنے سجدوں میں دعا کرتی ہے: اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انھوں نے بچپن میں میری تربیت ونگہداشت کی تھی۔

میری مسلمان بہن! اسلام نے تم پر والدین کی عزت وتکریم، ان کے ساتھ شفقت و رحمت اور حسن سلوک فرض قرار دیا ہے اور فرماں بردار کے لیے عظیم اجر وثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ والدین خواہ کافر ہوں، پھر بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے۔جس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کا تذکرہ کیا ہے، اس میں توحید کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے کیونکہ اللہ کے بعد یہی دو ہستیاں ہیں جو اس دنیا میں تیرے وجود کا سبب ہیں۔

والد نے تمھاری تعلیم وتربیت، پرورش اور تمھاری خوراک و پوشاک کے لیے کتنی سختیاں برداشت کیں، دن رات کام کیا، تمھیں خوش وخرم زندگی مہیا کرنے کے لیے سفر کیے۔ انھوں نے روکھی سوکھی کھائی اور موٹا جھوٹا پہنا مگر تمھیں بہترین غذا اور عمدہ لباس مہیا کیا۔ انھوں نے ہمیشہ محنت مشقت کی زندگی بسر کی، تمھاری خاطر نہ جانے کس کس کی کیسی کیسی کڑوی کسیلی باتیں

سنیں اور نہ جانے کتنی راتیں تمھارے لیے جاگ کر بسر کیں مگر ان کے برعکس تمھاری زندگی میٹھی نیند میں سہانے خواب دیکھتے اور دن کو کھیلتے کودتے بسر ہوئی اور تمھیں والدین کی تنگی ترشی کا احساس تک نہیں ہوا۔

اور ماں! تمھیں کیا معلوم کہ ماں کیا ہستی ہے؟ اس نے تمھارے لیے بے مثال مشقت برداشت کی، تمھیں اپنے پیٹ میں رکھا اور حمل کا بوجھ اٹھایا، پھر تمھاری ولادت کی تکلیف سہی۔ اس نے ساری عمر بھوک، پیاس، تکلیف اور تھکاوٹ محسوس کیے بغیر اور تیری طرف سے کسی بدلے اور جزا کے انتظار کے بغیر گزاری، اس نے تمھاری مخلص خادمہ بن کر زندگی گزار دی۔ وہ تمھارے لیے کھانا پکاتی تھی، کپڑے دھوتی تھی، تمھاری نرس اور ڈاکٹر تھی، تمھاری بیماری میں راتوں کو جاگتی تھی۔ اس کا سینہ اور گود ہی تمھارا بستر اور بچھونا ہوتا تھا اور اس کا دل تمھارے لیے رحمت و شفقت کا مخزن تھا۔

میری پیاری مسلمان بہن! اللہ تعالیٰ نے تمھیں والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور ان کی فرماں برداری کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○ ﴾

''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے اچھا سلوک کرو، اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں تمھارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ''اف'' تک نہ کہو، انھیں ہرگز نہ جھڑکو، ان سے نرم لہجے میں نہایت ادب سے بات کرو۔ اور ان کے سامنے رحم دلی اور عاجزی کے ساتھ اپنا پہلو جھکائے رکھو اور کہو: اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسے انھوں

نے بچپن میں میری پرورش کی۔'' (1)

بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنا شکر ان کی شکرگزاری کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے تاکہ والدین کی فضیلت واہمیت اجاگر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ۝ ﴾

''یہ کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر کرو تمھیں (بالآخر) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔'' (2)

امت مسلمہ کے جلیل القدر عالم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''تین آیات تین احکام کے ساتھ مشترک بیان ہوئی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے ہم رشتہ حکم کے ساتھ ہی قبول ہوتی ہے۔''

(1) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾

''اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔'' (3)

لہٰذا جو شخص اللہ کی اطاعت کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کرے تو اس کی اطاعت قبول نہیں ہوگی۔

(2) نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ﴾

''اور نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو۔'' (4)

چنانچہ جو شخص نماز قائم کرے مگر زکاۃ دینے سے انکار کرے تو اس کی نماز بھی قبول نہیں ہوگی۔

---

(1) بنیٓ إسرآءیل 17:23,24. (2) لقمٰن 31:14. (3) المآئدة 5:92. (4) البقرة 2:43.

③ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

﴿ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ ۖ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝﴾

''یہ کہ تو میرا اور اپنے والدین کا شکر کر (بالآخر تجھے) میری ہی طرف لوٹنا ہے۔''[1]

اس لیے جو شخص اللہ کا شکر بجالائے مگر والدین کا شکر گزار نہ بنے تو اس کی شکر گزاری قبول نہیں ہوگی۔

واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہی تعلیم دی ہے کہ مسلمان عورت اللہ کی رضا حاصل کرنے کی آرزومند ہو تو اسے اپنے والدین کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«رِضَا الرَّبِّ فِي رِضَا الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ»

''رب کی رضا والد کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے۔''[2]

اس سلسلے میں ہمارے سلف صالحین نے بھی ہمارے لیے بہت سے پاکیزہ اقوال چھوڑے ہیں جن سے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی فضیلت عیاں ہوتی ہے۔ چند اقوال درج ذیل ہیں:

- تابعی مکحول رحمہ اللہ کہتے ہیں: والدین سے حسن سلوک کبیرہ گناہوں کا کفارہ ہے اور آدمی اپنے قبیلے میں رہتے ہوئے ہمیشہ اپنے بڑوں کے ساتھ نیک سلوک کی قدرت رکھتا ہے۔
- جناب کعب الاحبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو شخص اپنے والدین کا نافرمان ہو بے شک اللہ تعالیٰ اس کی ہلاکت و بربادی کو عاجلانہ بنا دیتا ہے تاکہ اسے عذاب میں جلدی مبتلا کر دے۔ اللہ تعالیٰ والدین کے فرماں بردار کی عمر بڑھا دیتا ہے تاکہ اسے نیکی اور خیر میں بڑھا دے اور والدین کے ساتھ نیک سلوک میں سے ان پر بوقت ضرورت خرچ کرنا بھی

---

① لقمٰن 14:31.

② جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء من الفضل في رضا الوالدين، حديث: 1899، والمستدرك للحاكم، البر والصلة: 4/152، حديث: 7249.

شامل ہے۔

- امام حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں: والدین کی فرماں برداری یہ ہے کہ تم ان کا ہر معروف حکم بجالاؤ جب تک کہ وہ اللہ کی نافرمانی نہ ہو۔ ان کی نافرمانی نہ کرو، یعنی ان سے تعلق توڑو نہ انھیں اپنی خیر و بھلائی سے محروم کرو۔
- حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: ﴿ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ﴾ کی تفسیر میں کہتے ہیں:

"جو چیز وہ چاہتے ہوں اسے مت روکو۔"

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دوسرے شخص کے پیچھے پیچھے چلتے دیکھا تو پوچھا: یہ کون ہے؟ آگے والے نے کہا: یہ میرے والد ہیں۔ تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: والد کو اس کا نام لے کر نہ بلاؤ، اس سے پہلے نشست پر مت بیٹھو اور اس کے آگے نہ چلو۔
- بشر بن حارث رحمہ اللہ کہتے ہیں: جو شخص اپنی والدہ کے اس قدر قریب ہو کر بیٹھے کہ اس کی بات سن سکے تو وہ اس شخص سے بہتر ہے جو اللہ کی راہ میں تلوار سے جہاد کرتا ہے۔ ماں کی طرف محبت و شفقت سے دیکھنا ہر چیز سے افضل ہے۔
- جناب وہب بن منبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی: اے موسیٰ! اپنے والدین کی عزت کرو کیونکہ میں والدین کی عزت کرنے والے کی عمر بڑھا دیتا ہوں اور اسے عزت کرنے والا بیٹا عطا کرتا ہوں اور جو والدین کا نافرمان ہو میں اس کی عمر کم کر دیتا ہوں اور اسے نافرمان بیٹا دیتا ہوں۔
- جناب ابن محیریز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو شخص اپنے والد کے آگے آگے چلے، وہ بے ادب ہے، سوائے اس کے کہ وہ والد کے راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کے لیے آگے آگے چلے۔

شاعر نے سچ کہا ہے:

لِأُمِّكَ حَقٌّ لَّوْ عَلِمْتَ كَثِيرٌ
كَثِيرُكَ يَا هٰذَا! لَدَيْهِ يَسِيرُ
فَكَمْ لَيْلَةً بَاتَتْ بِثِقْلِكَ تَشْتَكِي
لَهَا مِنْ جَوَاهَا أَنَّةٌ وَّزَفِيرُ
وَفِي الْوَضْعِ لَوْ تَدْرِي عَلَيْهَا مَشَقَّةٌ
فَمِنْ غَصَصٍ مِّنْهَا الْفُؤَادُ يَطِيرُ
وَكَمْ غَسَلَتْ عَنْكَ الْأَذٰى بِيَمِينِهَا
وَمَا حِجْرُهَا إِلَّا لَدَيْكَ سَرِيرُ
وَتُفْدِيكَ مِمَّا تَشْتَكِيهِ بِنَفْسِهَا
وَمِنْ ثَدْيِهَا شُرْبٌ لَّدَيْكَ نَمِيرُ
وَكَمْ مَّرَّةً جَاعَتْ وَأَعْطَتْكَ قُوتَهَا
حَنَانًا وَّإِشْفَاقًا وَّأَنْتَ صَغِيرُ
فَآهًا لِّذِي عَقْلٍ وَّيَتَّبِعُ الْهَوٰى
وَآهًا لِأَعْمَى الْقَلْبِ وَهُوَ بَصِيرُ
فَدُونَكَ فَارْغَبْ فِي عَمِيمِ دُعَائِهَا
فَأَنْتَ لِمَا تَدْعُو إِلَيْهِ فَقِيرُ

”تمھاری ماں کا تم پر بہت بڑا حق ہے، تمھاری ڈھیروں خدمات بھی اس کی محنت اور قربانیوں کے سامنے حقیر ہیں۔ کتنی راتیں اس نے تیرا بوجھ اٹھا کر تکلیف میں گزاریں

اور اس کے سینے سے کراہیں اور درد کی آوازیں نکلتی رہیں۔تم وضع حمل کے وقت اس کی صعوبت کا حال جان سکو تو تمھارا دل دہل جائے۔اس نے تمھاری گندگی کو بارہا اپنے ہاتھ سے صاف کیا اور اس کی گود تمھارا بستر بنی رہی۔تمھاری تکلیف پر وہ اپنی جان وارتی تھی اور تم اس کے پستانوں سے خالص دودھ پیتے تھے، جب تم چھوٹے تھے تو کتنی ہی بار ایسا ہوا کہ اس نے خود بھوک برداشت کی لیکن تم پر شفقت و مہربانی کرتے ہوئے اپنے حلق کے نوالے بھی تمھیں دے دیے۔آہ! افسوس اس ''عقل مند'' پر جو خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے۔آہ! افسوس اس ''بصیرت والے'' پر جس کا دل اندھا ہو گیا ہے۔اپنی ماں کی لمبی لمبی دعائیں لینے کی جستجو میں لگے رہو کیونکہ تم اس کی دعاؤں کے محتاج اور فقیر ہو۔''

میری مومنہ بہن! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا، وہ اپنی ماں کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر طواف کرا رہا تھا اور پوچھ رہا تھا: اماں جی! کیا خیال ہے، کیا میں نے آپ کا حق ادا کر دیا؟ اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں، ابھی تو تیرے لیے اس کے ایک مرتبہ کراہنے کا حق بھی ادا نہیں ہوا۔

جناب محمد بن منکدر کہتے ہیں: میں نے ایک رات والدہ کے ساتھ خوش گپیوں میں گزاری جبکہ میرے چچا نے رات نفل نماز پڑھتے ہوئے بسر کی لیکن مجھے ان کی رات اپنی رات کے بدلے میں قبول نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو غلطی سے قتل کر دیا، پوچھا گیا کہ اس کی توبہ کیسے قبول ہو گی؟ انھوں نے فرمایا: اس کے والدین زندہ ہیں تو ان کی خوب خدمت کرے، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا گناہ معاف فرما دیں۔

ایک اعرابی کا قصہ ہے، اس نے اونٹ ذبح کیا، پھر اپنی بیوی سے کہا: اس میں سے میری

ماں کو گوشت کھلاؤ، اس نے پوچھا: کون سا گوشت کھلاؤں؟ وہ بولا: ران کا گوشت کھلا دو، بیوی نے کہا: تیری ماں پر تو پہلے ہی بڑی چربی چڑھی ہوئی ہے، اللہ کی قسم! میں اسے یہ گوشت نہیں کھلاؤں گی، شوہر نے کہا: چلو پھر کندھے کا گوشت کھلا دو۔ بیوی بولی: تیری ماں کے وجود کا ہر حصہ پہلے ہی چربی میں چھپا ہوا ہے، اللہ کی قسم! میں اسے یہ بھی نہیں کھلاؤں گی۔ شوہر نے پوچھا: تو پھر تم اسے کون سا حصہ دو گی؟ وہ کہتی ہے: میں اسے جبڑا دوں گی جس کی جلد سخت اور اندر بڑی ہڈی ہے۔ اعرابی نے فوراً کہا: یہ حصہ تم اپنے میکے والوں کو کھلا دو اور اسے طلاق دے دی۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی والدہ کے ساتھ کھانا کھانے سے شرماتے تھے۔ ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انھوں نے بتایا: مجھے ڈر لگتا ہے مبادا میں کوئی ایسا لقمہ لے لوں جو میری والدہ کھانا چاہتی ہوں، یوں میں وہ لقمہ کھا کر ان کا نافرمان بن جاؤں۔

میری مسلمان بہن! حق یہ ہے کہ ہم سعیٔ بسیار کے باوجود والدین کے لطف واحسان کا ادنیٰ سا حق بھی ادا نہیں کر سکتے۔ ہمیں ہر آن اپنے والدین کی خدمت اور دلجوئی کا خیال رکھنا چاہیے۔ ملال یہ ہے کہ بعض عورتیں کبھی کبھی یہ گمان کرنے لگتی ہیں کہ انھوں نے والدین کا حق ادا کر دیا ہے بلکہ ان پر مزید احسانات بھی کر دیے ہیں جبکہ وہ اپنے والدین کی خوشنودی کا قرض کبھی نہیں چکا سکتیں۔

کہا جاتا ہے کہ ایک بیٹا بڑا نیک تھا، والد کا نہایت فرماں بردار تھا اور اپنے والد کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے بہت محنت کرتا تھا۔ ایک دن اسے بزعم خود اپنی فرماں برداری بہت اچھی لگی اور وہ والد سے اپنے نیک سلوک اور خدمات کی وجہ سے فخر وغرور کا شکار ہو گیا۔ اس نے ترنگ میں آ کر اپنے والد سے کہا: ابا جان! آپ نے میرے بچپن میں یقیناً میری بڑی خدمت فرمائی ہے۔ اب میں آپ کے ساتھ اس سے کئی گنا زیادہ بہتر سلوک کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ کی

قسم! آپ جو چیز بھی مانگیں گے، وہ آپ کو مہیا کروں گا، چاہے وہ کتنی ہی مشکل اور کتنی ہی دور ہو، میں اسے بہر حال آپ کی خدمت میں حاضر کر کے دم لوں گا۔ اس نوجوان کا والد ایک دانا اور تجربہ کار شخص تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا مناسب نہ سمجھا، اس نے کہا: پیارے بیٹے! مجھے تو اس زندگی میں صرف ایک رطل سیب کی چاہت ہے۔ بیٹے نے کئی رطل فوراً والد کی خدمت میں حاضر کر دیے اور کہا: ان میں سے اپنی ضرورت کے مطابق لے لیں یا سب کے سب رکھ لیں جب آپ یہ کھالیں گے تو میں آپ کو اس سے کئی گنا زیادہ مہیا کر دوں گا۔ میں آپ کی طلب بھرپور طور پر پوری کر سکتا ہوں۔ باپ بولا: بس اتنے ہی کافی ہیں، میری ضرورت کے لیے بہت ہیں مگر میں انھیں اس جگہ کھانا نہیں چاہتا۔ جی چاہتا ہے کہ چھت پر جا کر کھاؤں۔ تم فی الواقع میرے فرماں بردار ہو تو مجھے اٹھا کر چھت پر چھوڑ آؤ۔ بیٹے نے باپ کا حکم مانا اور کہا: ابا جان! میں آپ کی یہ خواہش ابھی پوری کر دیتا ہوں، پھر سیب اپنی جھولی میں ڈالے باپ کو اپنے کندھوں پر سوار کیا اور چھت پر لے گیا۔ اسے ایک آرام دہ جگہ پر بٹھا دیا۔ سیب اس کے سامنے رکھ دیے اور کہا: ابا جان! حسب ضرورت لے لیں، میرا دل بڑا خوش ہے۔ باپ نے پلیٹ سے سیب اٹھایا مگر کھانے کے بجائے چھت سے نیچے پھینک دیا، پھر سارے سیب اسی طرح ایک ایک کر کے پھینک دیے اور بیٹے کو حکم دیا کہ نیچے جاؤ اور سارے سیب اکھٹے کر کے دوبارہ چھت پر لے آؤ، جہاں وہ بہت پرسکون بیٹھا ہوا تھا۔

باپ نے اسی طرح تین بار سیب پھینکے اور بیٹا انھیں واپس لے آیا، چوتھی مرتبہ بیٹے کے صبر کا پیمانہ چھلک اٹھا اور اس کا دل رنجیدہ اور چہرہ غصے کے مارے لال ہو گیا۔

باپ نے بیٹے کے چہرے پر غصہ دیکھا تو مسکرایا، اس کے کندھے پر تھپکی دی اور کہا: پیارے بیٹے! ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔ ایک وقت تھا کہ جب تم ننھے سے تھے، اسی چھت سے بار بار گیند پھینکا کرتے تھے اور میں لپک کر نیچے جاتا تھا اور تمھیں گیند واپس لا کر دیا

کرتا تھا۔ مجھے ہرگز کوئی گرانی محسوس نہیں ہوتی تھی بلکہ میری خوشی کا اُتھلا پیالہ تمھیں خوش ہوتا دیکھ کر ہی بھر جاتا تھا اور میں دیر تک مسرور رہتا تھا۔

میری مسلمان بہن! ماں باپ کی خدمت اور خاطر میں جب تک چاہو اور جتنا چاہو زور لگا لو، حق یہ ہے کہ تم ان کے حقوق کا عشر عشیر بھی ادا نہیں کر سکتیں، لہٰذا ماں باپ کی پوری مطیع بن جاؤ اور کوئی ایسا کام ہرگز نہ کرو جس سے وہ خفا ہو جائیں۔ انھیں ہر آن راضی اور خوش رکھنے کی پوری کوشش کرو۔

''خیر النساء'' کی سیرت کا ایک خوبصورت پہلو یہ ہے کہ وہ والدین کی خوشی کے لیے ہر ممکن کام انجام دیتی ہے مگر اس کے باوجود وہ ان کے حقوق کی ادائیگی میں اپنی کوتاہی کے احساس سے ڈرتی رہتی ہے۔ اس کے اسی حسن عمل سے اس کا رب اس سے راضی ہو جائے گا۔

وفادار اور عہد کی پاسداری کرنے والی

''خیر النساء'' لوگوں میں سب سے زیادہ اپنے رب، اپنے گھر والوں، اپنے خاوند اور تمام عزیز واقارب کے ساتھ وفادار ہوتی ہے۔ مثالی مسلمان عورت اپنے رب کے ساتھ وفا کرتی ہے، اس کے فرض کردہ اعمال انجام دیتی ہے اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، ان سے دور رہتی ہے۔ یوں وہ ہر ممکن اطاعت کر کے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتی ہے۔

اپنے گھر والوں کی زندگی میں ان کی خدمت کرتی ہے اور ان کی وفات کے بعد ان کے لیے دعا کر کے ان سے وفا کا مظاہرہ کرتی ہے۔ اپنے خاوند کی زندگی میں اسے پاکیزہ اور مہذب الفاظ سے مخاطب کرتی ہے اور اس کی وفات کے بعد اس کے محاسن کا تذکرہ کر کے اس سے اپنی وفا کا ثبوت دیتی ہے۔ وہ سب لوگوں کے ساتھ ان کے دکھ درد میں شریک ہوتی ہے اور اپنے عہد کی پاسدار ہوتی ہے۔

میری مسلمان بہن! وَفٰی لفظ کا مادہ اکمال اور اتمام پر دلالت کرتا ہے، اس سے کلمہ ''وفا'' نکلا ہے جس کا مطلب عہد پورا کرنا اور شرط مکمل کرنا ہے اور ''وفا'' سے مراد مواسات و ہمدردی لازم پکڑنا اور عہد کی پاسداری کرنا ہے۔

قرآن مجید نے ''وفا'' کی فضیلت بیان کی ہے اور وفا کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اقدس کو ''وفا'' کے ساتھ موصوف کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ

وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ط وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ط وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ○﴾

''بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے میں خرید لیے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، پھر وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں۔ یہ اللہ کے ذمے سچا وعدہ ہے، تورات، انجیل اور قرآن میں۔ اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کون ہے؟ لہٰذا تم اپنے اس سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم نے اللہ سے کیا ہے۔ اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰهِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنے اور اپنے وعدے کے ایفا میں سچا اور کوئی نہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ وعدہ پورا کرنے پر قادر ہے اور وعدے کرنے والوں میں سب سے سچا اور سب سے زیادہ وعدہ پورا فرمانے والا ہے۔

میری مومنہ بہن! ''وفا'' پرہیزگار مومن عورتوں کی صفت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿بَلٰی مَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ وَاتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ○﴾

''ہاں (مؤاخذہ ہوگا) البتہ جو شخص اپنا عہد پورا کرے اور اللہ سے ڈرے تو بے شک اللہ متقیوں کو پسند کرتا ہے۔''[2]

اللہ تعالیٰ نے اہل وفا کی تعریف کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر جمیل ان کی ایک ممتاز خوبی وفاداری کے حوالے سے کیا ہے:

﴿وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی ○﴾

''اور ابراہیم (کے صحیفوں میں) جو وفادار تھا۔''[3]

---

① التوبۃ 9:111. ② آل عمران 3:76. ③ النجم 53:37.

وفا کی کئی نوعیتیں ہیں جن میں سے کچھ میں نے ابتدا میں بیان کر دی ہیں۔ وفا کی ایک قسم دوسروں سے کیے گئے عہد پورے کرنے کی بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ﴾

''اور اپنا عہد پورا کرنے والے جب وہ عہد کر لیں۔''①

وفا کی ایک قسم اس وعدے کا ایفا ہے جو مسلمان عورت اپنی جان سے کرتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ○ ﴾

''وہ اپنی نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے خوف کھاتے ہیں جس کی آفت ہر طرف پھیلی ہوگی۔''②

وفا کی ایک قسم، معاہدات اور ناپ تول میں کھرا رہنا بھی ہے لیکن معاہدوں میں سب سے گراں قدر وفا اس عہد کی ہے جو اللہ نے تم سے اپنی عبادت کرنے اور اپنی اطاعت و فرماں برداری کے لیے لیا ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ﴾

''اور اللہ کا عہد پورا کرو۔''③

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ ﴾

''اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو، بلاشبہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ تم میری ہی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔''④

① البقرة 177:2. ② الدھر 7:76. ③ الأنعام 152:6. ④ یٰس 61,60:36.

رسول اللہ ﷺ نے وفا کی کتنی شاندار مثال قائم فرمائی ہے:

- آپ نے اپنے رب سے عہد کی خوب پاسداری کی، کفار نے آپ کو دعوت حق ترک کرنے کے لیے جاہ و منصب، عیش و عشرت اور مال و دولت کی پیش کش کی مگر آپ نے اس پیش کش کو حقارت سے ٹھکرا دیا اور اپنے رب سے عہد کے وفادار رہے یہاں تک کہ آپ اسی حالت میں اپنے رب سے جا ملے کہ وہ آپ سے نہایت راضی اور خوش تھا۔
- نبیٔ کریم ﷺ نے اپنی زوجۂ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عہد بھی خوب نبھایا، زندگی بھر انھیں کوئی تکلیف نہیں پہنچنے دی۔ ان کی موت کے بعد بھی اپنا عہد پورا کیا، انھیں کبھی فراموش نہیں کیا، کسی مرحلے پر کسی بھی مصروفیت میں آپ نے انھیں نہیں بھلایا، ہمیشہ اچھے الفاظ میں یاد فرماتے رہے۔ اکثر اوقات ان کی تعریف فرماتے تھے، ان کی حسین عادات اور اچھے دنوں کو یاد کرتے تھے، دعوت اسلامی کا جھنڈا بلند کرتے ہوئے بھی ان کے ایثار اور عظیم کردار کو یاد کرتے تھے۔ ایک دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بشری خاصے کے تحت ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: وہ تو بڑھیا تھیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے بدلے ان سے بہتر بیویاں عطا کر دی ہیں۔ اس پر نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات کی تردید کی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فضائل بیان فرمائے۔ (کہ اللہ نے مجھے ان سے اولاد دی اور وہ دشواریوں میں میری غم خوار اور مددگار تھیں۔) حتی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے کسی عورت پر اس قدر رشک نہیں ہوا جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا کیونکہ نبیٔ اکرم ﷺ آپ کو بہت یاد فرماتے تھے۔[1]
- رسول اللہ ﷺ نے وعدہ ایفا کرنے کی ایک اور عظیم الشان مثال قائم فرمائی ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب تزويج النبي ﷺ خديجة و فضلها رضي الله عنها، حديث: 3816، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضائل خديجة [أم المومنين] رضي الله عنها، حديث: 2435.

عبداللہ ابوالحمساء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ کے مبعوث ہونے سے پہلے آپ سے ایک سودا کیا۔ آپ کی کچھ رقم کی ادائیگی باقی رہ گئی، میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں اس جگہ آکر دے جاؤں گا، پھر میں بھول گیا۔ تین دن کے بعد مجھے یاد آیا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ آپ مقررہ جگہ پر موجود تھے۔

''خیر النساء'' نے وفا کی اعلیٰ مثالیں قائم کی ہیں، خصوصاً اپنے شوہروں کے ساتھ ان کی وفا بے نظیر ہے۔

جناب اصمعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سلیمان بن عبدالملک اور سلیمان بن مہلب بن ابوصفرہ دمشق سے سیر و تفریح کے لیے نکلے۔ ایک قبرستان سے گزرے، انھوں نے دیکھا کہ ایک عورت ایک قبر پر بیٹھی رو رہی ہے۔ تیز ہوا چلی، اس کے چہرے سے برقع ہٹ گیا۔ برقع کیا تھا، بادل تھا جو سورج جیسے چہرے سے چھٹ گیا تھا۔ ہم دونوں کو بڑا تعجب ہوا۔ ہم اسے دیکھتے ہی رہ گئے۔ ابن مہلب نے کہا: اے اللہ کی بندی! کیا تم امیر المومنین سے شادی کروگی؟ اس خاتون نے ان دونوں کی طرف دیکھا، پھر بڑی حسرت سے قبر کی طرف دیکھا اور کہا:

فَإِنْ تَسْئَلَانِي عَنْ هَوَايَ فَإِنَّهُ
بِمَلْحُودِ هٰذَا الْقَبْرِ يَافَتَيَانِ
وَإِنِّي لَأَسْتَحْيِيهِ وَالتُّرَابُ بَيْنَنَا
كَمَا كُنْتُ أَسْتَحْيِيهِ وَهُوَ يَرَانِي

''تم دونوں مجھ سے میری محبت اور چاہت کا حال پوچھتے ہو تو سنو، وہ تو اس قبر میں سو رہا ہے لیکن مجھے اس سے آج بھی پہلے کی طرح حیا آتی ہے جبکہ مٹی کا تودہ ہمارے درمیان حائل ہے، حالانکہ جب وہ بقید حیات تھا اور مجھ پر سرسری نگاہ بھی ڈالتا تھا تو میں اس سے شرما جاتی تھی۔''

''خیر النساء'' میں سے ایک عظیم خاتون فاطمہ بنت عبدالملک ہیں۔ وہ ایک بادشاہ کی بیٹی، ایک حکمران کی بیوی اور چار بادشاہوں کی بہن تھی۔ سہاگ رات وہ اپنے خاوند کے پاس اس حال میں پہنچی کہ روئے زمین کے سب سے زیادہ قیمتی سونے کے زیورات اور ہیروں جواہرات سے لدی ہوئی تھی۔ جب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ رشد وہدایت کی طرف پلٹے، انھوں نے اپنے رب کو یاد کیا اور فانی دنیا کا عیش وعشرت ترک کر دیا اور اپنی بیوی کو اختیار دے دیا کہ وہ اپنے خاوند اور اپنے زیورات و جواہرات میں سے کسی ایک کو چن لے تو اس عظیم خاتون نے اپنے خاوند کو چن لیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنی بیگم کے تمام ہیرے جواہرات مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کرا دیے۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فوت ہو گئے تو ان کی بیوہ فاطمہ کے پاس کچھ گھٹیا سوچ کے لوگ آئے اور ان کے ایک بڑے نے کہا: آپ کے ہیرے جواہرات بیت المال میں بدستور حفاظت سے موجود ہیں، آپ وہ لے لیں اور استفادہ کریں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی بیوہ نے یہ پیش کش حقارت سے مسترد کر دی اور وہ عظیم الشان بات کہی جسے تاریخ کے اوراق نے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا ہے۔ انھوں نے فرمایا: یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ میں اپنے شوہر کی زندگی میں تو ان کی اطاعت کرتی رہی مگر اب ان کے اٹھ جانے کے بعد ان کی نافرمانی شروع کر دوں۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وفا کے ساتھ چند چیزیں لازمی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

- اللہ کی رضا کی خاطر والدین کے ساتھ تمھاری وفا کا تقاضا یہ ہے کہ تم ان کے تمام دوست احباب اور رشتے داروں کا خیال رکھو خصوصاً چچاؤں اور خالاؤں کا۔
- وفا کا تقاضا یہ ہے کہ انسان عام لوگوں کے ساتھ بھی اپنی تواضع میں فرق نہ آنے دے اگرچہ خود اس کی شان و مقام بلند ہو۔

شاعر کہتا ہے:

إِنَّ الْكِرَامَ إِذَا مَا أَيْسَرُوا ذَكَرُوا
مَنْ كَانَ يَأْلَفُهُمْ فِي الْمَنْزِلِ الْخَشِنِ

''بے شک معزز لوگ جب خوش حال ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے بوسیدہ گھر میں آنے والے دوستوں کو یاد رکھتے ہیں۔''

- وفا کے لوازم میں سے یہ بھی ہے کہ تم احباب کی جدائی پر بے تاب ہو جاؤ۔
- وفا کا تقاضا یہ ہے کہ تم کسی دوست کے بارے میں چغلی بھی نہ سنو۔
- وفا نہایت قابل تعریف خوبی اور عظیم فضیلت ہے۔

میری مسلمان بہن! میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی بندگی کے معاملات، گھر والوں کے معاملات، خاوند کے ساتھ تمھارے سلوک اور تمام لوگوں کے ساتھ معاملات میں تمھیں وفا کا جوہر نصیب فرمائے تاکہ تم ''مثالی خاتون'' کا اعزاز حاصل کر لو۔

دنیا کے کسی مذہب اور کسی نظریۂ حیات نے عورت کو وہ عظمت نہیں بخشی جو اسلام نے عطا فرمائی ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات ہی کا فیضان تھا کہ مسلمانوں کے معاشرے میں سیدہ خدیجہ، سیدہ عائشہ، سیدہ فاطمہ، سیدہ خنساء، سیدہ ام سلیم، سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہن ام عاصم اور سیدہ رابعہ بصری جیسی عظمت مآب خواتین پیدا ہوئیں اور ان کے سایۂ عاطفت میں حسن و حسین، ابن عمر، ابن زبیر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم، سعید بن جبیر، عمر بن عبد العزیز، محمد بن قاسم، عقبہ بن نافع اور طارق بن زیاد رحمہم اللہ جیسے عظیم علماء اور مجاہدین اسلام تربیت پاتے رہے۔

زمانہ قیامت کی چال چل رہا ہے۔ اب تک کی معلومہ تاریخ میں کفر و شرک کی طاقتیں اتنی گمراہ کن تہذیب اور اس قدر مہلک اسلحہ سے کبھی مسلّح نہیں ہوئیں جتنی آج ہیں۔ یہ باطل طاقتیں شمع اسلام کو بجھانے کے درپے ہیں اور مسلم معاشروں میں فساد پھیلاتی اور مسلمانوں کا قتلِ عام کرتی چلی جا رہی ہیں۔ ان حالات میں مسلمان خواتین کا کردار ہمیشہ سے کہیں زیادہ اہمیت اختیار کر گیا ہے، یعنی وہ خود اسلامی تعلیمات کا عملی پیکر بنیں اور اپنے بچوں میں بھی مجاہد اسلام بننے کی تڑپ پیدا کریں۔ جب تک ہماری محترم خواتین اللہ رب العزت کی سچی بندگی کا نمونہ و نمائندہ نہیں بنیں گی، ہماری بستیاں جلتی رہیں گی، مسجد اقصیٰ فریاد کرتی رہے گی اور ہمارے ہاں کوئی محمد بن قاسم اور کوئی صلاح الدین ایوبی پیدا نہیں ہوگا۔

مثالی مسلمان خاتون کی صفات کیا ہیں؟ اور ہماری محترم خواتین قرونِ اولیٰ کی عالی مقام خواتین جیسی ہستیاں کس طرح بن سکتی ہیں؟ یہ باتیں اس کتاب میں تفصیل کے ساتھ بہت آسان اور دلکش پیرائے میں بتا دی گئی ہیں۔ درحقیقت یہ کتاب اعلیٰ سیرت سازی کا جامع منشور ہے۔ ہماری ہر ماں، بہن، بیٹی اور بہو کو یہ کتاب روزانہ پڑھنی چاہیے۔ ان شاء اللہ اس کی بدولت ایمان اور حسن عمل کے چراغ دور دور تک روشن ہوتے چلے جائیں گے۔

ISBN: 9960-9930-4-3
9 789960 993041
Book No. 68

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور • کراچی
اسلام آباد • لندن • ہیوسٹن • نیو یارک